بسم اللہ الرحمن الرحیم

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

عقائد باطلہ کا ردّ

شیخ الحدیث مولانا رحمت اللہ ربانی حفظہ اللہ
فاضل مدینہ وریاض یونیورسٹی

انتساب

ہراس انسان کے نام
جوراہ ہدایت کا مسافر بھی ہے
اور متلاشی بھی!

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:٦٩)

''اور جولوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے البتہ ضرور بالضرور انہیں ہم اپنے راستے دکھائیں گے۔''

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

عقائد باطلہ کا ردّ

شیخ الحدیث مولانا رحمت اللہ ربانی ؒ
فاضل مدینہ وریاض یونیورسٹی

باہتمام

محمد خلیل (ڈائریکٹر)

داراحیاء سنہ

B-403-19th بروکلین N.Y-11226 یو۔ایس۔اے امریکہ

نام کتاب	**عقائد باطلہ کا ردّ**
نام مؤلف	شیخ الحدیث مولانا رحمت اللہ ربانی ﷾ (فاضل مدینہ وریاض یونیورسٹی)
کمپوزنگ	ابوبکر شیرانی
سال طبع	۲۰۱۱ء، بمطابق ۱۴۳۲
تعداد	۱۱۰۰
طابع	محمد خلیل

دار احیاء السنۃ برطانیہ

فہرست

★ مقدمہ از مؤلف ۶

اللہ تعالیٰ کا تعارف

★ اللہ تعالیٰ کی ذات ۱۵
★ اللہ تعالیٰ کی طاقت وقدرت ۱۶
★ اللہ تعالیٰ کے اختیارات وتصرفات ۱۷
★ مختصر تشریح ۲۶

باعث تخلیق آدم علیہ السلام

★ دنیا کو تمام انسانوں کے لیے بنایا گیا ۳۴
★ نبی اکرم ﷺ اور خلقت افلاک ۳۵
★ ایک مسلمہ اصول کی خلاف ورزی ۳۷
★ یوسف رفاعی کی لولاک کے بارے میں دلیل ۴۱

مسئلہ علم غیب

★ علم غیب کی حقیقت ۴۵
★ قرآن مجید سے مزید تائید ۴۷
★ تمام انبیاء، فرشتے اور جنات علم غیب نہیں جانتے ۴۸
★ نبی اکرم ﷺ عالم الغیب نہیں تھے ۵۰
★ واقعہ افک اور علم غیب ۵۱
★ واقعہ بئر معونہ اور علم غیب ۵۳
★ یہودی عورت کی دعوت اور علم غیب ۵۴

☆ واقعہ معراج اور علم غیب ۵۵
☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار اور علم غیب ۵۵
☆ مسجد نبوی کی خادمہ اور علم غیب ۵۶
☆ ایک آدمی کا گھر میں جھانکنا اور علم غیب ۵۷
☆ جہنمیوں کی اقسام اور علم غیب ۵۷
☆ گمشدہ چیز اور علم غیب ۵۸
☆ جبریل کی آمد اور علم غیب ۵۸
☆ یہودی عالم اور علم الغیب ۵۹
☆ ایک اور دلیل ۵۹

مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

☆ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ ۶۲
☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ اور شان ۶۳
☆ درود کی حقیقت ۶۴
☆ ہمارا عقیدہ ۶۶
☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی اوصاف ۷۸
☆ حلیہ مبارک ۷۹
☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر سیرت ۸۰

مسئلہ تبرک

☆ تبرک کے شرعی ہونے کے دلائل ۸۳
☆ بیعت رضوان والا درخت ۸۷
☆ مقامات مقدسہ کا قصد ۹۲
☆ ائمہ کرام اور مزعومہ تبرک ۱۰۱

★ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا منبر سے تبرک حاصل کرنا ۱۰۲

مسئلہ توسل

★ توسل کا پہلا طریقہ ۱۰۴
★ توسل کا دوسرا طریقہ ۱۰۸
★ تیسرا طریقہ توسل ۱۱۰
★ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کا توسل ۱۱۳
★ فوت شدگان سے توسل ۱۱۴
★ ''اسلامی عقائد'' کے مصنف کا نظریہ ۱۱۵
★ حدیث وسیلہ کی حقیقت ۱۱۸
★ خلاصہ: ۱۲۱
★ ایک اور دلیل کا جائزہ ۱۲۱

چند شبہات کا ازالہ

★ روضہ مبارکہ اور کعبہ مشرفہ کی فضیلت کا مقابلہ ۱۲۷
★ بارگاہ رسالت میں اعمال کا پیش ہونا ۱۳۱
★ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اعمال پیش ہونے کے دلائل کا جائزہ ۱۴۰
★ محفل میلاد کی حقیقت ۱۴۷
★ مروجہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۴۹
★ ولادت، وفات اور جشن ۱۵۲
★ پکار و یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شرعی حیثیت ۱۶۵
★ سارے اختیارات اور تمام قوتیں میرے اللہ کے پاس ہیں ۱۶۶
★ اسلامی نعرہ احادیث کی روشنی میں ۱۸۲

مقدمہ از مؤلف

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○﴾

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْد۔اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْد !اما بعد

جماعت اہلحدیث کا وہی عقیدہ ہے جو رسول اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ تھا اور ہر مسلمان کا وہی عقیدہ ہونا چاہیے وہ عقیدہ توحید ہے جو نبیوں اور اور رسولوں کا عقیدہ تھا۔تمام مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ قرآن وسنت کے علاوہ اور کسی چیز کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھیں۔رسول اللہ ﷺ نے حج الوداع کے موقعہ پر یہی بات فرمائی تھی کہ لوگوں میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم ان دونوں چیزوں کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے گمراہ نہیں ہو گے وہ ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت۔

علامہ مرحوم علیم ناصریؒ نے اس عقیدے کی اس طرح تشریح کی ہے۔

توحید سے ہے قائم نام و نشاں ہمارا
موجود ہے ازل سے یہ کارواں ہمارا
اللہ کی عبادت ہے زندگی ہماری
بندے ہیں ہم اسی کے وہ مہرباں ہمارا
غیروں کے در پہ جھکنا ہم شرک جانتے ہیں
کرتا ہے رب کو سجدہ خرد و کلاں ہمارا
مشکل کشا وہی ہے حاجت روا وہی ہے

اس کا کرم ہمیشہ ہے پاسباں ہمارا
ملتی ہے اس کے در سے ہم کو ہر اک نعمت
رب کریم ہی ہے روزی رساں ہمارا
اس کا نبی محمدﷺ لاکھوں درود اس پر
محبوب ہے خدا کا اور جانِ جاں ہمارا
گلدستہ توحید ہیں اس کی سب حدیثیں
جن سے مہک رہا ہے یہ گلستاں ہمارا
جس نے سکھائی آکر ہم کو کتاب وحکمت
ہے علم سے اسی کے روشن جہاں ہمارا
منشور ہے ہمارا علم کتاب وسنت
پرچم یہی ہمارا یہی نشاں ہمارا
دعوت وجہاد منہج علم و عمل نشاں ہے
یارب رہے سلامت یہ کارواں ہمارا

یہ صحیح عقیدہ ہے جو بیان کیا گیا ہے۔

ہم بیاں کرتے ہیں وہی ہیں جو بیاں کردہ رسول
کتاب وسنت کے علاوہ ہم سمجھتے ہیں فضول

مگر آج مسلمانوں کی اکثریت نے وہی راہ اختیار کرلی ہے جو مشرکین مکہ اور اہل عرب کی
ی رسول مقبولﷺ کی وہ پیش گوئی ثابت ہوگئی جو نبیﷺ نے کی تھی:

''بلا شبہ تم ان لوگوں کے راستہ پر چلو گے جو تم سے پہلے تھے جس طرح ایک جوتا دوسرے کے برابر ہوتا ہے حتی کے ان میں سے کوئی ایسا بدبخت تھا جو علانیہ اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرتا تھا تو میری امت میں بھی ایسے ہی بدبخت پیدا ہونگے

۔اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئی تھی میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی یہ سب گروہ دوزخ میں جائیں گے۔صرف ایک گروہ دوزخ سے بچے گا صحابہ کرام نے عرض کی اللہ کے رسول ﷺ وہ کونسا گروہ ہوگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس پر میں اور میرے صحابہ کرام چل رہے ہیں وہ گروہ اسی پر چلے گا تو دوزخ سے بچے گا۔ یہ لوگ ایک جماعت ہوگی فرقہ نہیں ہوگا کیوں کہ فرقہ وہ ہوتا ہے جو کتاب وسنت کو چھوڑ کر الگ راستہ اختیار کرتا ہے۔'' [مشکوٰۃ باب الاعتصام با لکتاب و السنۃ]

نبی اکرم ﷺ کی یہ پیش گوئی ثابت ہوگئی۔آج ایک گروہ تو وہ ہے جو قبر پرستی میں مبتلا ہوگیا ہے اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ:

''میری امت میں کئی قومیں نکلیں گی اور ان کے عقائد اور اعمال میں بدعات اور خواہشات اس طرح سرایت کریں گی جیسے باؤلے کتے میں ہڑک سرایت کرتی ہے اس کے رگ وریشہ میں اور جوڑ جوڑ میں سرایت کرتی ہے ان لوگوں میں بدعات اور خواہشات بھی سرایت کریں گی قران وحدیث کی ان کو کوئی پراوہ نہیں ہوگی۔'' [مشکوٰۃ باب الا عتصام ا لکتاب و السنۃ]

قبر پرستوں کے ایسے عقائد اور اعمال ہیں جو قرآن وحدیث میں نہیں ملتے۔مثلاً بزرگوں اور اولیاء اللہ کی قبروں کو پختہ بنانا اس پر عمارت بنانا' قبر پر منقش چادریں چڑھانا' قبور کے گرد طواف کرنا' قبروں پر چڑھاوے چڑھانا' قبر کو سجدہ گاہ بنانا' اس سے دعا کی درخواست کرنا' چڑھاوے کے کھانے کو بطور تبرک کے تقسیم کرنا اس کے دربار میں جوتے رکھنے کو گستاخی جاننا' اس طرف پیٹھ کرنے کو برا جاننا' صاحب قبر کے سامنے گڑگڑانا' صاحب قبر کو بگڑیاں بنانے والا اور مشکلیں حل کرنے والا جاننا' مصائب کو ٹالنے کی اس سے درخواست کرنا قبور کو بوسہ دینا وہاں بکرے چھترے چڑھانا اور دیگیں پکانا وہاں پر لنگر جاری رکھنا ان کو غیب جاننے والا سمجھنا ان سے اولاد اور رزق مانگنا یہ سب شرکیہ اعمال ہیں اور قبر پرست یہ سب کچھ کرتے ہیں اور دودھ کی

سبیل لگانا یہ بھی مشرکین عرب کی پیروی ہے۔

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو تقلید کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں ان کے سامنے کتاب وسنت سے کوئی آیت یا کتب احادیث سے کوئی حدیث جو ان کے مذہب اور انکے امام کے قول کے مخالف ہو تو تاویل کر کے اس کو ٹھکرادیں گے مگر اپنے امام کا قول بالکل نہیں چھوڑتے۔

اسی طرح سید یوسف الرفاعی الکویتی صاحب نے ''اسلامی عقائد'' کے نام سے کتاب لکھی ہے اس کتاب میں اسلامی عقائد نہیں بلکہ اسلامی عقائد کی مخالفت ہے۔ اس کتاب میں جملہ مسائل شرک وبدعت کی دعوت دیتے ہیں۔ جس کے رد میں یہ کتاب لکھی ہے۔ ''اسلامی عقائد'' کتاب میں امت مسلمہ کو گمراہ کرنے کی انتہائی کوشش کی گئی مگر ہر فرعونِ راموسیٰ موجود ہے۔ جب تک اہل حدیث زندہ ہیں کتاب وسنت کا دفاع کرتے رہیں گے۔

اسلامی عقائد کو پڑھ کر وہی گمراہ ہوں گے جن کی قسمت کھوٹی ہے یہ گمراہی کا جال ہے جو ان پڑھ لوگوں کو پھنسانے کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ میں نے اس کتاب کا جواب لکھا ہے اور میں نے اپنی کتاب کا نام ''عقائد باطلہ کا رد'' رکھا ہے۔ یعنی ''سید یوسف ہاشم رفاعی صاحب کے مزعومہ عقائد باطلہ کا رد'' ان شاء اللہ میری کتاب پڑھ کر وہ حق و باطل میں فرق معلوم کریں گے

سید یوسف رفاعی صاحب نے اپنی کتاب میں دس فصلیں لکھی ہیں جن میں توسّل، علم غیب، باعث تخلیق آدم، تبرک شرک وبدعت نہیں' لیلۃ القدر اور لیلۃ المیلاد کا مقابلہ روضۃ النبی ﷺ اور کعبہ مشرفہ کا مقابلہ، محفل میلاد اور پکار و یارسول اللہ ﷺ جیسے بیان کر کے امت مسلمہ میں تفرقہ بازی کی ہے۔

میں نے ''اسلامی عقائد'' کی شعبدہ بازی کا پول کھولا دیا ہے حتیٰ کے مجھے کہنا پڑا:

نہ تم صدمہ ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سر بستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

غیر شرعی کام:

''تم ہی غالب رہو گے بشرطیکہ تم مؤمن بن جاؤ۔'' [آل عمران]

آج مسلمان دنیا میں غالب نہیں بلکہ مغلوب ہیں اگر ثبوت درکار ہو تو مسجدوں میں جھانک کر دیکھو اور دوسری طرف قبروں اور آستانوں پر عقیدت مندوں کے ہجوم کا مشاہدہ کرو حقیقت روز روشن کی طرح سامنے آجائے گی۔ عقیدت مندی کے ساتھ دکانداری نے ایمان کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے کہ بزرگوں اور اولیاء اللہ کی قبروں کی قیمت وصول کی جارہی ہے۔

حضرت علامہ محمد اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے ؎

بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن وہ تم ہو

وہاں مجاورت اور قلندری ہے، سجدے اور طواف ہیں، رونا دھونا ہے۔ شیرینی اور چادریں ہیں، چرس اور بھنگ ہے، فحاشی اور عریانی ہے' گانا بجانا ہے' طبلہ اور قوالی ہے، عرس اور میلے ہیں' تبرک اور چڑھاوے ہیں غرضیکہ ہر وہ چیز جس سے کتاب وسنت رسول نے منع فرمایا ہے جس میں مبتلا ہونے والوں کو دنیا میں ذلت اور آخرت میں جہنم کی آگ سے ڈرایا ہے:

''حضرت جندبؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ لوگو! سن لو تم سے پہلے جو لوگ گزر چکے ہیں انہوں نے اپنے انبیاء اور اولیاء اللہ کی قبروں کو سجدہ گاہ تھا سنو! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں اس فعل سے تم کو منع کرتا ہوں۔'' (اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے [بحوالہ مشکوٰۃ باب مواضع الصلوٰۃ]

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اور اللہ کے علاوہ جن ہستیوں کو تم پکارتے ہو وہ کسی چیز کے بھی خالق نہیں بلکہ وہ خود مخلوق ہیں' مردہ ہیں نہ کہ زندہ اور ان کو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ ان کو کب دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔ [النمل]

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ حجۃ اللہ البالغہ (۲/۳۶۶) میں لکھتے ہیں کہ اگر ہمیں معصوم محمد ﷺ کی

کوئی حدیث پہنچے جس کی اطاعت اللہ نے ہم پر فرض کی ہے سند صحیح کے ساتھ جو مقلد کے مذہب کے خلاف ہو ہم آپ ﷺ کی حدیث کو چھوڑ دیں اور ظن وتخمین کی پیروی کریں ہم سے بڑا ظالم کون اور روز قیامت جب لوگ رب العالمین کے سامنے (اعمال کی جواب دہی کے لیے) کھڑے ہوں گے اس وقت ہمارا کیا جواب ہوگا؟

یہود کی سیرت اپنانا ممنوع ہے:

''مسلمانوں کے لیے وقت آ گیا ہے کہ ان کے دل ذکر الٰہی اور قرآن سے جو اللہ تعالیٰ کی سچی نازل کی ہوئی کتاب ہے نرم ہو کر گڑگڑائیں اور یہود کی طرح نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی پھر ایک عرصہ طویل گزر جانے کے بعد ان کے دل سخت ہو گئے اور بہت سے ان میں سے نافرمان ہیں۔''

[سورۃ:الحدید:١٦]

اور ایسے ہی رب العزت نے فرمایا:

﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَ وَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ﴾

[البقرۃ:٧٩]

''ہلاکت ہے ایسے لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے (آئی) ہے تاکہ اس کے معاوضے میں تھوڑا سا فائدہ حاصل کرلیں ان کے ہاتھوں کا لکھا بھی تباہی کا سامان ہے اور انکی یہ کمائی بھی موجب ہلاکت ہے۔''

مسلمانوں کا رویہ اور حالت زار:

آج یہی حال مسلمانوں کا ہے، قرآن وحدیث کے مقابلہ میں انہوں نے اپنی کتابیں لکھ لی ہیں۔ (قدوری، الھدایہ، فتاویٰ عالمگیری وغیرہ وغیرہ۔) اپنی تفاسیر کو، اپنے قیاسات کو، اپنے

خیالی فلسفوں کو اور اپنے اجتہاد سے وضع کیے ہوئے فقہی قوانین کو دین سمجھ لیا ہے اور لوگوں کے سامنے اس حیثیت سے پیش کرتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل کیا ہوا دین ہے۔ قرآن وحدیث کی تاویلات کر کے ان فقہی مسائل کو قرآن وحدیث پر ترجیح دیتے ہیں۔ قرآن وحدیث کا صرف دَور کرتے کراتے ہیں اور عمل کے لیے صرف اپنی لکھی ہوئی کتابیں لوگوں کو سناتے ہیں۔ اب وہ وقت آ گیا ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا:

''مسلمانوں پر ایک ایسا وقت آئے گا میری سنت کے علاوہ اوروں کی سنت اپنائیں گے اور میری بتائی ہوئی راہ کے علاوہ غیروں کی راہ اپنائیں گے''۔

﴿وَ يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا (۲۷) يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا (۲۸) لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ ؕ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا (۲۹) وَ قَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا.﴾ [الفرقان:۲۷۔۳۰]

''اور جس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھائے گا (اور) کہے گا کہ اے کاش میں نے پیغمبر کے ساتھ راستہ اختیار کیا ہوتا' ہائے شامت کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا' اس نے مجھ کو نصیحت (کتاب) کے میرے پاس آنے کے بعد بہکا دیا' اور شیطان انسان کو وقت پر دغا دینے والا ہے' اور پیغمبر کہیں گے کہ اے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔

مسلم بھائیو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو! خالص کتاب وسنت پر بغیر غلط تاویلوں کے عمل کرو! اپنی طبیعتوں اور عادات اور اپنی سوچ کو نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کے مطابق ڈھالو! حضور ﷺ نے فرمایا تھا:

''اس علم دین کو ہر وہ شخص اٹھائے گا جو نیک اور عادل ومصنف ہوں گے، دین میں غلو کرنے والوں کی تحریف وتغیر کو دور کریں گے اور باطل پرستوں کا جھوٹ دور کریں گے اور دین میں جاہلوں کی تاویل کو دور کریں گے۔ یہ ایک شخص نہیں بلکہ پوری

جماعت ہوگی۔"

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اللہ رب العزت حق پر چلنے کی، حق کہنے کی، اور حق کی تلقین کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

سید یوسف رفاعی کی کتاب اسلامی عقائد میں جو مسائل کتاب وسنت کے خلاف ہیں ان پر کتاب وسنت کی رشنی میں مدلل جواب دیا گیا ہے۔

خادم الاسلام :

رحمت اللہ ربانی حفظہ اللہ

قاضی وفاضل مدینہ وریاض یونیورسٹی

اللہ تعالیٰ کا تعارف

سارے انبیا و رسول اور تمام آسمانی کتابیں اللہ رب العزت کا تعارف کرانے کے لیے آئے ہیں۔ سب کتابوں نے تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی امتوں کو یہی سبق پڑھایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں، اس کی صفات میں، اس کی عبادات میں، اس کے تصرفات میں، اس کے علم و قدرت میں، اس کے خلق و امر میں، اس کے ارادے اور مشیت میں اور اس کے اقوال و افعال میں اس کا کوئی شریک اور حصہ دار نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات:

آیت نمبر 1:

﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ﴾ (الزمر: 62)

''اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز پر نگران ہے''

یعنی ساری کائنات کو پیدا کرنے کے بعد اس سارے نظام کو وہ اکیلا ہی کنٹرول کر رہا ہے۔

آیت نمبر 2:

﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ﴾ (سورة السجدة: 5)

''وہی انتظام کرتا ہے امور کا آسمان سے زمین تک''

آیت نمبر 3:

﴿وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَ الْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (الزمر: 67)

''مشرکین نے اللہ کی عظمت شان کا جیسا لحاظ رکھنا چاہیے تھا ویسا نہیں رکھا (اس کی مخلوقات کو اس کا شریک ٹھہرا دیا حالانکہ اس کی رفعت شان کا یہ حال ہے کہ) قیامت کے دن یہ ساری زمین اس کی ایک مٹھی میں ہوگی اور ساتوں آسمان اس کے

دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔ وہ پاک اور برتر ہے اس سے جس کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی طاقت وقدرت:

آیت نمبر 4:

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ (العنکبوت: 41)

''جو لوگ اللہ کے سوا اوروں کو حمایتی بناتے ہیں ان کی مثال بالکل مکڑی کی سی ہے۔ پس جس طرح مکڑی اپنا گھر بناتی ہے (پس جس طرح مکڑی کا جالا اس کی حفاظت نہیں کرسکتا) کیونکہ سب گھروں سے زیادہ کمزور مکڑی کا گھر ہے۔ اسی طرح ان کے حمایتی بھی ان کی کچھ مدد نہیں کر سکتے۔ کاش اس بات کا انہیں علم ہوتا''

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے مقابلے میں سب سہارے مکڑی کے گھر سے بھی زیادہ کمزور ہیں

آیت نمبر 5:

﴿اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا﴾ (الکهف: 102)

''پس کفار جو میرے بندوں کو اپنی جہالت سے اپنا حمایتی اور کارساز سمجھ کر ان کی پرستش کرتے ہیں یہ ان کی حماقت ہے۔ کوئی انہیں عذاب الٰہی سے نہیں بچا سکے گا۔ ہم نے ان کی مہمانی کے لیے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہیں۔ مشرک بیوقوف ہے جو غیر ا
اپنی مدد کے لیے پکارتا ہے۔

صرف اللہ ہی کو پکارنا حق ہے۔ باقی سب فضول اور باطل ہے۔ اللہ کے سوا غیروں کو ا
مدد کے لیے پکارنے والا ایسا ہی ہے جیسا کوئی پیاسا آدمی کنویں پر کھڑا ہو کر پانی کو پکارے

کہے او پانی میرے پاس آ اور میری پیاس بجھا۔ ایسا نہیں ہوگا۔ غیر اللہ کو اپنی مدد کے لیے پکارنا بھی ایسا ہی فضول ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اختیارات وتصرفات:

آیت نمبر 6:

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ﴾ (آل عمران: 26)

''کہہ دیجئے (اے محمد ﷺ)! اے اللہ تو ہی ملک کا مالک ہے جسے چاہے تو حکومت دے اور جس سے چاہے تو حکومت چھین لے، تو عزت دیتا ہے جس کو چاہے اور ذلت دیتا ہے جس کو چاہے، تیرے ہاتھ میں ہر قسم کی بھلائی ہے، بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے تو داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے، تو رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بے حساب''

آیت نمبر 7:

﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (القصص: 88)

''نہ پکارو اللہ کے ساتھ کسی غیر معبود کو، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کی ذات کے، حکم اسی کا چلتا ہے، تم سب اسی کے پاس جاؤ گے۔''

آیت نمبر 8:

﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ

اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۗ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ﴾ (الانعام :65)

''کہہ دیجئے (اے محمد ﷺ)! اللہ قادر ہے اس بات پر کہ بھیجے تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے یا تمہارے قدموں کے نیچے سے یا لڑا دے تم کو گروہ بنا کر اور چکھائے تمہارے بعض کو تمہارے بعض کی لڑائی کا مزا۔ دیکھو ہم کیسے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں آیات تاکہ یہ لوگ سمجھیں۔''

آیت نمبر 10:

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ (الزمر: 46)

''کہہ دیجئے (اے محمد ﷺ)! اے زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے تو ہی فیصلہ کرے گا اپنے بندوں کے درمیان اس میں جس میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں۔''

آیت نمبر 11:

﴿تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ﴾ (الرحمن: 78)

''بابرکت ہے تیرے پروردگار کا نام جو بڑی شان اور بڑی عظمت والا ہے۔''

آیت نمبر 12:

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ﴾ (الملك: 1)

''بابرکت ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں حکومت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

آیت نمبر 13:

﴿وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ (یونس: 107)

''اگر پہنچائے اللہ تجھے کوئی تکلیف تو کوئی دور نہیں کرسکتا اس کو سوائے اللہ کے اور اگر

پہنچانا چاہے کوئی بھلائی تو کوئی ٹالنے والا نہیں اس کو اور پہنچاتا ہے اپنا فضل جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے، وہ بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔''

آیت نمبر 14:

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (یوسف:40)

''حکم صرف اللہ تعالیٰ کا چلتا ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ عبادت صرف اسی کی کرو یہی دین سیدھا ہے لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔''

آیت نمبر 15:

﴿وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا﴾ (بنی اسرائیل: 111)

''کہہ دیجئے تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، اس کی کوئی اولاد نہیں اور حکومت میں کوئی اس کا شریک نہیں اور کوئی اس کا حامی کار نہیں بسبب کمزوری کے اور بڑائی بیان کیجئے اس کی بہت۔''

آیت نمبر 16:

﴿وَ لَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ﴾ (الکهف: 24 - 23)

''اور نہ کہنا کسی چیز کے متعلق کہ میں ضرور کروں گا اس کو کل مگر یہ کہ اللہ چاہے اور یاد کرلیا کیجئے اپنے رب کو جب آپ بھول جایا کریں۔''

آیت نمبر 17:

﴿وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ (الدهر: 30)

''تم چاہ نہیں سکتے مگر یہ کہ اللہ چاہے بے شک اللہ سب کچھ جانتا اور حکمت والا ہے۔''

آیت نمبر 18:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾ (لقمن: 30)

''یہ اس لیے کہ اللہ ہی برحق ذات ہے اور اس کے سوا جس چیز کو بھی پکارتے ہیں وہ باطل ہے اور اللہ ہی عالیشان کبریائی والا ہے۔''

آیت نمبر 19:

﴿فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ لَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (جاثیہ: 37 - 36)

''پس اللہ ہی کے لیے ہیں تمام تعریفیں جو رب ہے آسمانوں کا اور زمینوں کا اور رب ہے جہانوں کا اور اسی کے لیے زمینوں اور آسمانوں میں کبریائی ہے اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔''

آیت نمبر 20:

﴿قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُوَ يُجِيْرُ وَ لَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (مومنون: 88)

''کہہ دیجئے کس کے ہاتھ میں ہے بادشاہت ہر چیز کی، وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا اگر تم جانتے ہو۔''

اے اللہ ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما اور اپنے عذاب سے بچا۔

آیت نمبر 21:

﴿يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ وَ الظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ (الدهر: 31)

''وہ داخل کرے گا اپنی رحمت میں جس کو چاہے گا اور ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔''

آیت نمبر 22:

﴿هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ﴾ (الکهف:۴۴)

''یہاں تو سارے اختیارات اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔''

آیت نمبر 23:

﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ﴾ (البقرة:107)

''کیا آپ کو معلوم نہیں کہ زمین و آسمان میں حکومت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور تمہارے لیے اس کے سوا کوئی کارساز اور کوئی مددگار نہیں۔''

آیت نمبر 24:

﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (آل عمران:189)

''زمین و آسمان کی بادشاہت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

آیت نمبر 25:

﴿وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾(آل عمران:180)

''زمین و آسمانوں کا وارث صرف اللہ تعالیٰ ہے وہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔''

آیت نمبر 26:

﴿فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (یٰسین: 83)

''پاک ہے وہ ذات جس کے قبضہ قدرت میں حکومت ہے ہر چیز کی اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

آیت نمبر 27:

﴿اِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ﴾ (البقرہ: 117)

''وہ ارادہ کر لیتا ہے کسی چیز کا تو فرماتا ہے اس کو ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔''

آیت نمبر 28:

﴿یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ یُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ذٰلِکُمُ اللهُ رَبُّکُمْ لَهُ الْمُلْکُ وَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ o اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآئَکُمْ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَکُمْ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَکْفُرُوْنَ بِشِرْکِکُمْ وَ لَا یُنَبِّئُکَ مِثْلُ خَبِیْرٍ o﴾ (الفاطر: 14- 13)

''داخل کرتا رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور تابع کر رکھا ہے سورج اور چاند کو (اپنے حکم کے) ہر ایک اپنے مقررہ وقت پر چلتا ہے۔ یہی ہے تمہارا اللہ تمہارا رات، اسی کے لیے ہے حکومت اور جن کو تم پکارتے ہو اس کے سوا وہ ایک قطمیر کے بھی مالک نہیں اور اگر تم ان کو پکارو وہ تمہار دعا نہیں سنتے اور اگر سن بھی لیں تو تم کو جواب نہیں دیں گے اور قیامت کے دن وہ انکار کریں گے تمہارے شرک کا اور نہیں خبر دے گا تجھ کو خدائے خبیر کی طرح۔''

آیت نمبر 29:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللهِ لَا یَمْلِکُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الْاَرْضِ وَ مَا لَهُمْ فِیْهِمَا مِنْ شِرْکٍ وَّ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِیْرٍ﴾

(السبا: 22)

''کہہ دیجئے پکارو ان کو جنہیں تم خیال کرتے تھے اللہ کے سوا معبود وہ نہیں مالک ذرہ بھر کے آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہیں ہے ان کا ان دونوں میں کوئی حصہ اور نہیں ہے اس کا ان میں سے کوئی مددگار۔''

آیت نمبر 30:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴾ (بنی اسرائیل: 57)

''کہہ دیجئے پکارو ان کو جن کو تم خیال کرتے ومعبود اللہ کے سوا پس وہ تو نہیں مالک ہٹانے کے تکلیف کو تم سے اور نہ بدلنے کے۔ یہ جنہیں وہ پکارتے ہیں تلاش کرتے ہیں اپنے رب کی طرف وسیلہ کہ کون ان میں سے زیادہ قریب ہے (اللہ سے) وہ امید رکھتے ہیں اس کی رحمت کی اور ڈرتے ہیں اس کے عذاب سے بے شک عذاب آپ کے پروردگار کا ڈرنے کی ہی چیز ہے۔''

آیت نمبر 31:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ﴾ (الحج: 73)

''اے لوگو! بیان کی گئی ہے ایک مثال پس کان لگاؤ اس کی طرف پس وہ جن کو تم پکارتے ہو سوائے اللہ کے کبھی پیدا نہ کرسکیں گے ایک مکھی بھی اور اگرچہ وہ سب جمع ہو جائیں اس کے لیے اور اگر چھین لے جائے وہ مکھی کچھ تو وہ چھڑا نہیں سکتے اس کو، طالب ومطلوب دونوں کمزور ہیں۔''

آیت نمبر 32:

﴿مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ (الحج: 74)

''نہیں قدر کی انہوں نے اللہ کی جیسی قدر کرنی چاہیے تھی بیشک اللہ بڑا طاقتور ہے۔''

آیت نمبر 33:

﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ

رَبِّیْ وَ لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا﴾ (الکھف: 109)

''آپ ان سے کہہ دیجئے روئے زمین کے سارے سمندر اللہ کی معلومات لکھنے کے لیے سیاہی کا کام دیں اور اتنے ہی اور سمندر اس کی مدد کے لیے سیاہی بنائے جائیں تو وہ سب کے سب ختم ہو جائیں گے مگر اللہ کی معلومات ختم نہ ہوں گی۔''

(علم الٰہی کا احاطہ کرنا ممکن نہیں)

آیت نمبر 34:

﴿وَ لَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ﴾ (لقمان: 27)

''روئے زمین کے تمام درخت قلمیں بن جائیں اور تمام سمندر سیاہی بن جائیں اور سات سمندر ایسے ہی اور مدد کریں تو اللہ کے علم اور صفت و ثنا کے کلمات ختم نہ ہوں گے۔ بے شک اللہ بڑا زبردست حکمت والا ہے۔:

آیت نمبر 35:

﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِیْحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ﴾ (الانعام: 59)

''اس کے پاس ہی غیب کی چابیاں انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، وہ جانتا ہے جو خشکی میں ہے اور سمندر میں ہے اور نہیں گرتا درخت سے کوئی پتہ اور نہ ہی کوئی دانہ زمین کے پردوں میں گر وہ سب کو جانتا ہے اور جو کچھ بھی رطب و یابس عالم میں موجود ہے وہ سب لوح محفوظ میں درج ہے۔''

آیت نمبر 36:

﴿وَ مَا تَكُوْنُ فِیْ شَاْنٍ وَّ مَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّ لَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ

اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَ مَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ وَ لَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَ لَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ (یونس: 61)

''اے رسول ﷺ! آپ کسی حالت میں ہوں اور کوئی آیت پڑھ کر سناتے ہوں اور تم سب لوگ کوئی سا بھی کام کر رہے ہوں اللہ اس کو دیکھتا ہے جبکہ تم اس میں مصروف ہوتے ہو اور اللہ پر کوئی ذرہ برابر چیز زمین اور آسمان میں مخفی نہیں اور جو بھی اس سے بڑی چھوٹی چیز ہے وہ سب لوح محفوظ میں درج ہے۔''

آیت نمبر 37:

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَ لَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَ لَا اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَ لَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ (المجادلہ: 27)

''آپ کو معلوم ہے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ کو خوب معلوم ہے، نہیں ہوتا مشورہ تین کا مگر وہ ہوتا ہے چوتھا ان کا اور نہ پانچ کا مگر وہ چھٹا ہوتا ہے ان کا اور نہ کم کا اس سے اور نہ زیادہ کا مگر وہ ہوتا ہے ان کے ساتھ جہاں کہیں وہ ہوں پھر بتا دے گا انہیں جو کچھ وہ کرتے رہے قیامت کے روز بے شک اللہ ہر چیز کو جانتا ہے''

آیت نمبر 38:

﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾ (لقمن: 34)

''بے شک اللہ ہی کے پاس ہے علم قیامت کا اور وہ نازل کرتا ہے بارش اور جانتا ہے

جو کچھ پیٹوں میں ہے اور نہیں جانتا کوئی نفس کیا کرے گا وہ کل اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ وہ کس زمین میں وہ مرے گا۔ بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے اور بڑا باخبر ہے۔"

مندرجہ بالا آیات کی مختصر تشریح:

آیت نمبر 3-2-1 میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ رب العزت اتنی بڑی ذات ہے کہ روز قیامت زمین اور آسمان اس کی مٹھیوں میں بند ہوں گے اندازہ کریں گے جس ذات کے ہاتھ اتنے بڑے ہیں اس کی ذات کتنی بڑی ہوگی۔ قیامت کے دن زمین و آسمان کو اپنے ہاتھوں مین لپیٹ کر فرمائے گا:

﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ﴾

"بتاؤ آج بادشاہت کس کی ہے؟"

جواب دینے والا کوئی نہیں ہوگا پھر خود ہی فرمائے گا:

﴿لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾

"حکومت اور بادشاہت صرف اللہ غالب واحد قہار کی ہے۔"

افسوس ہے اس شخص کی بات پر جس کا عقیدہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تھے تو عرش پر جا کر اللہ سے بغلگیر ہوئے۔ پھر اس نے تقریر کرتے ہوئے بڑے جوش میں آ کر کہا "جنم کے بچھڑے گلے لگے" اور نصف گھنٹہ اس نے سریلی آواز میں یہی گیت گایا اور لوگ وجد میں آ کر لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ گویا اس مولوی صاحب کا یہ عقیدہ باطلہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اور محمد ﷺ اکٹھے پیدا ہوئے تھے۔ پھر عرصہ دراز تک ایک دوسرے سے جدا رہے اور آج ملاقات ہوئی۔

غور کریں جس ذات پاک کے ہاتھ اتنے بڑے ہوں جس میں زمین و آسمان اور ساری مخلوق پہاڑوں، سمندروں سمیت سما جائیں کیا اس سے بغلگیر ہونا ممکن ہے؟ لہٰذا اللہ تعالیٰ اور محمد ﷺ کا اکٹھے پیدا ہونے کا عقیدہ غلط ہے۔ اللہ خالق اور محمد ﷺ اللہ کی مخلوق ہیں۔ مزید

برآں مسلم شریف میں حدیث ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ جب آپ معراج پر گئے تھے کیا آپ نے اللہ کو دیکھا تھا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اللہ تو نور ہے میں اللہ کو کیسے دیکھ سکتا ہوں۔ مشکوۃ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک قول مروی ہے کہ جس نے یہ کہا کہ محمد ﷺ نے اللہ کو دیکھا ہے وہ جھوٹا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتے ہوئے درخواست کی کہ اے اللہ تو مجھے اپنا دیدار کرا تو رب تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔ یہ آنکھیں فانی ہیں۔ لہٰذا ان فانی آنکھوں سے تو مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ البتہ جنت میں ہر جنتی ان دائمی آنکھوں کی وجہ سے جنت عدن میں روزانہ اللہ کا دیدار کرے گا۔

لہٰذا اس فانی زندگی میں اللہ کو دیکھنے کا کسی نبی یا ولی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا باطل اور غلط عقیدہ ہے۔ کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ عرش پر گئے اور کہتے ہیں ''سنے جوڑے عرش پر چڑھ جانے والا'' یہ بغیر دلیل کے منہ زبانی غلط عقیدہ ہے۔ عرش پر صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔

آیت نمبر 4 میں اس بات کا اعلان کیا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کا سہارا قابل اعتماد نہیں اور اور آیت نمبر 6 میں اعلان کیا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں کہ اسے اپنی حاجات اور مشکلات میں پکارا جائے اور حاجات پوری کرے اور مشکلات حل کرے اور یہی اعلان اللہ رب العزت نے سورۃ نمل کی آیت نمبر 62 میں کیا ہے:

﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوْٓءَ﴾ (النمل: 62)

''بھلا کون ہے جو فریاد رسی کرتا ہے لاچار کی جبکہ وہ اسے پکارتا ہے اور دور کر دیتا ہے تکلیف کو سوائے اللہ تعالیٰ کے۔''

اور اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ کے سوا بھی کوئی فریاد سنتا ہے اور تکلیف دور کرتا ہے تو وہ برے عقیدے کا مشرک ہے۔ کوئی شخص یہ دلیل نہ دے کہ بیماری کا علاج کرانے کے لیے

ڈاکٹر کے پاس کیوں جاتے ہو اور بھوک دور کرنے کے لیے بیوی سے روٹی کیوں پکواتے ہو وغیرہ وغیرہ۔ یہ اس لیے کہ زندہ لوگوں سے مدد مانگنا جائز ہے اور فوت شدگان سے مدد مانگنا ناجائز اور حرام عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ مائدہ آیت نمبر 2 میں فرماتے ہیں:

﴿وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ﴾

"آپس میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو نیکی اور پرہیزگاری کے کام میں اور نہ مدد کیا کرو ایک دوسرے کی گناہ اور سرکشی کے کام میں۔"

زندہ لوگوں سے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ نے بھی مدد مانگی ہے سورۃ محمد ﷺ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ﴾ (محمد:)

"اے ایمان والو! اگر تم مدد کرو گے اللہ کی تو وہ مدد کرے گا تمہاری اور جما دے گا تمہارے قدموں کو (دشمن کے مقابلے میں)"

اس سے یہ مراد ہے کہ دنیا میں اس کا دین پھیلاؤ۔ بس یہی اللہ کی مدد کرنا ہے۔ سورۃ الصّف میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ﴾ (الصّف: 14)

"اے ایمان والو! ہو جاؤ اللہ کے مددگار جیسا کہ کہا تھا عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کون ہے میرا مددگار اللہ کے لیے؟ کہا حواریوں نے ہم ہیں مددگار اللہ کے۔"

اس آیت میں اللہ نے بھی ایمان والوں سے مدد مانگی اور حضرت عیسیٰؑ نے بھی حواریوں سے مدد مانگی کہ اللہ کا دین پھیلانے کے لیے میری مدد کرو۔ اور ایسے ہی حضرت محمد ﷺ نے بھی لوگوں سے اللہ کا دین پھیلانے کے لیے مدد مانگی۔ اکبر شاہ نجیب آبادیؒ نے اپنی کتاب "تاریخ اسلام" (ص:133، ج:1) میں ذکر کیا ہے:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا مدینہ والو! محمد ﷺ اپنے خاندان میں ہیں۔ ان کا خاندان ان کی حفاظت کرتا ہے۔ تم اس کو اپنے ہاں لیجانا چاہتے ہو۔ یاد رکھو تم کو ان کی حفاظت کرنا پڑے گی۔

اور سیرت النبی ﷺ رحمۃ للعالمین (ص:90،ج:1) میں ذکر ہے:

نبی ﷺ نے فرمایا کیا تم دین حق کی اشاعت میں میری پوری پوری مدد کرو گے اور جب میں تمہارے شہر میں جا بسوں کیا تم میری اور میرے ساتھیوں کی حمایت اپنے اہل وعیال کی طرح کرو گے۔

آپ نے غور کیا کہ آپ ﷺ نے دین کی اشاعت میں اہل مدینہ سے مدد مانگی تو ثابت ہوا کہ زندہ لوگوں سے مدد مانگنا جائز ہے۔ اہل قبور سے مدد مانگنا گناہ اور حرام ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے کچھ مدت کے لیے غلہ خریدا اور اس کے پاس لوہے کی زرہ گروی رکھ دی۔ (بخاری ومسلم)

اور دوسری حدیث میں ہے:

نبی اکرم ﷺ فوت ہو گئے اور آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی رکھی تھی 30 صاع جو کے بدلے میں۔ (بخاری)

غور کیجئے نبی اکرم ﷺ نے زندگی میں ایک غیر مسلم سے جو لیے اور زرہ گروی رکھی اور ایسے ہی آپ نے اپنی زندگی میں مسجد نبوی کی توسیع کے لیے لوگوں سے چندہ کی اپیل کی۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس مسجد کو وسیع کیا اور آپ نے دعا دی۔ ایسے ہی تفسیر ابن کثیر میں ذکر ہے کہ ایک دفعہ آپ ﷺ کے پاس مضر قبیلے کا ایک قافلہ آیا جو بہت مفلس اور غریب لوگ تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کے لیے چندہ مانگا۔ بہت سے درھم و دینار کپڑے اور کھجور کے ڈھیر لگ گئے اور آپ ﷺ خوش ہو گئے۔

مگر بد عقیدہ لوگ کہتے ہیں کہ تمام انسانوں کو رسول اللہ ﷺ روزی تقسیم کرتے ہیں لیکن

یہاں دیکھ لو نبی کریم ﷺ لوگوں سے چندہ مانگ کر لوگوں کی ضرورت پوری کرتے تھے۔ جہاد کے لیے اور مسجد کی توسیع کے لیے چندہ مانگتے تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ ان بدعقیدہ لوگوں کے پاس قرآن وحدیث کے دلائل نہیں بلکہ منہ زبانی سند ہے تبھی تو یوں کہتے ہیں اور اپنے باطل عقیدے کا اظہار کرتے ہیں۔

تیرا کھاواں میں تیرے گیت گانواں یا رسول اللہ ﷺ
تیرا میلاد میں پھر کیوں نہ مناواں یا رسول اللہ ﷺ
مدینے پاک دے اندر میری ایہو عبادت ہے
تیرے روضے تے میں سر نوں جھکاواں یا رسول اللہ ﷺ

ان اشعار پر غور کریں کس طرح شاعر شرک پر فخر کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوقات، حیوانات، چرند، پرند اور درندوں کے سر فطری طور پر جھکا دیئے ہیں مگر انسان کو سیدھا بنایا اور حکم دیا کہ تیرا سر سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کے سامنے نہیں جھکنا چاہیے مگر انسانوں کی اکثریت اپنی نادانی اور دین سے غفلت اور عدم علمی کی بنا پر قبروں اور بتوں کے سامنے صرف سر ہی نہیں جھکاتے بلکہ سجدہ کر کے اپنی سچی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ کس قدر شرکیہ باطل عقیدہ ہے او اللہ تعالیٰ تو قرآن پاک میں فرماتے ہیں:

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ (هود: 6)

''زمین میں جس قدر مخلوق سب کی روزی کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ ہے۔''

اور فرمایا:

﴿نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ (الزخرف: 32)

''ہم نے تقسیم کی ہے ان کے درمیان ان کی روزی دنیا کی زندگی میں''

مگر اس مشرک بدعتی کو دیکھو کس قدر روزی کی تقسیم رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر رہا ہے اور بعض جاہل یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((وَاللّٰهُ يُعْطِي وَاَنَا قَاسِمٌ))

''اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور میں اسے تقسیم کرتا ہوں۔''

حالانکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے وحی کے ذریعے علم دیتا ہے اور میں اس علم وحی کو لوگوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ اور اللہ مال غنیمت دیتا ہے اور میں اس کے حکم کے مطابق مال غنیمت مجاہدین میں تقسیم کرتا ہوں۔ اسی لیے یہ حدیث باب العلم اور باب الغنیمة میں آئی ہے۔ اگر اس حدیث سے مخلوق میں روزی تقسیم کرنا مراد لیا جائے تو پھر آیات قرآنی کا کیا مطلب ہے؟ دیکھا آپ نے یہ کس قدر برا اور باطل عقیدہ ہے۔ دعا ہے اللہ ان لوگوں کو اپنے عقیدے کی اصلاح کرنے کی توفیق دے مگر ان کو توفیق تب ہی ملے گی جب یہ لوگ قرآن و حدیث کا خود مطالعہ کریں گے ورنہ ان کے علماء تو ان کو گمراہ کرتے رہیں گے۔

آیت نمبر 5 میں کسی فوت شدہ کو اپنا حمایتی بنانے کی ممانعت ہے خواہ وہ نبی ہو یا ولی۔ آیت نمبر 6 میں اس بات کا ذکر ہے کہ عبادت کے طور پر اپنی حاجات میں صرف اللہ کو پکارے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی فوت شدہ کو پکارنا شرک ہے۔ آیت نمبر 7 میں ذکر ہے کہ حکومت اور بادشاہت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ انسانوں کی حکومتیں عارضی ہیں۔ آیت نمبر 8 میں ہے کہ ہمیشہ زندہ رہنے والی ذات صرف اللہ کی ہے۔ باقی مخلوق سب ہلاک ہونے والی ہے۔ آیت نمبر 10 میں ہے اللہ تعالیٰ کو اس قدر طاقت وقدرت ہے کہ جب چاہے ساری مخلوق کو ہلاک کر دے۔

آیت نمبر 11 میں ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کے درمیان اختلافی مسائل میں فیصلے صرف اللہ ہی کرے گا۔ آیت نمبر 12 میں ہے بڑی شان اور عظمت والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ آیت نمبر 13 میں ہے کہ کسی کو تکلیف پہنچانا یا کسی کو اپنے فضل و کرم سے نوازنا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اس کے افعال کے خلاف کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ آیت نمبر 14 میں اس بات کا ذکر ہے کہ پوری کائنات پر حکم صرف اللہ تعالیٰ کا چلتا ہے اور وہی ذات اس لائق ہے کہ اسی کی عبادت کی جائے۔ آیت نمبر 15 میں ہے کہ نہ اس کی اولاد ہے اور نہ ہی زمین و آسمان کی حکومت

میں کوئی اس کا شریک ہے۔

آیت نمبر 19 میں ہے کہ اللہ کے سوا جن کو اپنی حاجت میں کوئی پکارتا ہے یا اس کی عبادت کرتا ہے تو وہ سب باطل ہیں۔ برحق ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ آیت نمبر 20 میں ہے کہ زمین وآسمان اور پوری کائنات میں تعریف کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ آیت نمبر 21 میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قدر بااختیار ہے کہ جس کو چاہے گا روز قیامت اپنی رحمت میں داخل کرے گا اور جس کو چاہے گا اپنی رحمت سے محروم کر دے گا۔ آیت نمبر 22 میں ہے کہ کلی اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ کسی جن، انسان یا فرشتے کے پاس کوئی اختیار نہیں۔

آیت نمبر 24 اور 25 میں ہے کہ حکومت صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ تمام جن و انسان قیامت کے روز بارگاہ رب العزت میں اپنے اعمال کی جوابدہی کے لیے حاضر ہوں گے۔ آیت نمبر 27 میں ہے کہ جب اللہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو صرف کن (ہوجا) کہتا ہے تو وہ کام ہوجاتا ہے۔ اللہ کے سوا کن فیکون کسی کے پاس نہیں۔ یہ کہنا کہ ''کن مکن حاصل ہیں تجھ کو یا غوث'' غلط اور شرک ہے۔ آیت نمبر 28 میں اس بات کا ذکر ہے کہ اس پوری کائنات میں کوئی جن وانسان قطمیر کا مالک بھی نہیں۔ قطمیر کیا ہے؟ قطمیر اس جھلی کو کہتے ہیں جب انسان کھجور کھا کر گٹھلی پھینک دیتا ہے، خشک ہوکر اس گٹھلی پر باریک سی جھلی آجاتی ہے اسے قطمیر کہتے ہیں۔

آیت نمبر 29 میں اس بات کی وضاحت ہے کہ اللہ کے سوا جن لوگوں کو پکارا جاتا ہے وہ تو خود اپنی نجات کے لیے وسیلہ ڈھونڈتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے ہر وقت اللہ سے ڈرتے تھے اور اللہ کی عبادت کرتے تھے مگر افسوس ان لوگوں پر ہے جنہوں نے ان کی ذات کو اپنی نجات کے لیے وسیلہ بنالیا اور یہ سراسر شرک ہے۔ آیت نمبر 30 میں ہے کہ اللہ کے سوا جن کو مشرک لوگ حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہیں وہ تو زمین وآسمان میں سے ایک ذرے کے بھی مالک نہیں اور زمین وآسمان میں کسی کا کوئی حصہ نہیں۔ ذرے سے مراد وہ ایٹم ہے جو تقسیم نہیں ہوسکتا۔ کسی مکان کی مشرقی دیوار میں کوئی سوراخ ہو اور صبح طلوع شمس کے وقت

اس میں جو شعائیں پڑتی ہیں ان میں کچھ ذرات سے اڑتے ہوئے نظر آتے ہیں نہ وہ پکڑے جاتے ہیں اور نہ ہی تقسیم ہو سکتے ہیں۔

غور فرمائیں کوئی جن وانسان ذرے کا بھی مالک نہیں بلکہ کوئی شخص اپنی جان کا بھی مالک نہیں۔ مشرک بیوقوف ہے جو اپنی حاجات میں ان کو پکارتا ہے اور ان سے مانگتا ہے جو ایک ذرے کے بھی مالک نہیں پھر وہ کسی کو کیا دیں گے اور وہ کیا حاجت روائی کریں گے۔ آیت نمبر 31 میں ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو یہ مشرک اپنی حاجات میں اپنی حاجت روائی کے لیے پکارتے ہیں وہ سارے مل کر بھی ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ پھر کسی کی حاجت روائی کیا کریں گے۔ مشرک بیوقوف ہے جو اللہ کو چھوڑ کر بے اختیار مخلوق سے اپنی حاجت روائی چاہتا ہے۔

آیت نمبر 32 سے لے کر 36 تک میں اللہ تعالیٰ کے علم کی تفصیلات ذکر کی گئی ہیں۔ ان آیات میں غور کریں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کس قدر وسیع علم ہے۔ مخلوقات کے پاس جس قدر علم ہے وہ اللہ کا دیا ہوا ہے۔

باعث تخلیق آدمؑ

اس باب میں ''اسلامی عقائد'' کا مصنف لکھتا ہے کہ ساری کائنات محمد ﷺ کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہوئی تو انہوں نے عرض کی:

يَا رَبِّ أَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ فَاغْفِرْلِیْ

''یا اللہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل میری مغفرت فرما''

ارشاد ہوا تم نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا؟ انہوں نے عرض کیا یا اللہ جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا، میرے اندر تو نے روح پھونکی تو میں نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ عرش کے پایوں پر لکھا ہوا ہے لا اله الا الله محمد رسول الله میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی ہستی کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم! تو نے سچ کہا، اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔ حاکم نے کہا کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ علامہ ذھبیؒ نے کہا کہ یہ موضوع ہے۔ (اسلامی عقائد اردو: 67-66)

الجواب بعون الوهاب:

اس روایت کے بارے میں جو کچھ حضرت امام ذہبیؒ نے کہا ہے وہی صحیح ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ بناوٹی اور جعلی ہے۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اولاً یہ کہ یہ روایت قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے۔

<u>دنیا کو تمام انسانوں کے لیے بنایا گیا:</u>

اللہ رب العزت فرماتے ہیں۔

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا﴾ (البقرۃ: 29)

''اللہ تعالیٰ وہی ذات ہے جس نے زمین کی سب چیزیں تمہارے فائدے کے لیے پیدا کی ہیں۔''

اور سورت لقمان میں ہے:

﴿اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً﴾ (لقمان: 22)

''کیا تم نے غور سے نہیں دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اللہ نے اپنے فضل سے تمہاری خدمت میں لگا دیا ہے اور اپنی ظاہری نعمتیں (اعضائے حواس خمسہ) اور باطنی نعمتیں (دل، دماغ، عقل وفہم اور دنیا کی بے شمار نعمتیں) تم پر کامل کر دی ہیں۔''

کھانے، پینے اور پہننے کی نعمتیں اور سواریوں کی نعمتیں اور برتنے کی چیزیں اور کتنی نعمتیں ہیں۔ اگر تم ان نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو تم شمار نہیں کر سکتے۔ تمہارے پاس جس قدر نعمتیں ہیں وہ سب کی سب اللہ کی عطا کردہ ہیں جس قدر بھی نعمتیں انسان کو ملی ہیں انسان ان سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ انسان لباس سے جسم کو ڈھانپتا ہے، برتنوں میں کھانے پکاتا اور ان میں کھانا ڈال کر کھاتا ہے، کچھ جانوروں کا گوشت کھاتا ہے اور ان پر سواری بھی کرتا ہے، بوجھ بھی لادتا ہے، ان کے بالوں سے کپڑے بناتا ہے، ان کا دودھ پیتا ہے، ان سے کھیتی باڑی کا کام لیتا ہے، ان کے چمڑوں سے جوتے بناتا ہے، سمندر اور دریاؤں سے مچھلیاں کھاتا ہے، سمندروں اور دریاؤں میں کشتیاں چلاتا ہے، سورج، چاند، ستاروں سے روشنی حاصل کرتا ہے، زمین سے اناج، غلہ جات، دالیں، سبزیاں اور فروٹ حاصل کرتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ اور خلقت افلاک:

غرضیکہ جو بھی اشیا اللہ تعالیٰ نے بنائی ہیں ان سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے مگر جو لوگ کہتے ہیں کہ ساری کائنات حضرت محمد ﷺ کے لیے پیدا کی گئی ہے اگر محمد ﷺ کو پیدا نہ کرتا تو پوری

کائنات کو پیدا نہ کرتا، اگر آدم اور آدم کی ساری اولاد بشمول سب کے سب نبی کریم حضرت محمد ﷺ کے لیے پیدا کیے گئے ہیں اور دنیا کی یہ تمام چیزیں بھی نبی ﷺ کے لیے پیدا کی گئی ہیں تو بتاؤ حضرت محمد ﷺ نے ان چیزوں سے کیا فائدہ اٹھایا اور اگر ان سے آپ ﷺ نے فائدہ نہیں اٹھایا تو ان چیزوں کو حضور کے لیے پیدا کرنے کا کیا فائدہ ہوا؟

جبکہ حال یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ کھجور کی ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور آپ کے بدن کا کچھ حصہ ننگا تھا اور کھجور کپتوں کے نشان نبی پاک ﷺ کے جسم مبارک پر گڑے ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ ہمیں حکم دیں تو ہم آپ کے لیے ایک نرم گرم بستر تیار کر دیں جس پر آپ آرام فرمائیں اور آپ کے جسم کو تکلیف نہ ہو؟ تو نبی کرم ﷺ نے فرمایا: میرا دنیا سے کیا واسطہ، میری اور دنیا کی مثال تو اس سوار مسافر کی سی ہے جس نے ایک درخت کے نیچے تھوڑا سا آرام کیا پھر چھوڑ کر چلا گیا۔ اس حدیث کو امام احمد اور امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے بیان کیا ہے۔

غور کریں نبی اکرم ﷺ نے اس کائنات سے کیا فائدہ اٹھایا جبکہ دیگر انسانوں نے اس دنیا سے بہت سا فائدہ اٹھایا جیسا کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اور اس کی اولاد کو پیدا کیا تو فرشتوں نے کہا اے ہمارے رب! تو نے ان کو پیدا کیا ہے، وہ کھائیں گے اور پئیں گے اور نکاح کریں گے اور سواریوں پر سوار ہوں گے لہٰذا دنیا ان کو دے دے اور آخرت کی نعمتیں ہمارے لیے خاص کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے فرشتو! جس مخلوق کو میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے اور اس میں روح پھونکی اس کو اس مخلوق کے برابر کیسے کر دوں جس کو میں کلمہ کن سے پیدا کیا ہے۔ اس حدیث کو امام بیہقیؒ نے شعب الایمان میں ذکر کیا ہے۔

مطلب یہ کہ دنیا کی نعمتیں بھی ان کے لیے اور آخرت کی تمام نعمتیں بھی ان کے لیے ہیں۔ ہاں آپ ﷺ نے بھی اس دنیا سے فائدہ اٹھایا مگر مناسب، ضرورت انسانی کے مطابق۔ اس

حدیث سے ثابت ہوا کہ پوری کائنات سب انسانوں کے لیے بنائی گئی ہے۔اس میں نبی بھی شامل ہیں۔البتہ یہ کہنا درست نہیں کہ یہ ساری کائنات نبی اکرم ﷺ کے لیے بنائی گئی ہے۔ البتہ جس حدیث میں یہ ذکر ہے وہ موضوع اور جعلی ہے۔قرآن پاک کی نص کے خلاف ہے۔ جو حدیث قرآن پاک کے خلاف ہوگی وہ نا قابل قبول ہے۔یہ حدیث تو موضوع ہے۔

ایک مسلمہ اصول کی خلاف ورزی:

بعض لوگوں نے تو صحیح احادیث کو بھی اپنی کم فہمی اور علم حدیث سے عدم علمی کی بنا پر مخالف قرآن کہہ کر رد کر دیا ہے وہ حدیث اس طرح ہے:

((قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَيَّمَا امْرَأَةٍ نكَحَتْ نَفْسَهَا بِغَيْرِ اِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ بَاطِلٌ بَاطِلٌ))

یہ حدیث مشکوۃ باب الولی فی النکاح واستیذان المرء ۃ میں موجود ہے اور اس حدیث کو امام احمد، امام ابوداؤد، اور امام ابن ماجہ اور امام دارمی نے روایت کی ہے۔امام حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اور امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے 30 صحابہ سے اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور صحابہ کے نام گنوائے مگر ''اصول الشاشی'' میں مصنف نے اس کو رد کر دیا ہے۔

کس قدر جرأت ہے احادیث صحیحہ کو تو خلاف قرآن کہہ کر رد کر دیں اور احادیث موضوعہ کو جو خلاف قرآن ہو اس کو قبول کریں۔افسوس صد افسوس اس صحیح حدیث کو اس آیت کے مقابلے میں رد کیا ہے:

﴿حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ﴾ (البقرہ:230)

''یہاں تک کہ نکاح کرے وہ عورت پہلے خاوند کے علاوہ کسی غیر خاوند سے''

یعنی نکاح کی نسبت فاعلی عورت کی طرف ہے۔یعنی عورت بالغہ اپنے نکاح کی خود مختار ہے۔

ولی کی قید زائد ہے اور حدیث میں قید لگائی گئی ہے کہ عورت ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی لہٰذا یہ قید لگانا آیت قرآنی کے خلاف ہے۔ اس لیے یہ حدیث قابل رد ہے۔ حالانکہ اس آیت میں بالغہ اور نابالغہ کا بھی کوئی فرق نہیں اور مرد کی قبولیت کا بھی ذکر نہیں اور دو گواہوں کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے۔ پس جس طرح بالغہ عورت اپنے نکاح کی خود مختار ہے اسی طرح دو گواہوں کی گواہی کے بغیر بھی نکاح منعقد ہو جانا چاہیے اور مرد کی قبولیت کے بغیر بھی نکاح منعقد ہو جانا چاہیے۔ حالانکہ یہ سب صورتیں ان لوگوں کے نزدیک ناجائز ہیں اور نہ ہی نابالغہ کو ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کی اجازت دیتے ہیں اور نہ گواہوں کے بغیر نکاح ہوتا ہے۔ اسی طرح ولی کی اجازت کا بھی اس آیت میں ذکر نہیں مگر بالغہ کے نکاح میں ولی کا ہونا ضروری قرار دے دیا ہے۔

اور نبی نے اگر یہ فرمایا ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح باطل ہوگا اس کو رد کر دیا گیا اور کہا کہ ولی کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ یہ قرآن کے خلاف ہے۔ خود جو قید لگائیں وہ برقرار اور نبی ع جو قید لگائیں وہ قابل رد۔ اگرچہ حدیث صحیح ہے۔ یہ عشق مصطفیٰ ہے۔

اب ہم آتے ہیں اپنے موضوع کی طرف کہ امام حاکم نے اس موضوع حدیث کو صحیح کہا تو مان لیا اور نکاح میں ولی کی قید والی حدیث کو امام حاکم نے 30 صحابہ سے صحیح قرار دیا اس کو رد کر دیا۔ کہاں کا انصاف اور عقیدت نبی کا ثبوت ہے۔

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کیا آدمؑ جنت الفردوس کی اوپر والی منزل میں پیدا کیے گئے تھے جہاں سے اللہ تعالیٰ کا عرش نظر آتا تھا۔ نہیں بلکہ آدم علیہ السلام تو بالاتفاق زمین پر طائف اور مکہ کے درمیان مقام نعمان میں پیدا کیے گئے تھے جیسا کہ اعظم التفاسیر نے بیان کیا ہے۔ اس زمین سے تو عرش نظر نہیں آتا پھر حضرت آدمؑ نے کیسے کہہ دیا کہ جب تو نے مجھے پیدا کیا تھا اور میرے اندر تو نے روح پھونکی تھی تو میں نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ عرش کے پایوں پر کلمہ لکھا ہوا ہے۔ اس زمین سے عرش کے پائے کیسے نظر آئے۔ اس زمین پر کھڑا انسان آسمان کے کنارے نہیں دیکھ سکتا پھر عرش الٰہی تو ان ساتوں آسمانوں پر چھایا ہوا ہے۔ اس کے پائے کیسے نظر آ گئے۔

پھر کہا میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی ہستی کا نام ملایا ہے جو تجھے ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تو نے سچ کہا ہے۔ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا ہی نہ کرتا۔ کیوں نہ پیدا کرتے جبکہ زمین و آسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ تقدیریں لکھ چکا تھا۔ لہٰذا آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے ضرور پیدا کرنا تھا اور پیدا کیا مگر یہ جو لکھا ہے کہ حضرت آدمؑ نے یوں دعا کی کہ اے اللہ محمد ﷺ کے طفیل میری مغفرت فرما یہ بھی قرآن پاک کے خلاف ہے۔ قرآن پاک نے تو بغیر واسطوں اور بغیر کسی کے طفیل کے دعا مانگنے کا حکم دیا ہے:

﴿قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ (المومن: 61)

''تمہارے رب نے کہا ہے مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا''

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے بھی بغیر کسی طفیل کے بلا واسطہ اللہ سے دعا مانگی تھی جیسا کہ قرآن نے بیان کیا ہے۔ حضرت آدم اور اماں حوّا دونوں نے اللہ تعالیٰ سے یوں دعا مانگی:

﴿قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾

(الاعراف: 23)

''اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اگر تو نے ہمیں نہ بخشا اور تو نے ہم پر رحم نہ کیا تو ہم گھاٹے میں رہیں گے۔''

یہ طفیل والی حدیث اس آیت کے خلاف ہو کر رد ہو گئی۔ یہ دعا خود اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور اماں حواء کو سکھائی۔ سورۃ البقرہ میں ذکر ہے:

﴿فَتَلَقّٰى آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾ (البقرة: 37)

''پس سیکھ لیے حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کچھ کلمات سو توبہ قبول کی اللہ تعالیٰ نے اس کی وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

ان آیات میں اس بات کا بالکل ذکر نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت محمد رسول

اللہ ﷺ کے طفیل اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تو پھر توبہ قبول ہوئی۔لہٰذا طفیل والی روایت موضوع اور قرآنی آیات کے خلاف ہونے کی وجہ سے نا قابل قبول ہے۔ بعض لوگ یہ حدیث بھی پیش کرتے ہیں:

((لَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ النَّارَ))

''اگر میں آپ کو پیدا نہ کرتا تو جنت اور دوزخ کو بھی پیدا نہ کرتا''

یہ روایت بھی قرآن کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔اس لیے کہ قرآن پاک میں ذکر ہے اللہ پاک نے یہ تمام چیزیں تمام انسانوں کے لیے بنائی ہیں اور تمام انسان ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔اس روایت میں کس قدر نبی ﷺ کی توہین ہے کہ دوزخ بھی آپ کے لیے بنی ہے۔دوزخ تو اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے۔ دوزخ تو مجرموں کے لیے تیار کی گئی ہے جیسا کہ فرمایا:

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ (آل عمران: 131)

''اس آگ سے ڈر جاؤ جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے''

یہ آگ کسی مومن اور نبی و رسول کے لیے تیار نہیں کی گئی۔یہ بالکل باطل عقیدہ ہے کہ نار آپ ﷺ کے لیے تیار کی گئی ہے مگر افسوس ایسا کہنا کس قدر ناسمجھی کی بات ہے۔انسان کی تخلیق کا باعث اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ (الذّٰریات: 56)

''ہم نے تمام جنوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔''

یہ ہے باعث تخلیق آدم نہ کہ کچھ اور۔البتہ یہ بالکل درست ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء: 107)

لیکن رحمت صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو آپ پر ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہ جنت میں جائیں گے اور جو لوگ آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائے آپ ﷺ ان کے لیے رحمت نہیں لہٰذا

ہ لوگ دوزخ میں جائیں گے۔ صاف فرمایا:

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (الاعراف 56:)

''بے شک اللہ کی رحمت محسنین کے قریب ہے''

محسن کون ہے۔ وہ اللہ نے بتا دیا ہے۔ یہود و نصاریٰ نے کہا جنت ہمارے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا یہ تمہارا غلط خیال اور بلا دلیل بات ہے۔ البتہ جنت میں محسن داخل ہوں گے۔

﴿بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ (البقرہ : 112)

''کیوں نہیں جس نے جھکا دیا اپنا سر اللہ کے لیے اور وہ نیکوکار ہے پس اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے کوئی خوف نہیں ہوگا ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''

رفاعی صاحب اپنی کتاب ''اسلامی عقائد (ص:71)'' پر لکھتے ہیں یہ کہتے ہیں کوئی حرج نہیں کہ تمام جہان اس کی رحمت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔

بہت افسوس کی بات ہے۔ کیا وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا ...... آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم نے جہانوں کو نہیں پیدا کیا مگر رحمت کے لیے؟

دنیا میں کسی مترجم نے یہ ترجمہ نہیں کیا بلکہ تمام مترجم و مفسرین اس آیت کا یہ ترجمہ لکھتے ہیں:

''ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

یوسف رفاعی کی لولاک کے بارے میں دلیل:

رفاعی صاحب ''اسلامی عقائد (ص:72)'' پر یہ حدیث بھی نقل کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا؟ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیا سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔

الجواب بعون الوھاب:

اس حدیث کے بارے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اس حدیث کی کوئی سند نہیں ہے اور بغیر سند کے دین اسلام میں کوئی حدیث قبول نہیں جیسا کہ امام نوویؒ نے مسلم شریف کے مقدمہ میں لکھا ہے:

''اسناد دین کا حصہ ہے اگر اسناد کی یہ اہمیت نہ ہوتی تو جو شخص جو چاہتا کہتا۔''

اور اس حدیث کی صحت اور عدم صحت کے جانچنے کے لیے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اس لیے یہ حدیث بے سند ہونے کی وجہ سے نامقبول ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ حدیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کا نور اپنے نور میں سے پیدا کیا ہے۔ پس حدیث میں جملہ شرکیہ ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں صاف فرما دیا ہے:

﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ﴾

''نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے''

یعنی نہ کوئی چیز اس کا حصہ ہے اور نہ ہی وہ کسی چیز کا حصہ ہے اور جن کا یہ عقیدہ ہے کہ کوئی چیز اس کا حصہ ہے ان کو ڈانٹا ہے فرمایا:

﴿جَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ (الزخرف: 15)

''ان مشرکوں نے اس کے بندوں میں سے بعض کو اس کا جزو بنا ڈالا۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان کھلا احسان فراموش ہے''

لہٰذا یہ حدیث کسی صورت میں بھی قابل قبول نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد ﷺ کا مقام اور مرتبہ سب نبیوں اور رسولوں سے بلند ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں پوری کائنات میں افضل ہیں۔

((بے شک میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس وقت بھی خاتم الانبیاء تھا جبکہ حضرت آدمؑ کا جسد خاکی اپنی مٹی میں گوندھا ہوا تھا۔))

میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔"

یہ احادیث مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین میں موجود ہیں۔ مگر ان احادیث کا مطلب یہ نہیں کہ تخلیق آدم سے قبل ہی انسان پیدا ہو چکے تھے اور مجھے ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین بنا کر بھیج دیا تھا۔ بلکہ ان احادیث کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے ساری مخلوقات کی تقدیریں لکھ دیں تھیں۔ ان تقدیروں میں دیگر انبیاء کا بھی نبی ہونا لکھا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے یہ لکھا تھا کہ محمد ﷺ آخری نبی اور رسول ہوں گے اور سب نبیوں سے آخر میں مبعوث کیے جائیں گے۔ اور خاتم النبیین بن کر آئیں گے یعنی نبوت آپ ﷺ پر ختم ہو جائے گی۔ آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی اور رسول نہیں آ ئے گے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد قیامت تک کوئی نبوت و رسالت نہ ہو گی۔ البتہ تیس دجال کذاب جھوٹے لوگ آئیں گے۔ ہر آدمی نبوت و رسالت کا دعویٰ کرے گا۔ رسول مقبول ﷺ کی شان اور عظمت اس قدر بلند ہے کہ پوری کائنات اللہ تعالیٰ نے ازل میں سب پیغمبروں سے یہ وعدہ لیا تھا جس کا ذکر قرآن مجید میں سورۃ آل عمران آیت نمبر 81 ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

﴿وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ (آل عمران:81)

"اور یاد کرو اس وقت کو جبکہ اللہ نے ہر ایک نبی سے فرداً فرداً یہ اقرار لیا تھا کہ اپنے سے بعد والے نبی پر جو پہلی کتاب کی تصدیق کرے خود بھی اس پر ایمان لائے اور اپنی امت کو اس پر ایمان لا کر مدد کی وصیت کر جائے اور سب انبیاء کو فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کر لیا اور میرا عہد اس کے متعلق منظور کر لیا تو وہ بولے ہم نے اقرار کر لیا تب فرمایا اچھا اب گواہ رہو اور میں خود تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔"

اس آیت میں رسول مصدق ﷺ کا ذکر ہے۔اس سے مراد سابقہ کتابوں کی تصدیق کرنے والا نبی اور رسول ہے اور وہ حضرت محمد ﷺ ہیں۔یعنی سب نبیوں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ تمہاری زندگی میں محمد ﷺ نبی ورسول بن کر تشریف لائیں تو ان پر ایمان لا کر ان کی مدد کرنا اور ان کی اطاعت کرنا کیوں کہ وہ خاتم النبیین اور امام اعظم ہیں۔آپ ﷺ امام الانبیاء بھی ہیں۔ بیت المقدس میں معراج کو جاتے ہوئے تمام انبیاء کی امامت کرائی۔آپ ﷺ ہی مقام محمود والے ہیں۔آپ ؐ ہی جنت الفردوس میں وسیلہ (وہ جنت الفردوس میں ایک درجہ اور عہدہ ہے) والے ہیں۔آپ ﷺ ہی میدان حشر میں شفاعت کرانے کے مستحق ہوں گے۔اور آپ ﷺ ہی لواء الحمد والے ہیں۔یعنی قیامت والے روز جھنڈا آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہوگا جس کا نام لواء الحمد ہوگا۔یعنی حمد کا جھنڈا۔آپ ﷺ ہی جنت کا دروازے کھلوانے والے ہیں۔

مسئلہ علم غیب

علم غیب کی حقیقت:

جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ نے اپنے انبیاء ورسل اور اولیاء اللہ کو علم غیب عطا کیا ہے ان کا یہ عقیدہ عدم علمی پر مبنی ہے اور سراسر غلط فہمی ہے۔اس بارے میں جس قدر دلائل دیئے گئے ہیں وہ انبیاء ورسل کو اطلاع علی الغیب اور اظہار علی الغیب ہیں نہ کہ علم غیب۔اس کو انباء الغیب کہتے ہیں کہ جیسا کہ قرآن پاک میں سورۃ آل عمران میں ذکر ہے:

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (آل عمران: 179)

’’نہیں اللہ تعالی تا کہ اطلاع کرے غیب پر لیکن اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے‘‘ (یعنی اس کو غیب کی اطلاع دے دیتا ہے)

اور ایسے ہی سورۃ جن میں فرمایا:

﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾ (الجن: 27- 26)

’’جاننے والا غیب کا پس وہ نہیں آگاہ کرتا اپنے غیب پر کسی کو مگر جسے وہ پسند کرے رسولوں میں سے‘‘

یہ وہ دو آیات ہیں جن سے علمائے کرام اور عوام غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے علم غیب اپنے رسولوں کو عطا کر دیا ہے حالانکہ ایسا سمجھنا غلط ہے۔ یہ علم غیب عطا کرنا نہیں جس کی وجہ سے عطائی علم غیب کا عقیدہ قائم کر لیا جائے۔ یہاں صرف غیب کی باتوں کی اطلاع دینا اور غیب کی باتوں کو ظاہر کرنا مراد ہے۔علم غیب دینے کا ذکر نہیں بلکہ غیب کی باتوں کی اطلاع اور اظہار ہے۔علم غیب تو یہ ہے کہ کسی کے بتائے بغیر خود بخود ہر چیز کا علم ہو، ایسا علم صرف اللہ تعالیٰ

کے پاس ہے۔ کسی انسان کے پاس نہیں اور اگر ایسا علم کسی اور کے پاس ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی ﷺ سے اعلان نہ کرواتے:

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾ (النمل: 65)

''کہہ دیجیے (اے محمد ﷺ!) نہیں جانتا جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے غیب کو سوا اللہ کے، انہیں خبر تک نہیں کہ وہ کب دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔''

وہ علم غیب جو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو دیا ہے قرآن وحدیث کی شکل میں ہے اور اس کے بارے میں آپ کو یہ حکم دیا گیا جو سورۃ المائدہ میں ہے:

﴿يَا اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ (المائدہ: 67)

''اے رسول (ﷺ)! پہنچا دیجیے جو کچھ اتارا گیا آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے''

پھر آپ نے یہ دین لوگوں تک پہنچا دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ﴾ (التکویر: 24)

''اور نہیں ہے وہ غیب کی باتوں پر بخیل''

یعنی قرآن وحدیث سب کا سب لوگوں تک پہنچا دیا اور آخری سال حجۃ الوداع کے موقع پر لوگوں کو اس پر گواہ بنایا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا کہ میں تم میں وہ چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے تو تم ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔ وہ اللہ کی کتاب ہے۔ یعنی قرآن مجید۔ اور موطا امام مالک میں یہ حدیث اس طرح ہے:

((تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَ سُنَّةُ رَسُوْلِهِ))

''میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان دونوں چیزوں کو پکڑے رکھو گے گمراہ نہیں ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت''

پھر آپ ﷺ نے فرمایا بارگارہ رب العزت میں تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے؟ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ ہم گواہی دیں گے آپ نے ہم تک دین الٰہی پہنچادیا۔ آپ نے حق تبلیغ ادا کر دیا۔ آپ ﷺ نے امت کی کما حقہ خیر خواہی کی۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی سبابہ انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور لوگوں کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اے اللہ تو گواہ رہ! اے اللہ تو گواہ رہ! تین مرتبہ یہ بات کہی۔ یہ ہے وہ علم غیب جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا تھا جسے آپ نے لوگوں تک پہنچادیا۔

قرآن مجید سے مزید تائید:

حضرت مریم علیہ السلام کے حالات بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ﴾ (آل عمران: 44)

''یہ غیب کی خبریں ہیں جنہیں ہم نے آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں''

﴿تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا فَاصْبِرْ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ (ھود: 49)

''یہ سب غیب کی خبریں ہیں جو ہم وحی کر رہے ہیں آپ کی طرف، نہ آپ ہی انہیں جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم اس سے پہلے۔ پس صبر کیجئے بلاشبہ نیک انجام تو پرہیز گاروں ہی کا ہے۔''

اور ایسے ہی سورۃ یوسف میں حضرت یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کے حالات بیان کرنے کے بعد فرمایا:

﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ﴾ (یوسف: 102)

''یہ غیب کی خبریں ہیں جنہیں ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں اور آپ ان کے پاس نہیں تھے جب انہوں نے اتفاق کر لیا تھا اپنی بات پر اور وہ فریب کر رہے تھے۔''

اور ایسے ہی سورۃ القصص میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات بیان کرنے کے بعد فرمایا:

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَا اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ (القصص: 44)

''اے موسیٰ تو طور پہاڑ کی مغربی جانت میں نہیں تھا جب ہم نے فیصلہ کیا تھا حضرت موسیٰ سے (رسالت کا) اور نہ تو اس وقت حاضر وناظر تھا۔''

قرآن پاک کے یہ چار مقامات ہیں جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضور ﷺ عالم الغیب نہ تھے بلکہ جس کو بعض علمائے کرام علم غیب سمجھتے ہیں۔ وہ یہی کتاب وسنت کا علم تھا اور سورۃ یوسف کے شروع میں فرمایا:

وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ (یوسف: 3)

''اس سے پہلے آپ کو اس کی نسبت کچھ بھی علم نہ تھا۔''

یعنی یوسفؑ کے یہ پورے اور مکمل حالات آپ کو ہم نے بتائے ہیں آپ بذات کو دان کے حالات نہیں جانتے تھے۔ اسی طرح میں فرمایا:

كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحاً مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتَابُ وَلَا الْاِيْمَانُ (شوریٰ: 52)

''اسی طرح ہم نے وحی کی آپ کی طرف ایک روح اپنے حکم سے (یعنی قرآن مجید) اور آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ ہی ایمان کا علم تھا۔''

یعنی وحی سے پہلے آپ قرآن کو نہیں جانتے تھے اور نہ ایمان کی تفاصیل سے آپ واقف تھے۔ ان دلائل سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو علم غیب نہیں تھا۔ علم غیب تو اللہ کی صفت ہے۔

تمام انبیاء، فرشتے اور جنات علم غیب نہیں جانتے:

علم غیب نہ فرشتے جانتے ہیں اور نہ ہی انبیاء علیھم السلام غیب جانتے ہیں اور نہ ہی جنات علم غیب جانتے ہیں۔ چند دلائل ملاحظہ ہوں:

﴿وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ﴾ (البقرة: 31)

''اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو تمام چیزوں کے نام سکھائے پھر ان کو فرشتوں پر پیش کیا اور فرمایا مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو کہ ہم آدم سے بہتر ہیں۔ تو فرشتوں نے کہا ہمیں کچھ علم نہیں مگر وہی جو تم نے ہم کو سکھا دیا تو ہی بڑا جاننے والا اور حکمت والا۔''

﴿یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ﴾ (المائده: 109)

''جس دن جمع کرے گا سب رسولوں کو پھر فرمائے گا تم کو کیا جواب دیا گیا تھا (تمہاری امتوں کی طرف سے) کہیں گے ہمیں کچھ علم نہیں تو ہی چھپی ہوئی باتوں کا علم رکھنے والا ہے۔''

﴿فَلَمَّا قَضَیْنَا عَلَیْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ فَلَمَّا خَرَّ تَبَیَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ الْغَیْبَ مَا لَبِثُوْا فِی الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ﴾ (السبا: 14)

''پس جب حکم کیا ہم نے اس پر موت کا تو نہ پتہ دیا ان جنوں کو اس کی موت کا مگر گھن کے کیڑے نے جو کھا رہا تھا اس کی لاٹھی کو پس جب وہ گر پڑا تو معلوم کیا جنوں، نے، اگر وہ غیب جانتے تو ذلت کے عذاب میں نہ ٹھہرے رہتے۔''

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ فرشتے، انبیاء، جنات سب کے سب اللہ کے سوا علم غیب کے جاننے کا انکار کرتے ہیں۔ مگر صحیح علم دین سے کورے اور نابلد علماء اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ علم غیب عطائی رکھتے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ میں یہ ملکہ پیدا نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر خود بخود کسی چیز کا علم رکھتے ہوں اور اس بات پر قرآن وحدیث

میں بہت سے دلائل ہیں۔

دراصل بات یہ ہے کہ حضرت آدمؑ سے لے کر محمد ﷺ تک کوئی نبی رسول بھی علم غیب نہیں رکھتا۔ اگر حضرت آدمؑ کو علم غیب ہوتا تو اس درخت کا پھل کیوں کھایا تھا جس کی وجہ سے جنت سے نکلنا پڑا۔ اگر حضرت نوحؑ کو علم غیب ہوتا تو بیٹے کی نجات کے لیے اللہ تعالیٰ سے درخواست نہ کرتے۔ اگر ان کو اس بات کا علم ہوتا کہ ان کی درخواست مسترد کر دی جائے گی اور الٹا ڈانٹا جائے گا اور پھر اس پر معافی مانگنا پڑے گی سوال نہ کرتے اور اگر حضرت ابراہیمؑ کو علم غیب ہوتا تو وہ مہمان فرشتوں کے لیے بچھڑا ذبح کر کے پکا کر بھون کر ان کے آگے نہ رکھتے اور نہ ہی ان کو اجنبی مہمان سمجھتے اور جب انہوں نے کھانا نہ کھایا تو ڈرنے لگے۔ پھر دل میں ڈر محسوس کیا کہ شاید یہ میرے دشمن ہیں جو کھانا نہیں کھاتے۔ پھر انہوں نے بتایا کہ ہم تو نوری فرشتے ہیں ہم کھانا نہیں کھاتے۔

اگر حضرت موسیٰؑ کو علم غیب ہوتا تو وہ کبھی بھی دیدار الٰہی کا مطالبہ نہ کرتے جبکہ ان کو علم غیب تھا کہ اس مطالبے کے بعد ان کی درخواست مسترد کر دی جائے گی۔

<u>نبی اکرم ﷺ عالم الغیب نہیں تھے:</u>

دلیل نمبر 1: آپ ﷺ کو قرآن وحدیث کا بھی علم نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن و حدیث کا علم دیا فرمایا:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيماً (النساء: 113)

''آپ کو اللہ نے وہ علم سکھایا جو آپ نہ جانتے تھے۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہوا۔''

دلیل نمبر 2: سورۃ یونس میں ہے:

﴿قُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ﴾ (یونس: 13)

"کہہ دیجئے اے نبی (ﷺ) غیب کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔"

انما کا کلمہ حصر ہے۔اس سے یہ ثابت ہوا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کے پاس علم غیب نہیں اور اگر اللہ کے علاوہ کوئی اور بھی علم غیب رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کبھی بھی اپنے نبی سے اعلان نہ کرواتے۔علاوہ ازیں قرآن پاک میں اور بھی آیات ہیں جن میں نبی پاک ﷺ کے علم غیب کی نفی ہے اور غور کرو جب امام الانبیاء فخر الرسل ختم الرسل حبیب کبریا احمد مجتبیٰ ﷺ کو بھی علم غیب نہیں اور کسی نبی و رسول کو علم غیب کیسے ہو سکتا ہے۔محمد رسول ﷺ کے علاوہ دیگر انبیاء کے علم غیب کی بھی قرآن مجید میں نفی موجود ہے۔اگر سب نبیوں کے بارے میں تفصیل سے ذکر کیا جائے تو کتاب لمبی اور طویل ہو جائے گی۔

<u>واقعہ افک اور علم غیب:</u>

دلیل نمبر 4: اللہ تعالیٰ نے کسی انسان میں یہ ملکہ پیدا نہیں کیا کہ اللہ کی طرف سے اطلاع دیئے بغیر خود بخود پوشیدہ اور چھپی ہوئی اشیاء کا علم حاصل کر لے۔ ہمارے نبی کریم حضرت محمد ﷺ کو بھی ایسا علم نہ تھا۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ افک پر غور کریں۔اگر نبی کریم ﷺ علم غیب جانتے تھے اور آپ کو اس بات کا علم تھا کہ عائشہ کا ہار گم ہو گیا ہے اور اس کی تلاش میں گئی ہوئی ہیں تو آپ ﷺ قافلے کو روک دیتے اور فرماتے کہ عائشہ کو آنے دو پھر روانہ ہوں گے۔کیا آپ ﷺ نے جان بوجھ کر عمداً عائشہ رضی اللہ عنہا کو آئندہ پیش آنے والی مصیبتوں کو برداشت کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ایسا عمل تو کوئی معمولی غیرت رکھنے والا انسان بھی نہیں کر سکتا کہ عمداً جان بوجھ کر اپنی بیوی کو جنگل میں چھوڑ دے۔

کیا نبی اکرم ﷺ کو ان باتوں کا علم تھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا پیچھے رہ جائے گی پھر اس کو صفوان بن معطل اونٹ پر بٹھا کر لائے گا اور پھر عبداللہ بن ابی ابن سلول اور اس کے ساتھی اماں عائشہ رضی اللہ عنہا پر (معاذ اللہ) بدکاری کی تہمت لگائیں گے۔ پورے مدینے میں اماں عائشہ کا لوگ مذاق

اڑائیں گے۔ پھر آپ ﷺ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی بریرہ رضی اللہ عنہا سے ان کی بریت کے بارے میں سوال کریں گے۔ وہ صفائی دیں گے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کو یہ مشورہ دیں گے کہ آپ کے لے اور عورتیں بہت ہیں۔ ان کو چھوڑ دیں اور ان کے علاوہ دیگر عورتوں سے نکاح کرلیں۔ پھر عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھیں گے کہ اگر تو گناہ میں آلودہ ہوگئی ہے تو توبہ کرلے اللہ معاف کردے گا اور اگر تو پاک ہے تو اللہ تجھے بری کردے گا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا یہ جواب دیں گی کہ آپ سب نے ایک بات سنی اور اس کو دل میں بٹھالیا اور اسے سچ سمجھ لیا اور اگر میں کہوں میں میں گناہ سے پاک ہوں تو آپ نہیں مانیں گے اور اگر میں نہ کردہ گناہ کا اقرار کروں تو آپ ابھی مان لیں گے۔ میری مثال حضرت یعقوبؑ کی سی ہے:

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ (یوسف: 18)

''پس اچھا صبر، اور اللہ تعالیٰ مدد کرنے والا اس پر جو تم بیان کرر ہے ہو''

آپ کو علم تھا کہ پھر میں یہ بات منبر پر چڑھ کر لوگوں سے کہوں گا کہ کون ہے جو مجھے اس شخص (عبداللہ بن اُبی) کی ایذارسانی سے بچائے۔ اس نے میری بیوی پر تہمت لگائی ہے۔ اوس اور خزرج میں جھگڑا ہوگا۔ مرنے مارنے تک نوبت پہنچے گی اور پھر آیات اتریں گی جن میں حضرت عائشہ کو اس تہمت سے بری کیا جائے گا اور حضرت مسطح، حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت حمنہ (حضرت زینت کی بہن) کو کوڑے مارے جائیں گے جنہوں نے تہمت لگانے میں حصہ لیا تھا۔ یہ خالص مسلمان تھے۔

اندازہ لگایئے کیا آپ ﷺ نے (معاذ اللہ) یہ ایک ڈرامہ رچایا تھا کہ علم غیب رکھتے ہوئے یہ سب کچھ برداشت کیا۔ کیا علم غیب رکھتے ہوئے آپ نے یہ پسند کیا کہ میری بیوی پر تہمت لگے گی اور میری بیوی اور اس کے ماں باپ پریشان ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ کیسا باطل عقیدہ ہے جو مسلم اہل بدعت نے اختیار کیا ہے کہ آپ کو ان سب باتوں کا علم تھا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان بلند کرنے کے لیے آپ ﷺ نے ایسا کیا۔ بالکل غلط عقیدہ ہے۔ دراصل

آپ عالم الغیب نہ تھے تب ایسا ہوا۔ کیا اس سے قبل عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان کچھ کم بلند تھی اور کیا آپ کو شان کو بلند کرنے کا اللہ تعالیٰ کے پاس یہی طریقہ رہ گیا تھا کہ پہلے ان پر تہمت لگواؤ پھر ان کی شان میں آیات نازل ہوں گی۔ جن سے ان کی بریت ہوگی۔

حضور ﷺ کے بارے میں علم غیب کا ایسا باطل عقیدہ رکھنے پر صد افسوس ہے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ نبی مکرم رسول معظم ﷺ عالم الغیب نہ تھے۔ ایسا عقیدہ رکھنا بالکل باطل عقیدہ ہے اور شرک عظیم ہے۔

واقعہ بئر معونہ اور علم غیب:

دلیل نمبر 5: بئر معونہ پر ستر صحابہ کے شہید ہونے کا واقعہ ہے۔ یہ مذکور ہے کہ ابو براء عامر بن مالک رسول اکرم ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت دی، نہ وہ مسلمان ہوا اور نہ اس نے اسلام کی نگاہ سے دیکھا بلکہ کہنے لگا مجھے اپنی قوم کا خیال ہے آپ میرے ساتھ کچھ لوگوں کو بھیج دیں تا کہ ان کو وعظ کریں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ ان کو نقصان نہ پہنچائیں۔ اس نے کہا کہ آپ بے فکر رہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کے ساتھ قرآن پاک کے ستر قاری اور حافظ عالم بھیجے مگر وہاں لے جا کر انہوں نے بئر معونہ پر بے دردی سے شہید کر دیا۔ جب آپ ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے ایک مہینہ تک ان قبائل کے لیے پانچوں نمازوں میں آخری رکوع کے بعد قنوت کیا اور اس میں ان کے لیے بدعا کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلند آواز سے قنوت میں آمین کہتے تھے۔ (یہ واقعہ مشکوۃ باب القنوت میں ہے)

اس روح فرسا حادثے سے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے صحابہ کو بہت صدمہ ہوا۔ غور کریں کیا آپ ﷺ عالم الغیب تھے اور سب کچھ جانتے ہوئے ان صحابہ رضی اللہ عنہم کو بے دردی سے بئر معونہ پر (معاذ اللہ) شہید کروا دیا۔ سراسر جھوٹ ہے کہ آپ ﷺ نے عمداً ایسا کیا جبکہ ایک ایک آدمی کو اسلام میں لانے کے لیے محنت کی جاتی تھی۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ کو یہ علم تو تھا

کہ یہ وہاں پہنچ کر ان کو شہید کر دیں گے مگر ان کی شہادت کا وقت آ چکا تھا اس لیے آپ ﷺ خاموش رہے اور کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو علم تھا کہ رضائے الٰہی یہی ہے کہ ان کی شہادت کا وقت آ گیا ہے۔ ان کو شہادت سے محروم کرنا مناسب نہیں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کس قدر باطل عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ نے عمداً ستر صحابہ شہید کروائے۔ یہ تو آپ ﷺ پر صریح بہتان ہے۔ ایسی تاویلات فاسدہ سے لوگوں کو گمراہ کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّداً فَجَزَآءُهٗ جَهَنَّمُ خَالِداً فِيْهَا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَاباً عَظِيْماً﴾ (النساء: 93)

''جو قتل کرے گا کسی مومن کو جان بوجھ کر اس کی سزا جہنم ہے۔ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہے گا۔ اس پر اللہ کا غضب اور غصہ ہوگا اور اس پر اللہ لعنت کرے گا اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

قتل کرنا یا کروانا ایک ہی بات ہے۔ دونوں کی سزا برابر ہے۔ (نعوذ باللہ من ھذا العقیدہ)

یہودی عورت کی دعوت اور علم غیب:

دلیل نمبر 6: مشکوۃ کے باب المعجزات میں واقعہ ہے کہ لشکر اسلام خیبر میں تھا کہ ایک یہودی عورت نے آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کے صحابہ کی دعوت کی۔ اس نے ایک بکری پکائی اور اس میں زہر ملا دیا۔ آپ ﷺ نے ایک بازو لیا اور کھانے لگے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت نے بھی گوشت کھایا۔ پھر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ کھانا بند کرو۔ پھر آپ ﷺ نے اس یہودیہ کو بلایا اور فرمایا تو نے اس میں زہر ملایا ہے۔ اس عورت نے کہا کہ آپ کو کس نے خبر دی؟ آپ نے جواب دیا اس بکری کے بازو نے۔ کہا ہاں میں نے زہر ملایا ہے۔ اس لیے کہ اگر نبی ہیں تو آپ ﷺ کو نقصان نہ دے گا اور اگر آپ نبی نہیں ہیں تو ہم آپ کے فوت ہونے سے آرام پائیں گے۔ تو آپ ﷺ نے اسے معاف کر دیا اور اسے سزا نہ دی۔ آپ ﷺ کے وہ صحابہ جنہوں نے بکری کا گوشت کھایا تھا فوت ہو گئے تھے مگر آپ ﷺ پر اثر نہ ہوا۔

آپ ﷺ نے اپنی وفات کے وقت فرمایا تھا اے عائشہ! آج وہ خیبر والا زہر میری رگوں کو کاٹ رہا ہے۔ اگر آپ عالم الغیب تھے تو آپ بکری کا گوشت کھانے سے قبل ہی اس یہودیہ کو بلا کر ڈانٹتے اور نہ خود کھاتے اور نہ صحابہ کرام کو کھانے دیتے۔ کیا علم غیب ہوتے ہوئے آپ ﷺ نے صحابہ کو شہید کروایا؟ کس قدر جھوٹ ہے کہ آپ کو علم غیب تو تھا مگر تقدیر میں ایسا ہی لکھا تھا۔ یہ تاویل غلط ہے۔

واقعہ معراج اور علم غیب:

دلیل نمبر 7: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں معراج سے واپس آیا اور حطیم بیت اللہ میں کھڑا تھا۔ قریش نے میرے معراج کے بارے میں سوالات کیے۔ مجھ سے بیت المقدس کے بارے میں کچھ چیزیں دریافت کیں، مجھے اس بارے میں کچھ بھی علم نہ تھا، میں اس قدر پریشان ہوا کہ کبھی اس قدر پریشان نہیں ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے ظاہر کر دیا جو بھی انہوں نے مجھ سے سوال کیے میں نے انہیں جواب دیا۔ (مشکوۃ: باب المعراج)

اگر آپ ﷺ عالم الغیب تھے تو پریشانی کی کون سی بات تھی، جواب دے دیتے مگر چونکہ آپ ﷺ عالم الغیب نہ تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی مدد کی اور بیت المقدس کو آپ ﷺ کے سامنے حاضر کر دیا۔ پھر آپ ﷺ نے آسانی سے ان کو ہر بات کا جواب دیا چونکہ آپ اللہ کے رسول ﷺ تھے آپ کو اللہ نے شرمندہ نہ ہونے دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار اور علم غیب:

دلیل نمبر 8: حضرت عائشہ زوجہ رسول اللہ ﷺ نے کہا ہم کسی سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ جب ہم بیدا نامی ایک میدان میں تھے یا ذات الجیش نامی جگہ پر تھے میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہار کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے، نہ وہاں پانی تھا اور کسی کے پاس بھی پانی نہ تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے صحابہ نے شکایت کی تو

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کو ڈانٹا اور مارا۔ کوشش کے باوجود ہار نہ ملا۔ مگر جب چلنے لگے اور وہ اونٹ اٹھایا جس پر سوار تھیں اس کے نیچے سے ہار برآمد ہوا۔ (بخاری)

اس حدیث پر غور کریں اگر اہل بدعت کے عقیدہ کے مطابق آپ ﷺ عالم الغیب تھے تو ہار تلاش کرنے اور صحابہ سمیت گھومنے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ ﷺ فرمادیتے کہ ہار تو اس اونٹ کے نیچے پڑا ہوا ہے جس پر عائشہ رضی اللہ عنہا سوار ہوئی تھیں۔ چونکہ آپ ﷺ عالم الغیب نہ تھے اس لیے ہار کو خود بھی تلاش کیا اور ہار کے تلاش کرنے میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی مدد لی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ عقیدہ بھی نہیں تھا کہ حضور ﷺ عالم الغیب ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو حضور ﷺ سے عرض کرتے کہ حضور آپ تو عالم الغیب ہیں بتادیں کہ کہاں ہے۔ اتنی محنت کیوں کی اور کروائی اور کیوں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اپنی بیوی کو ڈانٹ ڈپٹ کروائی اور کیوں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زدوکوب کروایا۔

اہل باطل تاویل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ عالم الغیب تو تھے جان بوجھ کر ایسا کیا کیوں کہ تیمّم کا حکم اترنا تھا۔ تو تیمم کا حکم اتارنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس یہی طریقہ تھا کہ جس ذات پاک نے دین میں اتنی سہولتیں پیدا فرمائیں ہیں وہ یہ حکم نہ دے سکتا تھا کہ اگر پانی نہ ملے یا پانی موافق نہ ہو تو وضو کی بجائے تیمّم کرلیا کرو۔ غلط تاویل کرکے شرک کے مرتکب ہوئے۔ ایسی غلط تاویل اور ایسے غلط عقیدے سے اللہ کی پناہ۔

مسجد نبوی کی خادمہ اور علم غیب:

دلیل نمبر 9: ایک سیاہ رنگ کی عورت مسجد نبوی میں جھاڑو دیتی تھی وہ فوت ہوگئی۔ نبی کریم ﷺ نے اس کے بارے میں پوچھا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا وہ تو فوت ہوگئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی۔ چلو مجھے اس کی قبر بتاؤ۔ اس کی قبر پر تشریف لائے اور آپ ﷺ نے قبر پر کھڑے ہو کر اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (بخاری)

نبی کریم ﷺ کی صحابیہ فوت ہوگئی اور آپ ﷺ کو اس کے فوت ہونے کے بارے میں علم نہ تھا۔ پھر صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ فلاں رات فوت ہوگئی تھی اور آپ سوئے ہوئے تھے اور آپ کو جگانا مناسب نہ جانا۔ پھر آپ ﷺ کو اس کی قبر کا بھی علم نہیں تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا تو انہوں نے ااپ کو قبر دکھلائی۔ اگر آپ ﷺ عالم الغیب تھے تو آپ کو تو اس کی موت کا اور اس کی قبر کا علم ہونا چاہیے تھا مگر آپ ﷺ کو علم غیب تھا ہی نہیں بغیر دلیل کے نبی ﷺ کی طرف علم غیب کی نسبت کرنا صاف شرک ہے۔

ایک آدمی کا گھر میں جھانکنا اور علم غیب:

دلیل نمبر 10: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے دروازے کے پاس سے گزرا، اس نے نبی ﷺ کریم کے دروازے کے ایک سوراخ میں سے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ نبی کریم ﷺ ایک کنگھے سے اپنا سر کھجا رہے تھے۔ بعد میں یہ بات اس آدمی نے نبی کریم ﷺ سے ذکر کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ الر مجھے پتہ چل جاتا ہے کہ تو مجھے میرے گھر میں دیکھ رہا تھا تو میں یہ کنگھا تمہاری آنکھ میں مار کر آنکھ پھوڑ دیتا۔ اجازت آنکھ ہی کی وجہ سے تو لی جاتی ہے۔ (بخاری)

اگر رسول اللہ ﷺ عالم الغیب ہوتے تو یہ کہنے کی ضرورت پیش نہ آتی کہ اگر مجھے پتہ چل جاتا تو تمہاری آنکھ پھوڑ دیتا۔

جہنمیوں کی اقسام اور علم غیب:

دلیل نمبر 11: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دوزخ والوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جنہیں میں نے ابھی تک نہیں دیکھا وہ ایسی قوم ہوگی ان کے ساتھ ایسے کوڑے ہوں گے جیسے گائے کی دمیں، ان سے لوگوں کو ماریں گے اور ایسی عورتیں ہوں گی جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی۔ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی اور خود مائل ہونے والی ہوں گی اور ان کے سر بختی اونٹ کی مائل ہونے والی

کہان کی طرح ہوں گے۔وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ جنت کی بو سونگھیں گی۔ (مشکوۃ)

آپ ﷺ نے فرمایا ان دو قسم کے دوزخی انسانوں کو میں نے دیکھا نہیں یعنی ان کے بارے میں مجھے علم نہیں وہ کس زمانے میں ہوں گے۔البتہ اللہ نے یہ بتایا ہے کہ ایسے ہوں گے اور ان کا یہ عمل ہوگا۔

گمشدہ چیز اور علم غیب:

دلیل نمبر 12: حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے ایک تھیلی ملی جس میں سو دینار تھے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ تو اس کا ایک سال تک اعلان کروا، اس نے سال بھر اعلان کیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا ایک سال اور اعلان کروا۔فرمایا ایک سال اور اعلان کرو۔صحابی نے تین سال اعلان کیا۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا اس کو استعمال کرو۔اگر کوئی اس کا مالک بنا تو اس کو دے دینا۔(مسلم)

اس حدیث میں غور کریں کہ اہل بدعت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور عالم الغیب تھے۔اگر آپ ﷺ عالم الغیب تھے تو آپ ﷺ نے کیوں نہ کہا کہ تھیلی فلاں شخص کی ہے۔اس کا یہ نام ہے وہ فلاں شہر، فلاں محلے میں رہنے والا ہے۔وہاں جا کر اس کو دے آؤ۔

جبریل کی آمد اور علم غیب:

دلیل 13: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت میمونہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن غمگین تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبرائیل نے گزشتہ رات مجھ سے ملاقات کا وعدہ کیا تھا مجھے ملے نہیں۔قسم اللہ کی انہوں نے کبھی مجھ سے وعدہ خلافی نہیں کی۔پھر میرے جی میں آیا کہ ایک کتے کا بچہ میرے خیمے میں ہے۔آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کو نکال دیا جائے۔ پھر آپ ﷺ نے ہاتھ میں پانی لے کر وہاں چھینٹے مارے پھر جب آپ ﷺ نے شام کی تو جبرائیل تشریف لائے۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا آپ نے مجھ سے گزشتہ رات ملاقات کا وعدہ کیا

تھا۔جبرائیل نے فرمایاہاں لیکن ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں کتا ہو یا کوئی صورت ہو۔ (مشکوۃ)

یہودی عالم اور علم الغیب:

دلیل نمبر 14: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس یہودیوں کا ایک عالم آیا اور اس نے مجھ سے کچھ سوالات کیے اور مجھے ان کے بارے میں بالکل علم نہ تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سوالوں کے جوابات بتادیئے۔ (مسلم)

ایک اور دلیل:

دلیل نمبر 15: نبی اکرم ﷺ نے اپنی بیویوں میں سے کسی بیوی سے کوئی پوشیدہ بات کی اور اسے مخفی رکھنے کا حکم دیا مگر بیوی نے وہ بات آگے بتادی۔اللہ تعالیٰ نے وہ بات آپ ﷺ پر ظاہر کردی۔ پھر آپ ﷺ نے کچھ بات بیوی کو بتائی اور کچھ نہ بتائی پس جب آپ ﷺ نے بیوی کو وہ بات بتائی تو بیوی نے کہا یہ بات آپ کو کس نے بتائی ہے؟ تو آپ ﷺ نے کہا مجھے یہ بات اس ذات نے بتائی ہے جو سب کچھ جاننے والا ہے اور ہر چیز سے واقف اور باخبر ہے۔

اس نص قطعی پر غور کریں۔اس قدر صاف اور واضح طور پر نبی کریم ﷺ کے عالم الغیب ہونے کی نفی ہے۔ام المومنین نے کہا کہ میں نے تو چھپ کر یہ بات کہی تھی۔وہاں میرے سوا اور اس کے سوا جس سے میں نے یہ بات کہی تھی تیسرا کوئی بھی وہاں نہ تھا۔آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میں نے وہ بات جس کو آپ نے مخفی رکھنے کا حکم دیا تھا آگے بتادی ہے۔تو آپ ﷺ نے یہ نہیں کہا کہ میں عالم الغیب ہوں۔بذات خود ہر بات اور ہر چیز کا علم رکھتا ہوں۔بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے جو ہر قسم کا علم رکھنے والا اور پوری کائنات کے حالات سے باخبر ہے۔قرآنی دلائل واضح ہونے کے بعد بھی اگر کوئی شخص اپنی ضد پر اڑا رہے اور فاسد عقیدے پر قائم رہے کہ نبی ﷺ کو عطائی علم غیب تھا تو اس ضد کا کوئی علاج نہیں۔اس باطل عقیدے کی سزا

اللہ تعالیٰ بروز قیامت ہی دے گا۔

حضور اکرم ﷺ کے بارے میں علم غیب کا دعویٰ کرنے والے ان احادیث پر غور کریں۔ آپ ﷺ نے کس قدر صاف فرما دیا کہ یہودی نے مجھ سے جو سوالات کیے تھے ان کے بارے میں مجھے بالکل علم نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جوابات بذریعہ جبریل بنا دیئے تو میں نے یہودی کو بتا دیئے۔ کس قدر واضح طور پر حضور ﷺ کے عالم الغیب ہونے کی نفی ہے۔ علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے۔ سورۃ یونس میں اللہ تعالیٰ نے حضور کی زبانی یہ اعلان کروایا:

﴿قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَ لَاۤ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ (یونس: 16)

”کہہ دیجئے اگر اللہ چاہتا تو میں نہ پڑھتا اس قرآن کو تمہارے سامنے اور نہ وہ تمہیں اس سے آگاہ کرتا میں تو رہ چکا ہوں تمہارے سامنے ایک مدت اس سے پہلے پس کیا تم عقل نہیں رکھتے۔“

اس کا مطلب یہ ہے کہ چالیس سال کا عرصہ تم میں گزارا کبھی میں نے ایسا فصیح و بلیغ کلام تم کو نہیں سنایا اور نہ ہی ایسی خبریں دیں کیا تم میں اتنی عقل نہیں کہ تم اس بات کو سمجھو کہ یہ سب کچھ مجھے اللہ ہی بتاتا ہے۔ یہ کلام اللہ کا ہے میرا نہیں۔ یہ خبریں اللہ کی طرف سے ہیں میری طرف سے نہیں۔

اس قسم کے بے شمار دلائل ہیں جو کتب احادیث میں موجود ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ علم غیب نہیں رکھتے تھے۔ البتہ اللہ نے آپ کو جو کچھ بتایا تو وہ غیب کی خبریں تھیں جیسا کہ آپ اس سے قبل حضرت مریمؑ، نوح اور حضرت یوسف علیہم السلام کے حالات میں پڑھ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سارے قرآن میں کہیں بھی یہ نہیں فرمایا کہ نبی پاک کو اللہ نے علم الغیب دیا۔ البتہ فرمایا کہ ہم نے آپ کو غیب پر اطلاع یا آپ پر غیب کا اظہار کیا ہے اور آپ کو انباء الغیب دی ہیں۔

میں عرض کروں گا کہ جن بھائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ عالم الغیب تھے اس عقیدے سے توبہ کریں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت کو بھی کسی کی طرف منسوب کر کے ظلم عظیم یعنی شرک عظیم کے مرتکب ہوتے ہیں جبکہ مشرکوں کی نجات نہیں۔

((مَنْ اَحْدَثَ حَدْثاً فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ وَسُنَّۃِ رَسُوْلِہٖ فَھُوَ مَلْعُوْنٌ مَرْدُوْدٌ اَوْ اَثْبَتَ شَیْئاً مِنْ صَفَاتِ اللّٰہِ لِاَحَدٍ مِنْ مَخْلُوْقَاتِہٖ مَرْجُوْمٌ مَطْرُوْدٌ))

''جو شخص اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت میں کوئی نئی بات پیدا کرے وہ شخص ملعون و مردود ہے اور جو شخص اللہ کی صفات میں سے کوئی صفت کو کسی شخص میں پیدا کرے مرجوم و مطرود ہے۔''

علم غیب صرف اللہ کی صفت ہے اور اس کا خاصہ ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ اس عقیدے کے حامل بھائیوں کو یہ توفیق دے کہ وہ ان دلائل کو پڑھ کر توبہ کریں۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے اس شرک کی معافی مانگیں اور آئندہ اس عقیدے سے باز آجائیں۔ اگر دلائل دیکھنے کے بعد بھی اپنی ضد پر اڑے رہیں تو صاف شرک اور آخرت کا نقصان ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْراً﴾ (النسآء: 115)

''جو شخص مخالفت کرے رسول اللہ (ﷺ) کی دلائل واضح ہونے کے بعد اور صحابہ رضی اللہ عنہم مومنین کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرے گا اس کو پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا پھر اس کو دوزخ میں داخل کریں گے جو بہت بری جگہ ہے لوٹ کر جانے کی''

مقام مصطفیٰ ﷺ

حضرت محمد ﷺ کے اوصاف حمیدہ:

جنس کے اعتبار سے ہمارے نبی کریم رؤف رحیمؐ انسان تھے۔ انسانوں میں پیدا ہوئے۔ اس کا ثبوت قرآن مجید میں موجود ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَراً فَجَعَلَهُ نَسَباً وَ صِهْراً وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْراً﴾ (الفرقان: 54)

''وہی قادر مطلق اللہ تعالیٰ ہے جس نے قطرہ آب (نطفہ) سے مرد کا نسب اور رشتہ دموی بنایا۔ تیرا رب ہر قسم کی قدرت والا ہے۔''

نوٹ: آپ ﷺ کا خاندان بھی تھا اور آپ ﷺ کسی کے داماد بھی تھے۔ آپ کے والدین بھی تھے۔ آپ ﷺ کے چچا بھی تھے۔ آپ ﷺ کی بیویاں بھی تھیں۔ آپ ﷺ کی بیٹیاں اور بیٹے بھی تھے۔ آپ ﷺ کی برادری بھی تھی۔ آپ ﷺ نے انسانوں میں زندگی گزاری، آپ کھاتے بھی تھے اور پیتے بھی تھے۔ انسانوں کی طرح لباس بھی پہنتے تھے۔ آپ کو بیماری بھی لاحق ہوتی تھی اور تمام انسانی ضروریات بھی پیش آتی تھی۔ بہرحال آپ ﷺ انسان تھے۔ فرشتہ یا جن نہ تھے۔ ناری و نوری نہ تھے۔ بلکہ آپ ﷺ کامل انسان تھے۔ خاکی بشر تھے اور انسان ہی افضل، اعلیٰ اور برتر ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے:

((اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ))

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔''

سورۃ آل عمران میں بھی ذکر ہے کہ آپ ﷺ انسان تھے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (آل عمران: 164)

''بلاشبہ اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا کہ ان کے رسول کو خود ان کی قوم میں سے رسول بنا کر بھیجا جو ان کو اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو گناہوں سے پاک کرتا ہے۔ کتاب کے معانی اور اس کے رموز و اسرار لکھاتا ہے اور قول فعل اخلاق سے ان کی سیرت بناتا ہے اور یقیناً وہ اس سے پہلے گمراہی میں تھے۔''

اس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ آپ ﷺ انسان تھے اور انسانوں میں سے تھے۔ حضرت اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آپ ﷺ انسانوں میں سے تھے۔

آپ ﷺ کا رتبہ اور شان:

اللہ رب العزت قرآن کی سورۃ الاعراف میں فرماتے ہیں:

﴿قُلْ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمَاتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ (الاعراف: 158)

''آپ اعلان کر دیجئے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جو آسمانوں اور زمین کا حقیقی حاکم اور متصرف ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہی سب کو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے پس تم سب کو اس پر اور اس کے رسول نبی امی (محمد ﷺ) پر ایمان لانا لازم ہے جو خود بھی اللہ اور اس کے کلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اس کے حکم پر چلنا واجب ہے تا کہ تم راہ پاؤ۔''

اس آیت سے ثابت ہوا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ تمام انسانوں، جنوں کی طرف تمام زمانوں میں اور قیامت تک کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ آپ ﷺ ہی خاتم النبیین ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا میرے کچھ نام ہیں۔ ان ناموں میں ایک نام عاقب ہے جس کا مطلب ہے کہ سب سے بعد میں آنے والا یعنی جس کے بعد کوئی نہ آئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ قرآن مجید میں دوسرے مقام پر ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾

(الاحزاب:40)

''محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔''

یعنی نبوت آپ ﷺ پر ختم ہو گئی ہے اور یہ جو کہا کہ آپ ﷺ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں یہ بات اس لیے کہی گئی ہے کہ جب زید نے اپنی بیوی زینب کو طلاق دے دی تھی اور آپ ﷺ نے زینب سے نکاح کر لیا تھا تو لوگوں نے کہا تھا کہ آپ ﷺ نے اپنے بیٹے زید کی بیوی سے نکاح کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ آپ ﷺ کے بیٹے تو بچپن میں ہی فوت ہو گئے۔ وہ مرد ہونے کے مقام پر نہ پہنچے تھے۔ زید متبنّیٰ ہے۔ بیٹا نہیں

ایک حدیث میں ذکر ہے:

((اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَ خُتِمَ بِیَ النَّبِيُّوْنَ لَا رِسَالَةَ بَعْدِیْ وَلَا نَبُوَّةَ بَعْدِیْ۔)) (رواہ مسلم)

''مجھے ساری خلقت کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اور نبیوں کا سلسلہ مجھ پر ختم ہو گیا۔ میرے بعد قیامت تک کوئی نبی و رسول نہیں آئے گا۔''

درود کی حقیقت:

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔﴾ (الاحزاب:56)

''بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود شریف پڑھتے ہیں، اے ایمان والو!

تم بھی نبی ﷺ پر درود بھیجو سلام پڑھو۔"

وہ درود پڑھو جو مسنون ہو اور احادیث سے ثابت ہو وہ درود نہیں جو جعلی اور بناوٹی ہو اور جو حدیث صحیحہ سے ثابت نہ ہو جیسا کہ اہل بدعت پڑھتے ہیں:

الصلوٰة والسلام عليك يا رسول الله وسلم عليك و علىٰ آلك و اصحابك ياحبيب الله

صل على نبينا صل على محمد

یہ جعلی درود ہیں۔ یہ درود صرف سپیکری درود ہیں۔ مسنون درود نہیں، بناوٹی درود ہیں نہ ان میں اللہ سے دعا مانگی گئی ہے اور نہ ہی ان میں محمد ﷺ کا نام مبارک ہے اور نہ ہی ان میں حضرت ابراہیمؑ کا ذکر ہے۔ ان میں رسول کا ذکر ہے، رسول تو بہت سے ہیں۔ حضرت آدمؑ سے لے کر محمد ﷺ تک بہت رسول ہیں نہ معلوم کونسے رسول پر صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں۔ سلام بھی موم بتی والا پڑھتے ہیں۔

شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

یعنی ہدایت کی مجلس کی موم بتی پر سلام۔ یاد رکھئے ایسا کہنا آپ ﷺ کی توہین ہے۔ آپ ﷺ آفتاب ہدایت ہیں جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِداً وَّ مُبَشِّراً وَّ نَذِيْراً۔ وَ دَاعِياً اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهِ وَ سِرَاجاً مُّنِيْراً﴾ (الاحزاب: 46)

"اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ہم نے آپ کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کی توحید کی طرف دعوت دینے والا بنا کر بھیجا ہے اور ہم نے آپ کو سراج منیر بنا کر بھیجا ہے"

سراج سے مراد آفتاب ہے۔ یعنی آپ ﷺ آفتاب ھدایت ہیں نہ کہ موم بتی۔ یعنی جس طرح سورج سارے جہاں کو روشنی دیتا ہے۔ آپ بھی آفتاب ہدایت ہیں سارے جہاں کو

ہدایت کی روشنی دیتے ہیں۔ اور جس طرح اس سورج کے ہوتے ہوئے دوسرے سورج کی قیامت تک ضرورت نہیں اسی طرح آپ ﷺ کے ہوتے ہوئے اب قیامت تک کسی اور آفتاب ہدایت کی ضرورت نہیں۔ مگر نا سمجھ لوگوں نے آپ ﷺ کو شمع بزم ہدایت بنا دیا۔ سراسر غلط جملہ ہے اور حضور پاک ﷺ کی توہین ہے۔

گویا اس آیت میں یہ حکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ بھی اور تمام فرشتے بھی اور تمام جنات بھی اور تمام انسان بھی نبی ﷺ پر درود و سلام پڑھیں۔ کیا یہ تھوڑی شان ہے۔ اس بات میں آپ ﷺ کی کوئی فضیلت نہیں کہ سارا جہاں اور جہاں کی ہر چیز پوری کائنات آپ کے لیے بنائی گئی ہے۔ اس سے آپ کو کیا فائدہ؟

یہ بات قرآن و احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ صرف غلط عقیدت کی بنا پر یہ بات کہی گئی ہے جیسا کہ اس کی وضاحت پڑھ چکے ہیں۔

ہمارا عقیدہ:

قرآن و سنت کے مطابق یہ ہے کہ اس پوری کائنات میں آپ ﷺ سے افضل اور بہتر کوئی نہیں۔

محمد بشر لا کالبشر یاقوت حجر لا کالحجر

دونوں جہاں آئینہ دکھلا کے رہ گئے لانا پڑا تمہی کو تمہاری مثال میں
ترا چنانکہ توئی کسے کجاواند بقدر ہمت خود مے کندا ستدراک
ہمچو تو نازنین سرتابہ پار بطافت گیتی نشاں ندداده ایزد نے آفریده

معراج کے موقع پر آپ ﷺ وہاں گئے جہاں جبریل نہ پہنچ پائے۔

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ ﷺ سے مجھے کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں
پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی ستارے جس کی گرد راہ ہیں وہ کارواں تو ہے
بساط کہکشاں پہ ہے کمند ارتقا تیری تیری راہ معین سے نہ آگے بڑھ سکے کوئی

اهل الحديث هم اهل النبی ﷺ　ان لم يصحبوا نفسه　انفاسه صا صحبوا
نبی ﷺ کے اہل صرف اہل حدیث ہی ہیں　اگر چہ ملاقات نہیں مگر آپ کی احادیث سے خوب واقف ہیں

دایان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار　گل چین بہار تو ز تنگ ءِ داماں گلہ دارد
علم کہ ماخوذ از علم نیست　واللہ کہ سیرابی ازاں تشنہ بیست
(جو علم علم نبی ﷺ سے ماخوذ نہیں اس سے حدیث کے طالب کی پیاس نہیں بجھتی)
ہر کہ اواز پردہ تقلید جست　او بنور حق بہ بیند ہرچہ ہست
فاهرب عن التقليد وهو ضلالة　ان المقلد فی سبيل الهالك
امام رسول پیشوائے سبیل　امین خدا مہبط جبرائیل
بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست　گر بہ اونر تمام سیدی لہبی است
اس کا نبی محمد ﷺ لاکھوں درود اس پر　محبوب ہے خدا کا اور جان جاں ہمارا
اطاعت ہے اس کی بے شک اللہ کی اطاعت　ہے تبع اسی کا پیرو جواں ہمارا
گلدستہ توحید ہیں اس کی سب حدیثیں　جن سے مہک رہا ہے یہ گلستاں ہمارا
جس نے سکھائی آ کر ہم کو کتاب و حکمت　ہے علم سے اسی کے روشن جہاں ہمارا
منشور ہے ہمارا علم کتاب و سنت　پرچم یہی ہے ہمارا یہی نشاں ہمارا
دعوت و جہاد منہج علم و علم نشاں ہے　یا رب رہے سلامت یہ کارواں ہمارا

قرآن وحدیث کو چھوڑ کر فقہ سے تعلق قائم کرنا امام اعظم محمد ﷺ کو چھوڑ کر کسی دوسرے امام کی تقلید کرنا یہ نبی سے محبت کا ثبوت نہیں۔ ہمارا عقیدہ کیا ہے:

اس تیرے محبوب کے صدقے کروں میں جان کو　نام لے کر ان کا میں تازہ کروں ایمان کو
وہ تو ہیں ختم الرسل اور وہی فخر رسل　جن کے آنے سے گئے سب کعبہ سے لات و ہبل
جس سے تیرا نور چمکا ہر جا اجالا ہو گیا　ایک عرب کیا سب جہاں میں بول بالا ہو گیا
جس نے آ کر اے خدا مردہ دلوں میں جان دی　کفر و باطل سے چھڑایا دولت ایمان دی
نام ان کا ہے محمد ﷺ سرور دنیا و دین　فخر کر شیدا یہی ہیں رحمۃ للعالمین

سلام اس پر جو آیا رحمۃ للعالمین ہو کر
سلام اس پر جو تابندہ ہوا ماہ مبین ہو کر
سلام اس پر دیا دنیا کو وحدت کا سبق جس نے
سلام اس پر سنایا دہر کو پیغام حق جس نے
سلام اس پر کہ جس نے ناداروں کی حمایت کی
سلام اس پر کہ جس نے اپنے غیروں پر عنایت کی
سلام اس پر کہ جس کے حلم سے اعداء بھی راضی تھے
سلام اس پر کہ جس کے علم سے ان پڑھ بھی قاضی تھے
سلام اس پر چمن قربان جس کے روئے گلوں پر
سلام اس پر کیا جس نے دوپارہ مہ کو گردوں پر
سلام اس پر کہ جس نے جاھلوں کو دانائی دی
سلام اس پر کہ جس نے نابینوں کو بینائی دی
سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دست گیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
جو لعل بے بہا ہو کر بھی سستا ہے سلام اس پر
ہمارے دیدہ و دل میں جو بستا ہے سلام اس پر

ربیع میں آمنہ کے گھر محمد مصطفیٰ آئے
ہوئی سب ختم تاریکی اجالے ہر طرف چھائے
ملی رونق بہاروں کو فضا میں بھی لہر دوڑی
صدا گونجی زمانے میں کہ احمد مجتبیٰ آئے
ربیع کی نو تھی تاریخ اور دن تھا پیر کا لوگو
اس شب کی سہانی صبح کو نور الھدیٰ آئے
مبارک جا کے دی سردار کو اس گھر کی باندی نے
تیرے مرحوم کے گھر آج امام الانبیاء آئے
مکہ کی ہواؤں میں مدینہ کی فضاؤں مین
ترانے صل علیٰ گونجے حبیب کبریا آئے
دفن کرتے گڑھوں میں تھے جو زندہ بیٹیاں اپنی
لو ان کے لیے بن کر وہ رحمت عالمیں آئے
غلاموں کو آزادی مل گئی تھی جن کے آنے پر
وہ بن کر شافع امت شافع روز جزا آئے
صدا توحید کی گونجی اور شرک نے بھی لی انگڑائی
اٹھے شعلے بغاوت کے ادھر خیر الوریٰ آئے
ربانی اس قدر اپنے خدا کا شکر کر ہر دم
کہ جس نے تیرے جیسے پر ہیں اپنے کرم فرمائے

علامہ حالیؒ لکھتے ہیں:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
خطا کار سے درگزر کرنے والا
بداندیش کے دل میں گھر کرنے والا
قبائل کو شیر و شکر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا
پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا

رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا ادھر سے ادھر پھر گیا رخ ہوا کا

اہل بدعت نعت پڑھتے ہیں جو شرک میں لتھڑی ہوتی ہے اور اس میں نبی کی کوئی تعریف نہیں ہوتی بلکہ اللہ کے مقام پر کھڑا کر کے ان سے حاجات مانگتے ہیں۔ یا بے فائدہ جملے ہوتے ہیں جیسا کہ پڑھتے ہیں:

سوں رب دی مدینے دا دربار بڑا سوہنا دربار بڑا سوہنا، گھر بار بڑا سوہنا
مسجد نبوی دا ہر مینار بڑا سوہنا نبی دا ہر یار بڑا سوہنا
جو مسجد نوں جاندا اے او بازار بڑا سوہنا

نعت دراصل یہ ہے کہ جس میں نبی ﷺ کے جسمانی اوصاف کا کوئی تذکرہ ہو یا آپ ﷺ کے روحانی کمالات کا کوئی تذکرہ ہو یا آپ ﷺ کی عادات کا کوئی تذکرہ ہو، آپ ﷺ کے کارناموں کا کوئی تذکرہ ہو جیسا کہ میں نے ذکر کی ہیں۔

وہ فخر عرب زیب محراب و منبر تمام اہل مکہ کو ہمراہ لے کر
گیا ایک دن حسب فرماں داور سوئے دشت اور چڑھ کے کہ صفا پر
یہ فرمایا سب سے کہ آل غالب سمجھتے ہو تم مجھ کو صادق کہ کاذب
کہا سب نے قول آج تک کوئی تیرا کبھی ہم نے جھوٹا سنا اور نہ دیکھا
کہا گر سمجھتے ہو تم مجھ کو ایسا تو باور کرو گے، اگر میں کہوں گا
کہ فوج گراں، پشت کوہ صفا پر پڑی ہے کہ ٹوٹے تمہیں گھات پا کر
کہا تیری ہر بات کا یاں یقین ہے کہ بچپن سے صادق ہے تو اور امیں ہے
کہا گر میری بات یہ دلنشیں ہے تو سن لو خلاف اس میں ہرگز نہیں ہے
کہ سب قافلہ یاں سے ہے جانے والا ڈرو اس سے جو ہے وقت آنے والا
وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ھادی عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن سب کے دل میں لگا دی اک آواز میں سوتی بستی جگا دی
پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے کہ جاگ اٹھے دست و جبل نام حق سے
سبق پھر شریعت کا ان کو پڑھایا حقیقت کا گر ان کو اک اک بتایا
بہت دن کے سوتے ہوؤں کو جگایا زمانے کے بگڑوں ہوؤں کو بنایا

کھلے تھے نہ جو راز اب تک جہاں پر وہ دکھلا دیئے ایک پردہ اٹھا کر
جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ دانوں سے کھل نہ سکا وہ راز ایک کملی والے نے سمجھا دیئے چند اشاروں میں

ہم بیان کرتے وہی ہیں جو بیاں کردہ رسول کتاب و سنت کے علاوہ ہم سمجھتے ہیں فضول
گنج بخش فیض عالم داتا و مشکل کشا کوئی نہیں تیرے سوا اے خالق ارض و سما

یہ ہے ہمارا عقیدہ جو ہم نے بیان کیا۔ کچھ لوگوں نے محبت رسول میں اس قدر غلو کیا ہے کہ رسول مقبول ﷺ کو اللہ کے مقام پر کھڑا کر کے نعتیں پڑھتے ہیں جو سراسر شرک میں لتھڑی ہوتی ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

شہنشاہ جیسا مدینے دیا خیر منگناں ہاں میں تیرے دربار تو
صدقہ اپنے فقیراں دا دے سوہنیا خالی جاواں نہ میں تیرے دربار توں

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ (فاطر: 15)

''اے لوگو تم سب اللہ کے سوالی ہو، اللہ غنی ہے تم سب فقیر ہو''

لیکن ملاحظہ کریں کہ رسولوں کو نبی ﷺ کا فقیر بنایا گیا ہے:

شاہ مدینہ یثرب کے والی سارے نبی تیرے در کے سوالی
کملی والے میں صدقے تیرے نام پر سب کی بگڑی بنانا تیرا کام ہے
فریادیں سنانا میرا کام ہے میرے غم کو مٹا نا تیرا کام ہے
دریا میں چھوڑی ہے کشتی تیرے نام پر اب کنارے لگانا تیرا کام ہے
ٹھوکریں کھا کہ گرنا میرا کام ہے ہر قدم پر اٹھانا تیرا کام ہے
مدینے پاک دے اندر میری ایہو عبادت ہے تیرے روضے میں سرنوں جھکاواں یا رسول اللہ ﷺ
تیرا کھاواں میں تیرے گیت گاواں یا رسول اللہ ﷺ تیرا میلاد پھر کیوں نہ مناواں یا رسول اللہ ﷺ
یا رسول اللہ انظر حالنا یا رسول اللہ اسمع قالنا
اننا فی بحر غم مغرقو خذ بیدی و سهل لنا اشكالنا

یا رسول اللہ ﷺ ہمارے حال پر نظر فرماؤ، یا رسول اللہ ہماری عرض سنو ہم غم کے دریاؤں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ہمارے ہاتھ پکڑو۔ ہمیں نکالو اور ہماری مشکلات کو حل کرو۔

غرضیکہ ساری نعتیں شرکیہ ہیں۔ محمد ﷺ کو رب ہی بن لیا ہے۔ یہ ظلم عظیم ہے۔ اللہ کی پناہ اس باطل عقیدے سے۔

ہر جمعہ کے خطبے کے بعد جو سلام پیش کیا جاتا ہے اس میں ہمارے یہ بھائی کہتے ہیں

دست بستہ ہیں کھڑے تیرے غلام　　پیش کرتے ہیں غلامانہ سلام

دست بستہ تو صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا چاہیے۔

اے خدا کے لاڈلے پیارے رسول　　یہ سلام عاجزانہ ہو قبول

سلام تو ایک عمل ہے جو اللہ کے پاس جاتا ہے۔

﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾ (فاطر: 15)

''پاکیزہ کلمات بھی اللہ کے پاس جاتے ہیں اور عمل صالح بھی اللہ تعالیٰ اٹھاتے ہیں۔''

تن ہمہ داغ داغ شد　　پنبہ کجا کجا نہم

سارا ہی دین خراب کر دیا　　کس کس بات کا تذکرہ کروں

حضرت محمد ﷺ کی صفات اور معجزات کا تذکرہ:

اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ (القلم: 4)

''بلاشبہ آپ کے اخلاق عظیم ہیں''

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾ (آل عمران: 159)

''اے رسول آپ نے اللہ کی مہربانی سے ان مسلمانوں سے نرمی کا برتاؤ کیا اور اگر آپ ان سے درشت خوئی اور سخت دلی کا اظہار کرتے تو وہ سب آپ کے پاس سے منتشر ہو جاتے پس آپ ان کے قصور معاف کیجئے اور ان کے لیے مغفرت طلب کیجئے اور مختلف امور میں ان سے مشورہ لے لیا کریں پھر آپ جب کسی امر کا پختہ ارادہ کرلیں تو صرف اللہ پر ہی توکل کریں بلاشبہ اللہ دوست رکھتا ہے توکل کرنے والوں کو''

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (احزاب: 21)

''یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے''

عزیز و اقارب سے شفقت فرماتے، ہمیشہ سچ بولتے، بیواؤں اور یتیموں کا خیال رکھتے، بیکسوں کی دستگیری کرتے، مہمان نواز تھے، مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے، وحی اترنے سے قبل اور نبوت ملنے کے بعد آپ ﷺ کے اخلاق کا یہ حال تھا کہ حضرت اماں عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ قرآن آپ کا اخلاق ہے۔ یعنی قرآن اور آپ ﷺ کی زندگی ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ یعنی آقائے دو عالم ﷺ اور قرآن لازم و ملزوم ہیں۔ یعنی یہ کیفیت تھی

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گرید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

جب سے اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو یہ حکم دیا تھا:

﴿اُتْلُ مَاۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ﴾ (العنکبوت:45)

''قرآن جو آپ پر وحی کیا گیا ہے ہمیشہ اس کی تلاوت کرتے رہیں اور نماز کو ہمیشہ قائم رکھیں کیونکہ وہ نماز جو کامل خشوع و خضوع سے ادا کی جائے اس کی تائید اور اس

کی منشا برائی اور بے حیائی کے کاموں سے روکنا ہے اور علاوہ اس کے وہ ذکر الٰہی ہے اور ذکر الٰہی سب کاموں کی نسبت زیادہ عظمت کی چیز ہے اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو سب اللہ کو معلوم ہے۔''

کچھ عرصہ کے لیے کسی مصلحت کی بنا کر پر قرآن اترنا بند ہو گیا تھا تو اس قدر بے چین اور پریشان ہو گئے تھے چاہتے تھے کہ اپنے آپ کو پہاڑ سے گرالیں۔ پھر یہ وحی اتری:

﴿مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰی وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی وَ لَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی﴾ (الضحیٰ: 3)

''نہ تو اپ کے رب نے آپ کو چھوڑا ہے اور نہ ہی دشمنی کی ہے اور آخرت کی زندگی یقیناً آپ کے لیے پہلے سے بھی اچھی ہے اور جلد ہی آپ کو آپ کا رب وہ دے گا جس سے آپ خوش ہو جائیں گے۔''

آپ کو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم تھا:

﴿وَ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ﴾ (ھود: 93)

''اے میری قوم تم اپنی جگہ پر عمل کرو میں بھی عمل کرتا ہوں تم جان لو گے کس کو عذاب رسوا کرے گا اور کون جھوٹا ہے۔ تم وقت کا انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی آپ ﷺ کو حکم دیا اس پر پورا پورا عمل کر کے دکھایا۔ آپ ﷺ کو قرآن پاک کی تلاوت کا حکم دیا گیا آپ ﷺ نے قرآن کی اس قدر تلاوت کی کہ کوئی مسلمان اس قدر تلاوت نہ کر سکا۔ آپ ﷺ کو نماز کا حکم دیا گیا آپ ﷺ نے اس قدر نماز پڑھی کوئی بھی اتنی نماز نہ پڑھ سکا۔ فرائض کے علاوہ نفل نماز آپ ﷺ کثرت سے پڑھتے تھے کہ آپ ﷺ کے پاؤں سوج جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو روکا اس قدر تکلیف نہ اٹھاؤ۔

﴿مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى﴾(طٰہٰ: 1)

''ہم نے قرآن آپ پر اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں''

فرضی روزوں کے علاوہ آپ ﷺ نفلی روزے کثرت سے رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کو زکوٰۃ کا حکم دیا گیا آپ ﷺ نے کبھی مال جمع ہی نہیں کیا کہ زکوٰۃ دینے کی نوبت آئے جو آیا اس کو لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے توکل کا حکم دیا تو کما حقہ توکل پر عمل کر کے دکھایا۔ اللہ پر توکل کرتے ہوئے کفار قریش کی رکاوٹوں کے باوجود ان کو احکام الٰہی پہنچاتے۔ کفار نے ہر قسم کا لالچ دیا کہ اس تبلیغ دین سے باز آجاؤ مگر آپ ﷺ نے ہر قسم کی پیش کش ٹھکرا دی۔ غار ثور میں چھپے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کافر غار کے منہ پر پہنچ گئے ہیں اب کیا بنے گا ہم تو پکڑے گئے ہیں۔ فرمایا: غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تین سال تک شعب ابی طالب میں محبوس رہے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھوں نے بھوک کی بہت تکلیف اٹھائی مگر توکل علی اللہ کی وجہ سے خندہ پیشانی سے محض اللہ کے لیے برداشت کی۔

طائف میں اہل طائف نے آپ ﷺ پر پتھروں کی بارش کی، سر سے پاؤں تک سارا جسم زخمی ہو گیا، پہاڑوں کا فرشتہ آیا اور کہا کہ حکم ہو تو پہاڑوں کو ملا کر اہل طائف کو پیس ڈالوں؟ فرمایا کہ نہیں امید ہے ان کی نسلیں ضرور مسلمان ہو جائیں گی۔ یہ اللہ پر توکل کی شان تھی۔ آپ ﷺ نے اہل طائف کو معاف کر دیا۔ جب وہ اسلام قبول کرنے آئے اور آپ ﷺ نے اہل مکہ کو بھی معاف کر دیا جب آپ ﷺ نے مکہ فتح کیا۔ حالانکہ آپ ﷺ اہل مکہ سے اپنی ایک ایک تکلیف کا انتقام لے سکتے تھے۔ آپ ﷺ کو یہ حکم تھا:

﴿خُذِ الۡعَفۡوَ وَاۡمُرۡ بِالۡعُرۡفِ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰهِلِيۡنَ﴾ (الاعراف: 199)

''آپ ان مشرکین کی سخت وسست باتوں پر معاف کرنے اور درگزر کرنے کو اختیار کیجیے اور ہمیشہ نصیحت کرتے رہیے اور جاہلوں سے کنارہ کیجیے''

یہ تھا معافی کے حکم پر عمل۔ آپ ﷺ نے اپنے بڑے بڑے دشمنوں کو معاف کر دیا۔ قرآن

کی طرح آپ ﷺ کا عمل بھی پیارا اور درخشاں ہے۔ قرآن میں جو بات مذکور ہے وہ آپ کی زندگی کا معمول تھا۔ اس وقت جہالت کا دور دورہ تھا مگر آپ ﷺ کو اس وقت بھی صادق اور امین کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ آپ ﷺ کے لبوں پر مسکراہٹ رہتی تھی۔ آپ وعدے کے سچے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ (یونس: 16)

''میں تو تم میں اس سے پہلے ایک مدت رہ چکا ہوں (کبھی میں نے ایسا فصیح بلیغ کلام پیش نہیں کیا اور نہ ہی میں ایسا کلام کرنے پر قادر ہوں۔ آج ایسا کلام بذات خود کیسے تمہارے سامنے پیش کر سکتا ہوں) پس کیا تم عقل نہیں رکھتے۔''

نہ ہی میں نے کسی سکول یا کالج اور یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی ہے کہ تم کہو یہ پڑھا لکھا ہے یہ خود ایسا کلام بنا لیتا ہے۔ تم اس بات پر گواہ ہو کہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ ہی وعدہ خلافی کی ہے اور نہ ہی کبھی کسی کا حق دبایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تم مجھ کو صادق اور امین کہتے ہو۔ جبکہ نبوت سے قبل میری زندگی اتنی صاف ہے کہ انسانوں کے معاملے میں میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تو کیا اللہ پر ہی میں نے جھوٹ بولنا تھا؟ نہیں بلکہ سچا ہوں اور اللہ کا نبی اور رسول ہوں۔ تم میرا پیغام قبول کرو اس میں تمہاری دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔ کامیابی اور کامرانی کی امید ہے۔

آپ سب کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے تھے۔ خادموں تک کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے۔ اپ نے کبھی کسی سائل کو مایوس نہیں کیا، آپ حد درجہ زاہد، صابر اور شاکر تھے، ہفتوں گھر میں چولہا نہ جلتا صرف پانی، دودھ اور کھجور پر گزارہ کرتے تھے۔ آپ نے کبھی بھی کسی سے ذاتی انتقام نہ لیا۔ آپ شرم وحیا کے پیکر تھے۔ آپ کنواری لڑکیوں سے زیادہ شرم وحیا والے تھے۔ بات آہستہ آہستہ مخاطب کی سمجھ کے مطابق کرتے، رسول کریم رؤف رحیم ﷺ کی ذات، سیرت واخلاق کے اعتبار سے منور آفتاب تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح پر جوش، یحیٰ علیہ السلام کا سا انداز تبلیغ، حضرت ایوب علیہ السلام جیسا صبر، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہجرت کی تکلیف اٹھائی،

دشمنی اور عداوت کی آگ میں دھکیلے گئے۔ آپ ﷺ کے قاتلوں کے لیے انعام مقرر کیے گئے۔ مدینہ منورہ میں اللہ کا گھر مسجد نبوی بنائی جو ساری اسلامی دنیا کا محبوب مرکز ہے۔

آپ کے پاس بکریوں کا ریوڑ تھا، جو دو پہاڑوں کے درمیان چگ رہا تھا۔ ایک آدمی نے سوال کیا تو سارا ریوڑ اس کو دے دیا۔ وہ جب اپنی قوم کے پاس گیا اس نے کہا کہ لوگو! اسلام قبول کرلو محمد سے بڑا سخی کوئی نہیں۔ جب کسی کو دیتا ہے تو کھلا مال دیتا ہے۔ فقر سے نہیں ڈرتا، مانگنے والے کی غربت دور کردیتا ہے، نہ آپ ﷺ بخیل تھے اور نہ زندگی میں کبھی جھوٹ بولا اور نہ کبھی بزدلی کا مظاہرہ کیا۔ نہ آپ فحش گو تھے اور نہ لعن طعن کرنے والے تھے اور نہ آپ گالیاں دینے والے تھے، جب غصے میں کسی کو ڈانتے تو فرماتے اسے کیا ہوا اس کی پیشانی خاک آلودہ ہو۔ آپ ﷺ سے کہا گیا یا رسول اللہ ﷺ مشرکوں کے لیے بددعا کردو تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ نے مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ اللہ نے مجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ گفتگو آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر کرتے تھے، جب آپ ﷺ کسی سے مصافحہ کرتے تو اس کا ہاتھ نہ چھوڑتے یہاں تک کہ وہ ہاتھ چھوڑنے پر آمادہ ہوتا۔ آپ ﷺ اس کی طرف سے اپنا رخ نہ موڑتے یہاں تک کہ وہ آدمی خود اپنا رخ موڑتا۔ لوگوں کے سامنے اپنے پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے، خاموش طبع تھے، جب آپ ﷺ گفتگو کرتے تو اکثر اپنی آنکھ آسمان کی طرف اٹھاتے۔

ہم ہوئے تم ہوئے سب ہی ان کی زلفوں کے اسیر ہوئے
جس گلستاں کے تم گل تر ہو خار اس بوستاں کے ہم بھی ہیں
تیرے نقش قدم کے نور سے دنیا ہوئی روشن تیرے مہر کرم نے بخشی ہر ذرہ کو تابانی

آپ ﷺ انتہائی بہادر اور شجاع بھی تھے۔ کافروں سے جنگیں لڑیں اور تواضع اور انکساری کا پیکر بھی تھے، بے حد سخی اور دریا دل بھی تھے، راتوں کو اٹھ اٹھ کر اللہ کی عبادت کرنے والے اور دن میں علم و حکمت کی تعلیم دینے والے اور جہاد جیسے فرائض انجام دینے والے نبی و رسول تھے۔ انتہائی حلیم اور بردبار بھی تھے اور غیرت دینی سے مالا مال بھی تھے۔ آپ ﷺ کی ذات بابرکات

میں ہر قسم کی جامعیت اور اکملیت تھی۔ اپنے اپنے دور میں ہر نبی نے دین کی خدمت کی مگر نبی مکرم رسول معظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے تکمیل دین کو اسی درجہ تک پہنچایا کہ جس سے آگے کوئی منزل نہ تھی۔ نبوت، توحید، آخرت کے بارے میں مکمل تعلیمات بیان فرمادیں۔ زندگی کو ایسا سنوار دیا کہ آپ ﷺ کے بعد دین اور نئے نبی کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔ آپ ﷺ رحمۃ للعالمین تھے، سارے جہانوں کے لیے اور قیامت تک کے لیے، تمام انسانوں اور جنوں کے لیے رحمت بن کر آئے، آپ ﷺ نے نسل انسانی پر یہ احسان کیا کہ سب کو ان کے حقوق دلائے، ہر انسان کے حقوق کی پوری پوری تشریح فرمائی، عدل و انصاف کو عام کیا، سچائی کا درس دیا، لڑکیوں کی تعلیم وتربیت پر زور دیا، صنف نازک پر لوگوں کے ظلم وستم کرنے سے روکا، حیوانات کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے کا حکم دیا۔ جیسا کہ اس معاشرے میں زندہ جانوروں کی چکلی اور کہانیں کاٹ کر کھالیتے تھے۔ فرمایا کہ ہر جگر رکھنے والی مخلوق کے ساتھ نیکی کرنا فرض ہے۔ غرضیکہ انفرادی طور پر جو خوبیاں سارے پیغمبروں میں پائی جاتی تھیں وہ سب کی سب حضرت محمد ﷺ میں اجتماعی طور پر موجود تھیں

رسول اللہ ﷺ نے دور جہالت کے معاشرے کو بدل کر رکھ دیا جو بتوں کی پوجا کرتے تھے اب صرف ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ ایک دوسرے سے دشمنی رکھنے والے بھائی بھائی بن گئے۔ جو ان پڑھ تھے وہ آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھ کر دنیا کے استاد بن گئے۔ جو بداخلاق تھے وہ بااخلاق اور اچھے کردار کے مالک بن گئے۔ نبی پاک ﷺ کی تربیت اور اسلام کے فیضان سے معاشرے میں بہت بری تبدیلی آئی، اب ان کی زندگی کا معیار اور نصب العین یہ تھا کہ وہ ہر وقت یہ تمنا کرتے تھے کہ ان کو اللہ کی رضا حاصل ہوجائے اور وہ واقعی اس حد تک پہنچ گئے کہ اللہ رب العزت نے اعلان کردیا کہ اللہ ان سے راضی ہوگیا وہ اللہ سے راضی، اب ان کی زندگی کتاب وسنت کے سانچے میں ڈھل گئی تھی۔ قرآن مجید اس وقت کی بہترین تاریخ ہے۔ ہدایت اور رہنمائی کا سرچشمہ ہے۔ قرآن نے ان کی زندگی کا یہ نقشہ پیش کیا ہے کہ دن

رات کی خاموشی میں، نرم گرم بستروں سے اٹھ کر عبادت کرتے ہیں۔ دوسروں کے لیے ایثار اور ہمدردیاں ہیں، صبح وشام اللہ کی رضا کے طالب ہیں۔ نیکی پھیلاتے ہیں اور برائی کے خلاف جہاد کرتے ہیں، قرآن کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے حکم پر عمل کرتے ہیں، کفر وشرک سے طبیعتوں میں نفرت ہے، ایک ایسا پاکیزہ اور نیک معاشرہ قائم کر دیا جس کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ ایک دوسرے سے محبت اور پیار، ایک دوسرے کے مددگار۔

حبشہ کے بادشاہ نے مکہ کے مہاجروں سے پوچھا تم میں اسلام نے کیا تبدیلی پیدا کی ہے:
تو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم مردار کھاتے تھے، بتوں کی پوجا کرتے تھے، ہم جاہل تھے اور بد دیانت اور خائن تھے، ایک دوسرے کا حق کھا جاتے تھے، بیہودہ بکواس کے عادی تھے، لوگوں کے حقوق غصب کر لیتے تھے، ہم میں کوئی قاعدہ اور قانون نہ تھا اور نہ ہی کچہریاں اور عدالتیں تھیں کہ ہمارے مسائل حل کریں۔ اللہ نے ہم میں ایک رسول بھیجا جو ہم میں سے تھا جس کی زندگی سے ہم پوری طرح واقف تھے، اس نے ہمیں شرک سے روکا، اللہ کی عبادت کا حکم دیا، توحید کا سبق پڑھایا، سچائی اور ایمانداری، دیانتداری کا حکم دیا، بد دیانتی سے روکا، برائیوں اور جھوٹ بولنے سے ٹوکا، اس نے ایفائے وعدہ کی تلقین کی، نماز، روزہ، صدقہ خیرات کرنے کا حکم دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے معاشرے میں مثالی انقلاب آیا۔

حضور ﷺ کے جسمانی اوصاف:

آپ ﷺ کے صحابی شاعر حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے حضور کی تعریف میں کہا

احسن منك لم ترقط عين   اجمل منك لم تلد النسآء
خلقت مبرء من کل عیب   کانك قد خلقت کما تشآء

”آپ جیسا حسین انسان کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، آپ جیسا خوبصورت انسان کسی ماں نے نہیں جنا، آپ تو ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے ہیں گویا جیسا آپ نے چاہا ویسا ہی آپ کو اللہ تعالیٰ نے بنایا۔“

حلیہ مبارک:

آپ ﷺ کا جسم نہ لمبا تھا اور نہ ہی مندھرہ، بلکہ میانہ تھا، سر مبارک بڑا تھا، داڑھی گھنی تھی، ہتھیلیاں اور قدم مبارک موٹے تھے، سرخ سفید جسم تھا، ہڈیوں کے جوڑ موٹے تھے، سینہ سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی، تیزی سے چلتے تھے جیسا کہ نیچے اتر رہے ہیں۔ سر کے بال نہ زیادہ لمبے اور نہ ہی زیادہ گنگھر یالے تھے بلکہ درمیانے تھے، چہرہ مبارک گول تھا، سفید اور سرخ چاند سے زیادہ خوبصورت، بے داغ آنکھیں اور سیاہ تھیں پلکیں دراز تھیں، سینے کے سوا باقی بدن شیشے کی طرح صاف تھا۔ کندھوں پر مہر نبوت تھی، مہر کا رنگ جسم کا ہی رنگ تھا، مگر اس پر تل تھے، اس سے آپ کو پیچھے نظر آتا تھا، آپ ﷺ خاتم النبیین تھے، آپ ﷺ جس راستے سے گزرتے تھے وہ راستہ خوشبو سے مہک اٹھتا تھا، لوگ معلوم کر لیتے تھے کہ آپ ﷺ اس راستے سے گزر کر گئے ہیں۔ آپ ﷺ کا پسینہ عنبر اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا، چہرہ مبارک اتنا صاف تھا کہ جیسا کہ آپ کے چہرے سے سوج طلوع ہو رہا ہے۔ حضرت جابر ابن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

میں نے آپ ﷺ کو چاندنی رات میں دیکھا اور چودھویں رات کا چاند تھا، آپ ﷺ نے سرخ لباس پہن رکھا تھا، میرے نزدیک آپ ﷺ چودھویں رات کے چاند سے زیادہ خوبصورت نظر آرہے تھے، آپ ﷺ سے زیادہ تیز رفتار کوئی نہ تھا، آپ ﷺ کی داڑھی مبارک گھنی تھی، آپ ﷺ کی پنڈلیاں پتلی تھیں۔ آپ ﷺ کھلکھلا کر نہ ہنستے تھے بلکہ مسکراتے تھے، آپ ﷺ کی آنکھ ایسی سیاہ تھیں جیسا کہ آپ ﷺ نے سرمہ ڈالا ہو، دانتوں میں کشادگی تھی، جب بات کرتے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا کہ سامنے کے دانتوں سیروشنی باہر نکل رہی ہے۔ جب آپ ﷺ خوش ہوتے تو چہرہ چمک اٹھتا تھا، گویا کہ چاند کا ٹکرا ہے۔ آپ ﷺ احسن الناس، اجود الناس اور اشجع الناس تھے، سب سے بڑے محسن اور سب سے بڑے سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔

حضور ﷺ کی مختصر سیرت:

رسول اکرم ﷺ نو (9) ربیع الاول 22 اپریل 571ء مکہ معظمہ میں بعداز صبح صادق قبل ازطلوع شمس ظہور پذیر ہوئے۔ (سیرت للعالمین جلد اول مصنف قاضی محمد سلیمان)

پیر کا دن 9 ربیع الاول کے سوا اور تاریخ سے موافقت نہیں کرتا۔ عظیم عربی مورخ محمد طلعت کی تاریخ دول العرب نے بھی یہی تاریخ لکھی ہے۔ حنفی مورخ مولانا شبلی نعمانی نے بھی یہی لکھا ہے۔ 12 غلط اور 9 صحیح، مصنف سیرۃ النبی ﷺ مصر مشہور ہیئت دان عالم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے دلائل ریاضی سے ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت 9 ربیع الاول بروز پیر ہوئی ہے۔ آپ ﷺ حضرت ابراہیمؑ کی نسل ہی سے تھے۔ والد کا نام عبداللہ، والدہ کا نام آمنہ تھا۔ والد محترم آپ کی پیدائش سے دو ماہ قبل وفات پا چکے تھے۔ آپ ﷺ یتیمی کی حالت میں پیدا ہوئے مگر اللہ پاک نے آپ کو دو جہاں کا سردار بنا دیا۔ پاکیزگی سے بچپن گزارا، ایسے ہی جوانی۔ 25 سال کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ اس وقت ان کی عمر 40 سال تھی۔ چالیس برس کی عمر میں پہلی وحی آئی، نبوت و رسالت سے سرفراز ہوئے۔ 23 سال نبوت کے دین کی خدمت میں گزارے۔ اس وقت عرب کے لوگ جاہل اور مشرک اور بت پرست تھے۔ آپ نے ان کو توحید الٰہی کی دعوت دی۔ اس پر انہوں نے آپ کو اور آپ ﷺ کے صحابہ کو بہت ستایا۔ جب کفار مکہ کی طرف سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت زیادہ تکالیف کا سامنا کرنا پڑا اور معاملہ ناقابل برداشت ہو گیا تو آپ ﷺ نے نبوت کے پانچویں سال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ نبوت کے ساتویں سال کفار مکہ نے مسلمانوں کا بائیکاٹ کیا۔ آپ ﷺ نے اپنے خاندان اور مسلمان صحابہ کے ساتھ شعب ابی طالب میں تین سال گزارے۔ نبوت کے دسویں سال حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ کے چچا ابوطالب رحلت فرما گئے۔ یہ سال آپ کے لیے عام الحزن تھا۔ اسی سال

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔نبوت کے بارھویں سال آپ ﷺ کو معراج ہوئی۔رجب کی 27 تاریخ تھی،معراج کی رات پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔اوقات مقرر کیے گئے۔اس کے بعد مدینہ کے اوس اور خزرج دو قبیلوں نے اسلام کرلیا۔آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ شریف تشریف لے گئے۔

مدینہ منورہ میں اسلام نے ترقی کی۔ہجرت کے وقت آپ ﷺ کی عمر 53 سال کی تھی۔ ہجرت کے وقت آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سفر کے ساتھی بنے۔ہجرت کے دوسرے سال جنگ بدر ہوئی۔اسلام اور کفر کا پہلا معرکہ تھا۔پھر ہجرت کے تیسرے سال کفار مکہ سے جنگ ہوئی۔اسے غزوہ احد کہتے ہیں۔پانچ ہجری میں غزوہ خندق ہوا۔6 ہجری میں کفار مکہ سے صلح حدیبیہ ہوئی۔ہجرت کے آٹھویں سال آپ ﷺ نے مکہ فتح کرلیا۔مکہ مکرمہ اسلام کا مرکز بنا۔فاتح اور غالب ہوکر مکہ میں داخل ہوئے۔9 ہجری میں حج فرض کیا گیا۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کے ساتھ امیر حج بنا کر بھیجا گیا۔10 ہجری میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر تعداد کے ساتھ حج کیا جسے حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔آخری تاریخی خطبہ دیا۔ اس وقت آپ کی عمر 63 سال کی تھی۔

12 ربیع الاول بروز پیر خالق حقیقی سے جا ملے۔مذکورہ بالا جنگوں کے علاوہ بھی آپ ﷺ نے بہت سے جنگیں لڑیں،اپنی زندگی میں پورا عرب فتح کرلیا تھا اور اسلام نے فتح و نصرت کے پرچم لہرائے،کفر و اسلام کی طویل جنگ اختتام کو پہنچی۔اللہ تعالیٰ کے دینِ کا بول بالا ہوا۔کفر نے شکست کھائی۔اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیین سے جو دین کی تکمیل کا وعدہ فرمایا تھا

﴿هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا﴾ (الفتح: 28)

”وہی اللہ ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر تاکہ غالب کر دے اس کو سب دینوں پر اور کافی ہے اللہ گواہ“

﴿یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَ اللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَ لَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ﴾

(الصف: 8)

''وہ چاہتے ہیں کہ بجھادیں اللہ کا نور اپنے منہ سے اور اللہ پورا کر کے رہے گا اپنا نور اگر چہ کافر برا منائیں''

مسئلہ تبرک

چھٹی فصل میں سید یوسف رفاعی لکھتے ہیں کہ تبرک شرک اور بدعت نہیں۔

لغت میں تبرک کا معنی ''تحفہ'' ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ شرعی تبرک شرک نہیں کیوں کہ تبرک کی کئی اقسام ہیں۔

پہلا تبرک وہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ سے اور دیگر انبیاء علیہم السلام سے متعلق ہو اور ایک تبرک وہ جو انبیاء علیہم السلام کے علاوہ لوگوں سے متعلق ہو اور ایک تبرک وہ جو زندوں سے متعلق ہو اور ایک تبرک وہ جو فوت شدگان سے متعلق ہو پہلے تبرک کے شرعی ہونے میں کوئی شک نہیں مگر بعد کے تبرکات کے لیے درست ہونے کی شرعی دلیل ہونی چاہیے۔

تبرک کے شرعی ہونے کے دلائل:

دلیل نمبر 1: بنی اسرائیل کے نبی (شموئیل علیہ السلام) نے بنی اسرائیل کے لوگوں سے کہا کہ طالوت کے بادشاہ ہونے کی ایک نشانی یہ ہے کہ:

﴿ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَ اٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ [البقرۃ: 248]

''اس کی برکت سے تمھیں وہ صندوق سکینہ ملے گا جس میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہ السلام اور ان کی آل کے تبرکات ہیں جسے فرشتے اٹھا کر لے آئیں گے۔''

بنی اسرائیل اس صندوق کو لڑائی میں لشکر کے آگے آگے رکھتے تھے اس کی برکت سے کفار پر فتح حاصل ہوتی تھی۔

دلیل نمبر:2 بخاری و مسلم میں ایک حدیث مذکور ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے سر مبارک کے بال منڈوائے اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ صحابی کو دیئے اور حکم دیا ان بالوں کو صحابہ رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہن میں تقسیم کرو۔

ان بالوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بطور تبرک اپنے پاس محفوظ رکھتے تھے اور جب کوئی بیمار ہوتا تو اس ڈبیا میں پانی ڈال کر ہلا کر مریض کو پلا دیتے تھے وہ تندرست ہو جاتا تھا یہ تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی برکت۔

دلیل نمبر 3: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں آپ سے مسائل سنتا ہوں اور بھول جاتا ہوں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی چادر پھیلاؤ میں نے چادر پھیلا دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث بیان کیں اس کے بعد میرا حافظہ قوی ہو گیا نسیان دور ہو گیا۔''

[اسماء الرجال مشکوٰۃ عربی ص. 622]

یہ تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئی اور یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ثابت ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تم میں سے اپنا کپڑا بچھائے گا میری گفتگو کے ختم ہونے تک پھر اس کپڑے کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگائے پھر وہ میری باتیں نہیں بھولے گا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اپنی چادر بچھا دی یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی گفتگو ختم کر دی پھر میں نے وہ چادر اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لی پس قسم ہے اس ذات کی جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا ہے اس کے بعد آج تک مجھے رسول اللہ کی احادیث نہیں بھولیں۔ [متفق علیہ کتاب المعجزات مشکوٰۃ ص. 535]

یہ ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حاصل کیں۔

دلیل نمبر 4: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا حدیبیہ کے دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت پیاس لگی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چھوٹا سا مشکیزہ تھا اس میں پانی تھا اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا ہمارے پاس تو وضو کرنے کے لیے پانی نہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مشکیزے کے منہ پر رکھا تو پانی آپ کی انگلیوں سے جوش مار کر باہر نکلنے لگا جیسا کہ چشمہ ابل رہا ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ہم نے پانی پیا اور وضو کیا جبکہ ہم پندرہ سو افراد تھے اگر ہم ایک لاکھ افراد بھی ہوتے تو پانی ہمیں کفایت کرتا''۔ [مشکوٰۃ کتاب المعجزات]

دلیل نمبر 5: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ تبوک کے موقعہ پر ہمیں بھوک لگی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ لوگوں کو کہو جس کے پاس جو چیز بھی کھانے کی ہے لے آئیں اور آپ کے پاس جمع کریں اور آپ اس پر برکت کی دعا کر دیں تا کہ ہمارے کھانے کی حاجت پوری ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قافلہ کو حکم دیا جس کے پاس جو چیز تھی لے آیا، ایک کپڑے پر جمع کر دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا کی اللہ تعالیٰ نے اتنی برکت دی کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی ضرورت کے مطابق اپنے تھیلے وغیرہ بھر لیے مگر کھانے پینے کی اشیاء پھر بھی وافر مقدار میں موجود تھیں۔ یہ تھا تبرک جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا۔ [باب المعجزات۔عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ]

دلیل نمبر 6: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا میں ایک اونٹ پر سوار تھا جو تھک چکا تھا چلتا نہیں تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پیچھے سے ڈانٹا اور اس کے لیے دعا کی پھر تو وہ تمام انٹوں سے آگے بڑھ گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اب تیرا اونٹ کیسا ہے۔ کہا آپ کی برکت اس کو پہنچ چکی ہے'' [مشکوۃ کتاب المعجزات]

یہ تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت۔

دلیل نمبر 7: ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کرم ا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو غزوہ خندق کے موقعہ پر بھوک کی تکلیف پہنچی تو جابر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے اس کا ذکر کیا تو اس نے کہا جو کا آٹا گھر میں موجود ہے اور ایک بکری کا بچہ ہے ہم اس کو ذبح کر لیتے ہیں اور آٹا گوندھ لیتے ہیں، حضور کو بلاؤ۔ تو جابر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عام اعلان کر دیا کہ لوگو! جابر رضی اللہ عنہ نے تمہاری دعوت کی ہے جاؤ اور باری باری کھانا کھا آؤ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جابر! میرے آنے تک آٹا نہ گوندھنا اور گوشت کی ہنڈیا چولہے سے نہ اُتارنا جب تک میں نہ آجاؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر آٹے میں اور ہنڈیاں میں اپنا لعاب ڈال دیا اور برکت کی دعا کر دی 14 سو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کھانا کھایا نہ آٹا ختم ہوا اور نہ ہی گوشت ختم ہوا۔'' [مشکوۃ باب المعجزات فصل اول]

یہ تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب اور دعا کی برکت اور صحابہ کرام کے لیے تبرک۔

دلیل نمبر 8: غار ثور میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سانپ نے پاؤں کی ایڑی پر ڈنگ مارا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعاب لگا دیا تکلیف دور ہو گئی۔

خیبر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دکھ رہی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں اپنا لعاب لگا دیا آنکھیں تندرست ہو گئی تھیں۔

ابو رافع یہودی کو قتل کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی جماعت بھیجی تو عبداللہ بن عتیق رضی اللہ عنہ خنجر اور تلوار لے کر اس کے گھر میں داخل ہوئے اس کو قتل کیا پھر واپسی پر عبداللہ سیڑھی سے اترتے ہوئے گر گئے اور ٹانگ ٹوٹ گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے اپنا لعاب لگایا ٹانگ ٹھیک ہو گئی۔[باب المعجزات مشکوٰۃ۔فصل اول] یہ تھا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تبرک.

اور یہ سب برکتیں اللہ کی طرف سے نازل ہوتی ہیں اور جہاں اللہ تعالیٰ برکت دینا نہیں چاہتا وہاں برکت نہیں ہوتی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن اُبی بن سلول منافق کا جنازہ بھی پڑھایا اور اس کے منہ میں بھی لعاب ڈالا اور اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں بھی دفن کیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی قمیص پہنائی مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ [التوبہ: 80]

''اگر آپ اس کے لیے ستر مرتبہ بھی بخشش کی دعا کریں تو اللہ ان کی ہرگز بخشش کرے گا''

غور کرو یہاں پر حضور کی دعا اور آپ کے لعاب نے کوئی برکت نہیں دی اس لئے کہ یہ سب برکتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہی برکت والی ذات ہے:

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ. وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (الملك: 1)

''بابرکت ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں حکومت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾ (الفرقان: 1)

''بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی تا کہ جہاں والوں کو

ڈرائے۔"

﴿ تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ﴾ (الرحمٰن: 78)

"بابرکت ہے تیرے رب کا نام جو بڑی شان اور عظمت والا ہے۔"

نماز شروع کرتے ہوئے ہر نمازی پہلے اللہ کی ہی برکات کا تذکرہ کرتا ہے:

((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ))

"پاک ہے تو اے اللہ! اپنی حمد کے ساتھ اور بابرکت ہے تیرا نام"

لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ ہی اپنے نبیوں اور رسولوں کو برکت دیتا ہے کیوں کہ وہ برکت والی ذات ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بال نہیں کاٹتی تھیں کہتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ ان کو پکڑ کر لمبے کرتے اور ان کو پکڑتے تھے پیار سے۔[رواہ ابو داؤد]

یعنی ان کا مقصد یہ تھا کہ ان بالوں کو نبی ﷺ کے بابرکت ہاتھ لگے تھے اس لیے ان کو نہ منڈواتے اور کٹواتے البتہ جب جمہ (کندھوں تک) بال ہو جاتے ان کو کاٹ کر کانوں تک کر لیتے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ جمہ کو پسند نہیں کرتے تھے. نبی اکرم رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کی برکت کا یہ احترام تھا۔

بیعت رضوان والا درخت:

وہ درخت جس کے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس درخت کو اس لیے کٹوایا دیا تھا کہ شرک جو اس سے پہلے لوگوں کے دلوں میں جاگزیں یا ان کے قریب رہ چکا تھا راہ نہ پاسکے برکت کے حصول سے منع کرنے کے لیے ہرگز یہ کوشش نہ تھی۔

الجواب بعون الوھاب:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس درخت کو اسی لیے کٹوایا تھا کہ کہیں لوگ شرک میں مبتلا نہ ہو جائیں جیسا کہ طبقات ابن سعد (ج: 2، ص: 100) میں ہے کہ لوگ اس درخت کے پاس جا جا کر نمازیں پڑھنے لگے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے لوگوں کو ڈانٹا اور اس درخت کو کٹوا دیا۔ عرب میں چونکہ شرک عام تھا اور رسول اکرم ﷺ نے بڑی حکمت عملی سے ان کو

اس لعنت سے چھٹکارا دلایا تھا۔ مسند احمد میں ذکر ہے:

حضرت واقد اللیثی رضی اللہ عنہ نے کہا ہم: لوگ رسول اللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حنین کی طرف نکلے ہم ایک بیری کے درخت کے پاس سے گزرے میں نے کہا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے بھی کوئی ذات انواط مقرر کر دیجئے جیسا کہ کفار کے لیے ذات انواط ہے۔ (کفار اس درخت کے ساتھ اپنے ہتھیار اس بیری کے درخت کے ساتھ باندھتے تھے اور اس کے گرد بیٹھ کر عبادت کرتے تھے)"تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی بات سن کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور کہا یہ مطالبہ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا تھا، دریائے نیل سے گزر کر انہوں نے ایسے لوگ دیکھے جو بت کی پوجا کر رہے تھے۔ ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دو جیسا کہ ان لوگوں کا معبود ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان لوگوں کے راستہ پر چلو گے جو تم سے پہلے تھے۔(ابن کثیر تحت آیت :122 سورۃ الاعراف

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خدشہ تھا کہ آج یہ لوگ اس درخت کو متبرک سمجھ کر یہاں نماز پڑھتے ہیں کہیں یہ لوگ آئندہ اس درخت کی عبادت کرنا شروع نہ کر دیں جیسا کہ نوح علیہ السلام کے لوگ پہلے ان بزرگوں کے بتوں کو ایک یادگار سمجھتے تھے بعد میں ان بتوں کو ہی پوجنا شروع کر دیا اور حضرت نوح علیہ السلام سے صاف کہہ دیا کہ ہم "ود" "سواع" "یغوث" "یعوق" اور "نسر" کی عبادت نہیں چھوڑ سکتے۔

رفاعی صاحب کی یہ بات درست نہیں کہ برکت کے حصول سے منع کرنے کے لیے درخت نہیں کاٹا تھا دراصل برکت کا حصول کرتے کرتے ہی لوگ تو شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں جیسا کہ آج کل برصغیر میں اکثر لوگ برکت کا حصول کرتے کرتے شرک میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ آج بزرگوں کی قبروں پر وہی کچھ ہو رہا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عرب میں کافر کرتے تھے۔

جیسا کہ شاہ ولی اللہ نے "فوز اکبیر" میں لکھا ہے (ص۔65 پر) ذکر کرتے ہیں کہ اگر کوئی

شخص یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ مشرکین عرب کیسے شرک کرتے تھے، ان کے اعمال وعقائد کیسے تھے تو اس زمانے کے جاہل عوام کا حال دیکھ لو۔ اولیاء اللہ کی قبروں پر جاتے ہیں اور وہاں مختلف اقسام کے شرک کرتے ہیں بزرگوں کی قبروں پر جا کر روپے پیسے بھی چڑھاتے ہیں سجدے بھی کرتے ہیں اور وہاں بیٹھ کر عبادت بھی کرتے ہیں ان کے نام کے بکرے چھترے ذبح کرتے ہیں اور چاولوں کی دیگیں پکاتے ہیں قبروں پر چادریں چڑھاتے ہیں ۔ دودھ کی سبیلیں لگاتے ہیں جیسا کہ عرب بحیرہ نامی جانور کے دودھ کی سبیلیں لگاتے تھے. مسلم شریف میں حدیث ہے:

((ان البحيرة التي يمنع درها للطواغيت)) (مسلم شريف، ج:2، ص:382)

''بحیرہ نامی جانوروں کا دودھ بتوں کے نام پر سبیل لگانے کے لیے روک لیا جاتا تھا''

آج بھی بزرگوں کے مزاروں پر دودھ کی سبیلیں لگائی جاتی ہیں اور جس طرح وہ لوگ نعرہ لگاتے تھے:"اعل یا حبل' لنا عزیٰ ولا عزیٰ لکم". ویسے ہی نعرے آج بھی لگائے جا رہے ہیں: یا داتا علی ہجویری' یا علی حیدر' یا غوث اعظم' یا رسول اللہ' یا معین الدین چشتی پار لنگھا دے کشتی' یا بہاول حق بیڑے نوں دھک۔

بزگوں کے نام پر دودھ کی سبیل کو تبرک سمجھتے ہیں ان کے نام کی دیگیں پکائی جاتی ہیں جس کے کھانے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ (البقرة: 137)

''غیر اللہ کے نام کا کھانا حرام ہے۔''

یہ ہے وہ تبرک جسے یہ لوگ قبروں پر جا کر حاصل کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

''اساف بت صفا پہاڑی پر تھا اور نائلہ بت مروہ پہاڑی پر تھا اور مشرک لوگ ان کو چھوتے تھے اور ان کو چومتے تھے۔ اسلام آیا تو ان کے درمیان طواف کرنے کو گناہ جانا اور یہ آیت نازل ہوئی:

﴿اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾ (البقرة: 158)

پھر وہ بت توڑ دیئے اور ان کے درمیان طواف کرنے کو فرض کر دیا گیا اور عمرے کا ایک رکن بنادیا گیا اور اماں ہاجرہ کی یاد تازہ کر دی۔

آج بھی بہت سے مسلمان بزگان دین کے مزاروں پر جاتے ہیں اور ان کو چھوتے اور چومتے ہیں جبکہ یہ عمل جائز نہیں اور حجر اسود کے چومنے پر قیاس کرتے ہیں جبکہ حجر اسود کو چومنے اور ہاتھ لگا کر چھونے کا حکم اللہ رب العزت نے دیا ہے اور حجر اسود کو چومنے سے گناہ جھڑتے ہیں بلکہ حدیث میں یہ بھی ذکر ہے کہ:

''حجر اسود کو جو شخص چھوئے گا قیامت کے دن اس کی زبان اور آنکھیں ہوں گی اور اس کی اللہ کے ہاں گواہی دے گا'' (ترمذی' حدیث حسن)

''حجر اسود کو چھونا گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے'' [رواہ الترمذی. مشکوٰۃ. جلد دوم]

جو شخص حجر اسود کو چھوئے گا اس کو بوسہ دے گا قیامت کے دن اس کی زبان اور آنکھیں ہونگی حجر اسود اس کے ایماندار ہونے کی گواہی دے گا'' [رواہ الترمذی]

ایک حدیث میں ذکر ہے:

((ان الركن والمقام يا قوتتان من يا قوت الجنة.))

''حجر اسود اور مقام ابراہیم دونوں جنت کے یاقوتوں میں سے یاقوت ہیں'' [مسند احمد جلد نمبر. 5 صحیح]

صرف حجر اسود کو چھونے کا حکم ہے، مقام ابراہیم کو چھونے کا حکم نہیں' اس کے پاس مصلیٰ بچھانے کا حکم ہے، مقام ابراہیم کو چھو کر تبرک حاصل کرنے کا حکم نہیں مگر آج مسلمان بزرگان دین کی قبروں کو چھوتے اور چومتے ہیں بلکہ بزرگوں کی قبروں پر پنکھا بھی جھولتے ہیں تا کہ بزرگ کو گرمی نہ لگے' بلکہ میں نے بعض جاہلوں کا بزرگوں کی قبروں پر مٹھی بھرتے بھی دیکھا ہے تا کہ ان کی تھکاوٹ دور کرے ان کا خیال ہے ایسا کرنے سے ان کی تھکاوٹ دور ہوگی اور ان کی قبروں پر

چڑھاوے چڑھاتے ہیں، اس کو بطور تبرک کے کھاتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں بھی مشرکوں کی یہی رسم تھی کہ وہ بتوں پر چڑھاوا چڑھاتے تھے پھر اس کو تبرک سمجھ کر کھاتے تھے جیسا کہ بخاری شریف جلد دوم میں ہے:

''نبوت سے پہلے آپ ﷺ کے سامنے دستر خوان پیش کیا گیا اس میں گوشت تھا تو رسول مقبول ﷺ نے فرمایا: ''میں ایسے جانور کا گوشت نہیں کھاتا جسے تم اپنے انصاب پر ذبح کرتے ہو میں صرف وہی گوشت کھاتا ہوں جو صرف اللہ تعالیٰ کے نام کا ہو۔'' [بخاری جلد دوم ص. 827باب ما ذبح علی النصب کتاب الذبائح]

انصاب سے مراد وہ مقامات ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کرنے کے لیے مخصوص ہوں یا وہ مقات جہاں اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر قربانی یا نذر و نیاز چڑھانے کے لیے مخصوص کیے گئے ہوں۔

جیسا کہ حدیث میں ذکر ہے:

''حضرت ثابت ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نذر مانی کہ وہ ''بوانہ'' کے مقام پر اونٹ ذبح کرے گا رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو اس بات کی خبر دی تو آپ نے فرمایا: ''کیا وہاں کوئی بت تھا زمانہ جاہلیت کے بتوں میں سے جس کی عبادت کی جاتی تھی۔ اس نے کہا نہیں۔ کہا: ''وہاں کافر او رمشرک لوگ عید مناتے تھے''۔ انہوں نے کہا نہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا اپنی نذر پوری کرلو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معصیت میں نذر کا پورا کرنا جائز نہیں'' [رواہ ابو دائود .مشکوٰۃ جلد دوم.ص298]

ان احادیث سے ثابت ہے ہوا کہ بزرگوں کی قبروں پر جانور ذبح کرنا اور اس کا گوشت لوگوں کو کھلانا یا وہاں چڑھاوے چڑھانا اور پھر اس کو بطور تبرک لوگوں کو کھلانا درست نہیں بلکہ حرام ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾[البقرة:173]

''بلاشبہ تم پر مرداراور وہ خون جو ذبح کرتے وقت بہتا ہے(دم مسفوح) کہا جاتا ہے اور سور کا گوشت وہ اشیاء جن پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔''

یعنی صرف یہ نہیں کہ جس جانور کو ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیکر ذبح کیا جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے کہ یہ چیز فلاں بزرگ کے نام کی ہے جب بھی کسی بزرگ یا ولی اللہ کے نام کے خاص کر کے اس کو تقسیم کیا جائے یا کھایا جائے تو یہ کھانا حرام ہے۔ یہ تمام تبرکات ممنوع اور حرام ہیں جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہیں۔

مقامات مقدسہ کا قصد:

سید یوسف رفاعی صاحب نے مقامات مقدسہ کا قصد کرنے کا ذکر کیا اور کہا کہ بابرکت مقامات وآثار کا قصد کرنا جہاں دعا اور توسل کے مقبول ہونے کی توقع کی جاسکتی ہے مثلاً مساجد اور مزارات شریعت کا حکم منصوص ہے۔ پھر لکھا ہے کہ شب معراج بیت المقدس جاتے ہوئے براق سے اتر کر متعدد مقامات پر نماز ادا کی۔ مثلاً: طور سینا اور مولد عیسیٰ، پھر حج کے دوران دعا اور عبادت کے لیے معین مقامات کا اختیار کرنا اس دعوے کی بڑی دلیل ہے۔ اس عبادت میں رفاعی صاحب نے امت مسلمہ کو گمراہ کرنے کا عجیب طریقہ استعمال کیا ہے، بزرگوں کی قبروں کو زیارت گاہ قرار دینا اس کی شریعت میں کوئی حکم منصوص نہیں ہے اور نہ ہی رفاعی صاحب نے کوئی شرعی دلیل پیش کی ہے حدیث شریف میں صرف استناد کر ہے کہ:

((كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا وَتُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ)) [رواه ابن ماجه و مشكوة۔باب زيارت القبور]

''میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا پس تم قبروں کی زیارت کر سکتے ہو پس تحقیق قبروں کی زیارت کرنا دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتا ہے اور آخرت کی یاد دلاتا ہے۔''

دوسری روایت میں:

''قبروں کی زیارت کرنا موت کی یاد دلاتی ہے۔''

یہ کسی حدیث میں نہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے مزرات کی زیارت کا حکم دیا ہو اور مکہ کے مقامات مثلاً: بیت اللہ' صفا مروہ' منیٰ' کا میدان عرفات' مزدلفہ' مسجد نبوی اور دیگر مساجد مسجد اقصیٰ یہ سب شعائر اللہ ہیں لیکن بزرگوں کی قبروں کو مزارات کہہ کر شعائر اللہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا درست نہیں اور طور سینا اور بیت اللحم وہاں کوئی مزار نہیں، دوران سفر آپ ﷺ کو یہ جگہیں دکھائیں کہ کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی اور بیت اللحم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے ان دو مقاموں پر معراج کے علاوہ نہ آپ خود گئے اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ تم بیت اللحم' طور سینا میں جا کر نماز پڑھا کرو یہ سیر تھی اور سیر میں بہت کچھ دکھایا جاتا ہے۔

البتہ قبرستان میں جانے کا اور مردوں کے لیے دعا کرنے کی اجازت ہے۔ قبرستان میں جانے سے موت یاد آتی ہے آخرت کی فکر دامن گیر ہوتی ہے۔ مگر مزرات پر جو لوگ جاتے ہیں موت اور آخرت کا فکر نہیں بلکہ اہل قبور سے مانگتے ہیں ان کو خوش کرنے کے لیے ان کی نذر و نیاز دیتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے بزرگوں کے مزارات بنا رکھے تھے اور مشرکوں نے بزگوں کے بت بنا رکھے تھے جس طرح ہندوؤں نے بت بنا رکھے ہیں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ﴾ [سورۃ الاعراف: 194]

''جن کو اللہ کے سوا (اپنی حاجات کے لیے) پکاتے ہو وہ تو تم جیسے بندے ہیں' (اچھا) تم ان کو پکارو اگر سچے ہو تو چاہیے کہ وہ تم کو جواب بھی دیں''۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ اے علی!

''اپنے ساتھ ایک جماعت لے جاؤ اور ہر ذی روح کی تصویر کو مٹا دو، بلند قبر زمین سے ملا دو'' اور اس کے علاوہ قبروں کو پختہ بنانے سے ان پر مجاور بن کر بیٹھنے سے ان پر عمارت کھڑی کرنے سے اور ان پر کتبے لکھ کر لگانے سے منع فرمایا۔[مسلم شریف جلد اول.ص.312]

مگر بدعقیدہ مسلمان لوگ برصغیر میں یہ سب کچھ کر رہے ہیں اور ان کا نام مزارات رکھا ہوا ہے جہاں دن رات شرک کیا جا رہا ہے۔

مندرجہ بالا عبادات میں مزارات کا ذکر ان ہی مزارات کی طرف اشارہ ہے جو شرک کے گڑھ اور اڈے ہیں قبروں کو پختہ کیا جا رہا ہے ان پر عمارتیں کھڑی کی جا رہی ہیں ان پر کتبے لکھ کر لگا رکھے ہیں اور ان پر مجاور بن کر بیٹھے ہیں ان پر بکرے چھترے اور چاولوں کی دیگوں کے چڑھاوے چڑھ رہے ہیں اور ان مزاروں پر سجدے ہو رہے ہیں دودھ کی سبیلیں لگائی جاتی ہیں، مزامیر کے ساتھ قوالی ہوتی ہے اور میلے لگائے جاتے ہیں اور عرس رچائے جاتے ہیں۔

غرض یہ کہ شرکیہ کام دھوم دھام سے کیے جاتے ہیں۔ کیا یہ اسلام کے کام ہیں......؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ قبروں کو مزارات بنانے کی اجازت دی ہے......؟ اور صحابہ کرام نے اپنے ترقی کے دور میں شہداء اور صحابہ کے مزار بنائے......؟ حالانکہ اس امت میں صحابہ کرام سے افضل کوئی نہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے جنت کی اور اپنی رضا کی خوشخبری سنائی ہے اور ایسے کام کرنیوالے یہودی اور عیسائی پر لعنت بھیجی جو نبیوں اور ولیوں کے مزار بنا کر پوجا کرتے تھے۔ فرمایا:

((وَاِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيْهِمْ مَسَاجِداً اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوْا الْقُبُوْرَ مَسَاجِداً اِنِّيْ اَنْهَاكُمْ عَنْ ذَالِكَ))

[رواہ المسلم، مشکوۃ، باب المساجد و مواضع الصلوۃ]

''خبردار تم سے پہلے لوگوں نے اپنے نبیوں اولیاء اللہ کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا اور میں تم کو منع کرتا ہوں تم ایسا نہ کرنا''

دوسری حدیث میں ہے کہ:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِداً))

[بخاری ومسلم باب المساجد' وباب مواضع الصلوٰة. مشکوٰة]

''ان یہود ونصاریٰ پر اللہ کی لعنت جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا''

غور کرو قبروں پر مزار بنانے والوں پر اور ان پر سجدہ کرنے والوں پر رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیج رہے ہیں اور رفاعی صاحب یہود ونصاریٰ کا عملی سبق امت محمدیہ کو پڑھا رہے ہیں کہ تم مزار بناؤ اور پوجو۔ کیا اسلام کی خدمت اور یہ اسلامی عقیدہ ہے......؟

. رفاعی صاحب کو یہ سب کچھ معلوم ہے جو بزرگوں کی قبروں پر آج کل ہو رہا ہے جس کی طرف شاہ ولی اللہؒ نے ''فوز الکبیر'' میں ذکر کیا ہے مگر رفاعی صاحب حق گوئی سے عاری ہیں۔ موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کی اکثریت مساجد کو چھوڑ کہ مزاروں پر پڑے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ سے اس قدر نہیں ڈرتے کہ جس قدر اہل قبور کا ڈر ان کے دل میں جاگزیں ہو چکا ہے۔ پورے برصغیر پاک وہند میں مزارات اس کثرت سے ہیں جس طرح عرب میں پھیلے ہوئے ہیں اور ہندوستان کے مندروں میں جو کچھ ہوتا ہے وہی کچھ ان مزارات پر ہوتا ہے اور کفار عرب جو شرکیہ افعال کرتے تھے۔ آج وہی کردار مسلمان انجام دے رہے ہیں۔

ان مزارات کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

حضرت سیف الدین کا مزار لاہور میں' حضرت علی بن عثمان ہجویری کا مزار لاہور میں' حضرت زین العابدین کا مزار ملتان میں' حضرت سید یعقوب زنجانی کا مزار ڈیرہ غازی خان میں' سخی سرور کا مزار ڈیرہ غازی خان میں' بہاؤ دین زکریا کا مزار ملتان میں' فرید الدین مسعود المعروف گنج شکر کا مزار پاکپتن میں' شمس تبریز اور شاہ رکن الدین کا مزار ملتان میں' حضرت میراں محمد شاہ کا مزار لاہور میں' شاہ بہاودین کا مزار حجرہ شاہ مقیم میں' شاہ لطیف باری نور پور میں' سید بھلے شاہ کا مزار قصور میں' پیر سلطان احمد کھٹل کا جلال پور پیر والا میں۔ مخدوم شہاب

العصر کا مزار بہاول پور میں' نور محمد کا مزار چشتیاں میں' سلطان باہو گڑھ مہاراجہ میں' عبدالقادر شاہ کا مزار شاہ کوٹ میں

شاہ عبدالرحمٰن کا مزار بھڑی میں' سید احمد کا مزار کوٹلہ میں شاہ دولہ کا مزار گجرات میں' نور محمد کا مزار جیورہ میں' مہر علی شاہ کا مزار گولڑہ میں' جمال علی کا مزار علی پورہ میں' شیر محمد کا مزار شرق پور میں' خدا بخش کا مزار ساہیوال میں' لال شہباز قلندر کا مزار رسندھ میں' جہاں آج کل حج شروع ہو چکا ہے اور چھپڑ میں سے پانی کی بوتلیں بھر کر دی جاتی ہیں اور خوب پیسے کمائے جاتے ہیں اس پانی کو آب زم زم سے تشبیہ دیتے ہیں۔

میں نے ان چند مشہور مزارات کا ذکر کیا ہے۔ ورنہ ملک پاکستان میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مزار لوگوں نے بنائے ہیں اور کچھ جعلی مزار بھی روٹی کمانے کے لیے بنائے ہیں جہاں چڑھاووں کی خوب آمدنی ہے۔ علامہ اقبال مرحوم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

نہیں آتا دنیا میں جن کو کوئی فن تم ہو
بجلیاں آسودہ ہوں جس میں وہ خرمن تم ہو
نہیں جس کو پروائے نشیمن وہ تم ہو
بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن وہ تم ہو
تم جو نکو نام ہو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے اگر مل جائیں صنم پتھر کے
صوفی و برہمن میں کیا فرق رہا باقی
وہ بت کی کرے پوجا یہ پوجے مزاروں کو
بتوں سے تم کو امیدیں خدا سے نہ امیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

پھر یہ دعا کرتے ہیں:

عطا کردے انہیں یا رب بصارت بھی بصیرت بھی
مسلمان آکے لٹتے ہیں سوادِ خانقاہی پر

حضرت علامہ مولانا الطاف حسین حالیؒ دکھ روتے ہیں:

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر
جو ٹھرائے بیٹا خدا کا تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
جھکے آگ پر بہرِ سجدہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پر دن رات نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ اسلام میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ توحید بگڑے نہ ایمان جائے
وہ دین جس سے توحید پھیلی جہاں میں
ہوا جلوہ گر حق زمین و زماں میں
رہا شرک باقی نہ وہم و گماں میں
وہ بدلا گیا آکے ہندوستان میں
ہمیشہ سے اسلام تھا جس پہ نازاں
وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلماں

اب تو حضرت علی ہجویریؒ کے مزار پر ٹوٹیاں بھی لگادی گئی ہیں جہاں سے لوگ آب زمزم سمجھ کر پانی بھرتے ہیں۔

یا للعجب ضیعة العلم والادب۔

طرز بیان گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

ان مزاروں پر جانے سے اب توبہ کرو جہاں ہر وقت شرک کا سبق پڑھایا جاتا ہے۔

﴿وَ تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [النور: 31]

''اے مومنوں سب کے سب توبہ کرو تاکہ تم آخرت میں کامیاب ہو جاؤ''۔

قبروں کو بلند کرنا ان پر عمارت بنانا اور ان پر گنبد تعمیر کرنا' صحابہ کرام کے زمانے سے لے کر اس وقت تک کے علماء حق کا اس پر اتفاق ہے کہ قبروں پر عمارت تعمیر کرنا منجملہ بدعتوں میں سے ایک بدعت ہے جس سے نبی اکرم نے منع فرمایا ہے امت مرحومہ کے لیے بہت بڑا فتنہ ہے۔

ابن جریرؒ نے ﴿اَفَرَاَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى﴾ کی تفسیر میں لکھا ہے:

الأت كان يلت السويق عكفو على قبره۔

یہ ''لات'' لوگوں کے لیے ستو بناتا تھا تو لوگ اس کے مرنے کے بعد اس کی قبر پر اس کی عبادت کرنے لگے''

اور اپنی حاجات میں اسے پکارنے لگے جب کہ یہ مشرکوں کی عبادت ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا تھا:

((يَافَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ لَا اُغْنِيْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا))

''اے فاطمہ بنت محمد ﷺ! میں تجھے اللہ کی مرضی کے خلاف کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکوں گا'' [باب الانذار والتحذير' مشكوٰة بحواله بخارى و مسلم]

غور کرو جب نبی اکرم ﷺ کا یہ قول اپنے خاص رشتہ داروں کے بارے میں ہے تو باقی

لوگوں کی کیا مجال ہے کہ وہ دوسروں کو فائدہ پہنچا سکیں نہ تو وہ نبی ہیں اور نہ ہی اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔ جاہل لوگ جب یہ دیکھتے ہیں کہ بزرگوں کی ان قبروں پر چادریں چڑھی ہوئی ہیں، چراغ جل رہے ہیں، خوشبو کی انگیٹھیاں رکھی ہیں، تو ان قبروں پر صاحب قبر کا رعب اور خوف طاری ہو جاتا ہے اور شیطانی عقائد جنم لینے لگتے ہیں بندہ کو گمراہ کرنے کے لیے شیطان کا یہ سب سے بڑا حربہ ہے۔ عام قبرستان میں یہ بات نہیں اور مجاور اہل قبر کی جھوٹی کرامات سنا سنا کر بھی جاہل لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اس سے متاثر ہو کر جاہل لوگ پھر صاحب قبر کی نذر مانتے ہیں جو صریح شرک ہے:

﴿وَ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ [البقرة: 270]

"اللہ کے حکم کے خلاف غیر اللہ کے نام پر جو خرچ کرتے ہو یا غیر اللہ کی نذر مانتے ہو اللہ اسے جانتا ہے ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں"۔

امام ابو حنیفہؒ کو ماننے والوں کے لئے امام صاحب کا ایک واقعہ لکھتا ہوں شاید یہ لوگ مزاروں پر جا کر اہل قبور سے حاجات مانگنے سے باز آ جائیں۔

غرائب فی تحقیق المذاهب میں لکھا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ولیوں اور بزرگوں کی قبروں پر جا کر سلام کر کے ان سے کہتا ہے کہ میں مہینوں سے آپ کے پاس آ رہا ہوں اور صرف یہ التجا کرتا ہوں کہ آپ اللہ سے میرے لیے دعا کریں مجھے نہیں معلوم کہ آپ کو اس میرے آنے اور عرض کرنے کا علم بھی ہے یا نہیں آپ نے یہ سن کر اسی سے پوچھا بتاؤ ان صالحین نے کوئی جواب دیا، اسنے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا تف ہے تجھ پر تیرا برا ہو تو ان مُردوں سے کلام کرتا ہے جنہیں جواب دینے کی بھی طاقت نہیں جو کسی چیز کے مالک نہیں بلکہ وہ آواز تک نہیں سنتے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

وَ مَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ (فاطر: 22)

''تو (محمد ﷺ) قبروں کے مُردوں کو نہیں سنا سکتا''۔

پھر افسوس ہے ان پر جو دن رات کچے پکے مزارات پر سر ٹکاتے ہیں اور مُردوں کو پکارتے ہیں اور اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں۔ حج کے دوران دعا اور عبادت کے لیے معین مقامات اللہ تعالیٰ نے مقرر کیے ہیں وہاں ہر سال جا کر دعا اور عبادت کریں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے اجازت ہے خود رسول اکرم ﷺ ان مقامات پر گئے دعا اور عبادت کی مگر نام نہاد مزاروں اور خانقاہوں اور آستانوں پر ہرگز نہیں گئے نہ ہی آپ کا کوئی صحابی کسی دربار، مزار، خانقاہ اور آستانہ پر گیا اور نہ ان مقامات پر جانے کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کوئی حکم دیا ہے۔

حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ثواب اور برکت حاصل کرنے کی غرض سے سوائے تین مساجد کے سفر نہ کیا جائے وہ تین مساجد یہ ہیں: ''مسجد الحرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ'' [مشکوٰۃ، باب المساجد]

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا کہ اہل جاہلیت اپنے زعم میں بعض مقامات کو بابرکت سمجھ کر ان سے برکت حاصل کرنے کے لیے ان کی زیارت کرتے تھے اور اسی طرح ان کا قصد کرنے اور ان کو بابرکت جاننے میں تحریف اور فساد اس قدر ہے کہ کسی سے پوشیدہ نہیں، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے یہ طریقہ بند کر دیا تاکہ شعار اللہ غیر شعائر میں نہ مل جائیں اور غیر اللہ کی پرستش کا ذریعہ نہ بن جائیں، اور میرے نزدیک اولیاء اللہ کی قبریں اور عبادت گاہیں نیز کوہ طور وغیرہ اس میں سب برابر ہیں اور ان کی طرف بغرض عبادت اور برکت حاصل کرنے کے سفر کرنا حرام ہے۔[حجۃ اللہ البالغہ]

رہی مسجد قبا کی بات کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے:

''جو پاک ہو کر اپنے گھر سے مسجد قبا میں جا کر دو رکعت نماز پڑھے تو اس کو عمرے کے برابر ثواب ملتا ہے'' [نسائی شریف کتاب المساجد باب فضل مسجد قبا]

اس فرمان رسول پر قیاس کرکے بزگوں اولیاء اللہ کی قبروں کی طرف سفر کرنا حرام ہے۔ بہت سے صحابہ کرام شہید ہوئے مگر کسی صحابی نے نہ ان کے مزار بنائے اور نہ ہی صحابہ اور تابعین نے شہداء صحابہ کی قبروں پر تبرک حاصل کرنے کی غرض سے سفر کئے جس طرح موجودہ زمانہ میں بدعقیدہ مشرکانہ ذہنیت رکھنے والے لوگ اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کی غرض سے سفر کرتے ہیں اور وہاں جا کر نذرانے اور چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور وہ چڑھاوا چڑھانے والے بزرگوں کی قبروں کو سجدے بھی کرتے ہیں اور وہاں [تا اللہ' باللہ' واللہ] میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ لوگ بزرگوں کی قبروں پر سجدہ کرتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک احترام رسول ﷺ اس قدر تھا کہ آپ ﷺ کے ناک مبارک اور منہ کا لعاب کسی پر پڑ جاتا تو "دلك بها وجهه وخده" اپنے منہ اور جسم پر مل لیتے تھے۔

[بحوالہ: الرحیق المختوم' ص. 340]

یہ نبی کا تبرک تھا اس پر قیاس کرکے اور کسی بزرگ کے لعاب اور اینٹ کو تبرک نہ جانیں کبھی بھی کسی صحابی نے دوسرے صحابی کے لعاب اور اینٹ کو یہ عزت نہیں بخشی اور نبی اکرم نے جابر رضی اللہ عنہ کی گوشت والی ہنڈیا میں اور آٹے میں لعاب ڈالا تھا یہ نبی کا تبرک تھا کسی اور کے لعاب میں یہ برکت نہیں کہ مشرکانہ عقیدہ رکھنے والا اس پر قیاس کرکے بزرگوں کے لعاب کو بھی وہی اہمیت دے۔ فافهم وتدبر ولا تكن من الغافلين.

ائمہ کرام اور مزعومہ تبرک:

اس کے تحت لکھتے ہیں امام احمد بن حنبلؒ نے نبی اکرم ﷺ کے روضہ مبارکہ کو بطور تبرک بوسہ دینے کو جائز قرار دیا ہے۔ یہ فضول بات ہے اور مشرکین عرب کے عمل سے مشابہ ہے ایسا عمل اہل اسلام کے لئے حجت نہیں ہے۔ صحابہ کرام میں سے کسی نے نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کو بوسہ نہیں دیا اور روضہ مبارک تو نبی اکرم ﷺ کی قبر شریف کئی سو سال کے بعد بنایا گیا

ہے۔لہٰذا یہ عمل اہل اسلام کے لیے حجت نہیں اورنہ ہی یہ کوئی تبرک ہے کسی کا ذاتی عمل امت کے لیے حجت نہیں نبی اکرم نے فرمایا:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ))[مسلم]

''جس نے کوئی عمل کیااوراس پر ہمارا حکم نہیں وہ عمل مردود ہے''

کسی صحابی نے ابوبکر رضی اللہ عنہ' عمر رضی اللہ عنہ' علی رضی اللہ عنہ' کے کپڑے دھوکرنہیں پیئے۔اگرامام احمد نے امام شافعی کی قمیض دھوکر پی لی تو یہ کوئی امت کے لیے دلیل نہیں۔رفاعی صاحب نے اس قسم کی اور بھی باتیں لکھی ہیں جن سے شرک کی بو آتی ہے۔

رہانبی اکرم کے ﷺ بالوں کی برکت اس پر دوسروں کے بالوں کی برکت کو قیاس نہ کریں ایسے ہی نبی اکرم کی جبہ کی برکتیں تھیں اس پر بھی دوسرے بزرگوں کے جبوں کو قیاس نہ کریں کہ ان میں بھی وہی برکت ہے۔ایسا عقیدہ باطل ہے پھر لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کے منبر شریف کے لٹو کو بطور تبرک کے پکڑتے یعنی تبرک وتوسل کے لیے ٹھیک ہے منبر شریف کے لٹو کو ہاتھ لگاتے ہونگے مگر اس سے توسل لینے کا عقیدہ کتاب وسنت سے ثابت نہیں۔یہ رفاعی صاحب کا اپنا عقیدہ ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کی وفات کے بعد نبی ﷺ کا توسل نہیں لیا بلکہ آپ کی وفات کے بعد بارش کے حصول کے لیے آپ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنایا مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کا توسل نہیں لیا تو منبر کے لٹو کا توسل کیسے لیتے لہٰذا یہ باتیں زبانی جمع خرچ ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا منبر سے تبرک حاصل کرنا:

رفاعی صاحب نے پھر عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا ہے کہ وہ منبر شریف پر نبی اکرم ﷺ کے بیٹھنے کی جگہ پر ہاتھ رکھ کر پھر اپنے چہرے پر رکھتے تھے۔کسی شخص کا عمل امت کے لیے حجت نہیں ہوسکتا کہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے نہیں اس پر بھی دوسرے

بزرگوں کے بیٹھنے کی جگہ کو قیاس نہیں کر سکتے جس طرح آج کل مشرکانہ عقیدہ رکھنے والے مسلمان کر رہے ہیں۔

پھر لکھا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ملک شام سے واپس آئے تو انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے روتے ہوئے حجرہ نبویہ کی دہلیز پر اپنے رخسار ملے۔

یہ بے ثبوت بات ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ شام سے واپس نہیں آئے بلکہ وہیں وفات پائی صاحب مشکوٰۃ اکمال فی اسماء الرجال میں لکھا ہے:

بلال ابن رباح مولیٰ ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما مکہ میں آکر شروع میں مسلمان ہوئے پھر کفار نے ان کو بہت تکلیفیں دیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ملک شام چلے گئے وہیں پر 63 سال کی عمر میں وفات پائی وہ مدینہ میں واپس نہیں آئے۔

رفاعی صاحب نے یہ بالکل بے ثبوت بات لکھی ہے رفاعی صاحب بزگان دین کی قبروں پر تبرکاً اپنے ہاتھ رگڑیں یہ بات کسی طرح درست نہیں سید رفاعی صاحب نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بھی ایسی ہی بات لکھی ہے کہ انہوں نے روضہ اقدس سے برکت حاصل کی یہ بھی بے ثبوت زبانی جمع خرچ ہے۔

پھر ذکر کیا کہ صحابہ کرام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں اور وضو کا پانی 'لباس اور چادر کو بطور تبرک حاصل کیا اس میں کسی مسلمان کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ اس پر دوسرے بزرگوں کے لباس اور بال اور وضو کے پانی کو قیاس نہ کریں۔

مسئلہ توسل

توسل کا پہلا طریقہ:

﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْآ اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (المائدہ : 35)

''اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے اور تلاش کرو اس کی جناب میں وسیلہ اور جہاد کرو اس کی راہ میں تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لَا تَحْوِيْلًا﴾ (بنی اسرائیل:56)

''کہہ دیجیے پکارو تم ان کو جنہیں تم معبود خیال کرتے ہو اللہ کے سوا پس وہ تو نہیں مالک ہٹانے کے تکلیف کو تم سے اور نہ بدلنے کے۔''

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا﴾ (بنی اسرائیل:57)

''یہ لوگ جنہیں وہ پکارتے ہیں تلاش کرتے ہیں اپنے رب کی طرف وسیلہ کہ کون ان میں سے زیادہ قریب ہے اللہ سے اور امید رکھتے ہیں اس کی رحمت کی اور ڈرتے ہیں اس کے عذاب سے' بے شک عذاب آپ کے رب کا ڈرنے کی چیز ہے''۔

آیات کی تشریح:

مذکورہ بالا آیات میں سے پہلی آیت میں تقوی کا حکم ہو رہا ہے۔وہ بھی اطاعت سے ملا ہوا' مطلب یہ ہے کہ اللہ کے منع کردہ کاموں سے جو شخص رک رہا ہے اس کی طرف قربت یعنی نزدیکی تلاش کرے۔وسیلے کا یہی معنی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی اطاعت اس کی مرضی کے اعمال کرنے کے ساتھ

اس کا قرب حاصل کرو۔امام ابن جریر رحمہ اللہ نے کہا کہ وسیلہ کا معنی قرب اور نزدیکی ہے۔وسیلے کے معنی اس چیز کے ہیں جس مقصود حاصل کرنے کی طرف پہنچا جائے اور وسیلہ جنت کی اس اعلیٰ اور بہترین منزل کا نام بھی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی جگہ اس کا ساتھ عرش کے زیادہ قریب یہی درجہ ہے۔بخاری شریف کی حدیث میں اور مسلم شریف کی حدیث میں کہ مؤذن کی اذان کے ساتھ ساتھ اذان کے لفظ کہتے رہو اور ''حی علی الصلوٰۃ'' اور ''حی علی الفلاح'' کی جگہ لاحول ولاقوۃ الاباللہ کہتے رہو۔جب اذان ختم ہوجائے تو تم مجھ پر درود شریف پڑھو۔جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ دس مرتبہ رحمتیں نازل کرتا ہے۔پھر یہ دعا پڑھو:

((اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّداً الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامَ مَحْمُوْداً الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ۔))

اس دعا میں وسیلہ کا ذکر ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے لیے اللہ سے وسیلہ مانگو۔وہ جنت کا ایک درجہ ہے جسے صرف ایک ہی بندہ پائے گا۔مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں۔طبرانی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔اللہ تعالیٰ مجھے وسیلہ عطا کرے جو شخص دنیا میں میرے لیے یہ دعا کرے گا قیامت کے دن میں اس کا سفارشی بن جاؤں گا۔

سورۃ المائدہ کی وسیلہ والی آیت سے ثابت ہوا کہ آخرت میں نجات پانے کے لیے اللہ تعالیٰ اور آس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے احکام پر عمل ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾

''میرا رسول تم کو جو احکام دے ان کو قبول کر کے ان پر عمل کرو (اس میں تمہاری نجات ہے) اور جن کاموں سے منع کرے ان سے باز آجاؤ (ورنہ دوزخ میں جانا پڑے گا)''

اتباع رسول ﷺ اور اطاعت رسول ﷺ ہی نجات کے لیے وسیلہ ہے۔قرآن

مجید میں ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اَطِیْعُوا اللہ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لاَ تُبْطِلُوْآ اَعْمَالکُم﴾

(محمدe:33)

''اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو اس کے رسول کا اور اس کے (رسول کی نافرمانی کر کے) اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے سے اعمال قبول ہوں گے اور نجات کا زریعہ بن جائے گا اور اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے سے اعمال برباد ہو جائیں گے، دوزخ میں جانا پڑے گا۔ تمام صحابہ کرام اور تمام تابعین عظامؒ، محدثینؒ، فقہائے دینؒ کا اسبات پر اجماع ہے کہ صرف اللہ اور اسے کے رسول کی اطاعت اور اتباع سے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے۔ ایک اور آیت میں اس بات کی مزید وضاحت ہے:

﴿ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللہ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَ اللہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْم﴾ (آل عمرانؑ: 31)

''کہہ دیجئے اے محمد ﷺ! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو پھر اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ غفور رحیم ہے۔''

اس آیت سے بالکل واضح ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دوستی اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا وسیلہ صرف رسول اللہ کی اتباع اور پیروی میں ہے۔

پیروی مصطفیٰ ہے اصل دین
ماتقی تلبیس و ابلیس لعین

اور اس کے بعد دوسری آیت میں اطاعت کا ذکر ہے۔ فرمایا:

﴿قُلْ اَطِیْعُوْ اللہَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللہ لَایُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ﴾

''کہہ دیجئے اے محمد! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اس کے رسول کی پھر اگر یہ

لوگ پھر جائیں پس اللہ تعالیٰ نہیں محبت کرتے کافروں سے۔''

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری ہی اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔اور ار کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور فرماں برداری نہیں کرتا وہ کافر ہے۔

یہی فیصلہ ہے کتاب ہدٰی کا
مخالف نبی ﷺ کا دشمن خدا کا

یاد رہے کہ اطاعت قول میں ہے اور اتباع فعل میں ہے۔یعنی رسول ﷺ نے جو کچھ فرمایا اس کو مان لینا یہ اطاعت ہے اور آپ نے جو کچھ کر دکھایا اس کام کو اسی طرح کرنا یہ اتباع ہے۔اس لیے اطاعت اللہ کی بھی کی جاتی ہے اور اس کے رسول کی بھی مگر اتباع صرف رسول اللہ کی ہے۔اللہ کی اتباع نہیں۔اس لیے کہ اللہ کسی کے لیے نمونہ نہیں۔اللہ تعالیٰ کسی کو کام کر کے نہیں دکھاتے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: 21)

''بلاشبہ تمہارے لیے رسول کی ذات بابرکات میں عمل کا بہترین نمونہ ہے''

اور فرمایا:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾

''جو شخص رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرے گا تحقیق اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔''

کیونکہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نمائندے ہیں اس لیے جس نے ان کا حکم مان لیا تو گویا اسنے اللہ کا حکم مان لیا۔یہی وسیلہ ہے جس سے اللہ کا قرب نصیب ہوگا۔تمام نبیوں،فرشتوں اور تمام اُمتوں پر فرض ہے کہ پیغمبروں کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کا حکم مانیں۔انبیاء و رسول بھی حکم الٰہی پر عمل کریں اور امتیں بھی۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ

لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾(الانعام: 162,163)

''بلاشبہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے جو سب جہانوں کو پالنے والا ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں اللہ کے فرمانبرداروں میں پہلا فرمانبردار ہوں۔''

اللہ تعالیٰ اسی کو اپنا قرب عطا کرتا ہے جو اس کا حکم بجالاتا ہے اور اللہ کا حکم وہی مانتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کرتا ہے۔یہی اطاعت اور پیروی قرب ولایت کا وسیلہ ہے اور نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَاا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَاا هُمْ يَحْزَنُوْن. اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْن﴾ (یونس:62,63)

''یاد رکھو جو اللہ کے دوست ہیں روز قیامت ان کو کوئی خوف ہوگا اور نہ غم۔اور یہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر صدق دل سے ایمان لائے اور اس کی حکم عدولی سے ڈرتے رہے۔''

توسل کا دوسرا طریقہ:

توسل کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ زندگی میں اللہ تعالیٰ کے نبی و رسول سے دعا کرائی جائے یا کسی اللہ تعالیٰ کے ولی اور صالح انسان سے دعا کروائی جائے۔یعنی زندہ انسان کی دعا کو وسیلہ بنایا جائے۔حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا کیجئے اللہ تعالیٰ میری بینائی لوٹا دے۔آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو کہ میں تمہارے لیے دعا کروں اور اگر تم چاہو تو صبر کر لو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔اس نے عرض کی حضور دعا ہی فرما دیجئے۔پھر آپ ﷺ نے اس کو اچھی طرح وضو کرنے کا حکم دیا اور دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا اور یہ دعا مانگنے کو کہا:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ ﷺ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّی اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّی فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی، اَللّٰھُمَّ شَفِّعْهُ فِیَّ.))

''اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور متوجہ کرتا ہوں تیری طرف تیرے نبی کو جو نبی الرحمۃ ﷺ ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ میں متوجہ کرتا ہوں آپ کو اپنے رب کی طرف اس حاجت میں تاکہ یہ پوری ہو جائے اے اللہ! اپنے نبی کی شفارش میرے حق میں قبول فرما۔''

غور کریں اس نابینا صحابی نے اپنی بصارت کی واپسی کے لیے نبی ﷺ کی دعا کو وسیلہ بنایا۔ آپ سے دعا کروائی اور اس صحابی کی بینائی واپس آ گئی جس طرح یوسف علیہ السلام کے معجزے کی برکت سے ان کے کرتے سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی نظر واپس آ گئی۔ اس صحابی نے زندہ نبی کی دعا کو اپنی رد بصر کے لیے وسیلہ بنایا۔ لہٰذا ایسا وسیلہ جائز ہے اور ایسے ہی قرآن مجید میں سورۃ النساء میں ذکر ہے:

﴿وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ (النساء:64)

''اور اگر وہ لوگ جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا آپ کے پاس آ جاتے اور وہ اپنے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا مانگتے اور بخشش کی دعا مانگتا ان کے لیے رسول بھی، البتہ پاتے وہ اللہ کو بڑا توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا''

مذکورہ حدیث میں یہ مغالطہ دیا جاتا ہے کہ حضور کی ذات اقدس کا توسل کیا گیا ہے۔ نہیں بلکہ اس حدیث پاک سے نبی کریم رؤوف رحیم ﷺ کی دعا کو وسیلہ بنایا گیا ہے۔ نابینا صحابی رضی اللہ عنہ نے یوں دعا نہیں کی کہ اے اللہ! نبی کے طفیل یا نبی کے صدقے یا بحق نبی میری آنکھیں روشن کر دے۔ بلکہ نبی ﷺ سے دعا کروائی گئی ہے۔ آپ نے دعا کی تو بینائی واپس آ گئی مگر قبر پرست اس حدیث سے شخصی توسل، مردوں کے توسل، قبروں کے توسل پر محمول کرتے ہیں۔ مگر

یہ سوچ غلط ہے۔ایسا استدلال باطل ہے۔نابینا صحابی نے ابتدا میں یہ بات کہی تھی کہ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا کیجئے کہ وہ مجھے شفا دے۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں دعا کروں اور اگر تو چاہے تو صبر کر۔تو اس صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں آپ میرے لیے دعا ہی کر دیں۔

تیسرا طریقہ توسل:

تیسرا توسل کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے نیک اعمال کو اپنی نجات کا وسیلہ بنانا۔اس بارے میں درج ذیل حدیث ملاحظہ فرمائیں:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا پہلے زمانے میں تین مسلمان سفر کر رہے تھے، بارش آ گئی تو تینوں پہاڑ کی ایک غار میں داخل ہو گئے، اوپر سے ایک چٹان لڑھکی اور غار کے منہ پر آ کر رک گئی۔اب انہوں نے مشورہ کیا اور یہ بات طے پائی کہ یہاں سوائے اللہ تعالیٰ کے ہماری کوئی بھی مدد نہیں کرسکتا۔لہٰذا اپنی زندگی کے نیک اعمال رب العالمین کی بارگاہ میں پیش کرو۔ پہلے آدمی نے دعا کی کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میرا پیشہ ہے کہ میں بکریاں پالتا ہوں اور دودھ پر ہمارا گزراوقات ہے اور بکریوں کا دودھ دھو کر میں سب سے پہلے اپنے والدین کو پلاتا تھا پھر اپنے اہل وعیال کو، ایک دن میں بکریاں چراتا ہوا دور چلا گیا اور گھر دیر سے آیا، بکریوں کا دودھ دھویا اور دودھ لے کر والدین کے پاس گیا دیکھا کہ والدین سو چکے ہیں، میں دودھ لے کر ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا اور جگانا ادب کے خلاف سمجھا، بچے میرے قدموں میں روتے رہے مگر میں نے ان کو دودھ نہ دیا، صبح کو والدین بیدار ہوئے ان کو دودھ پلایا پھر اہل وعیال کو پلایا۔ پھر آپ پیا۔اے اللہ یہ عمل میں نے تیری رضا کے لیے کیا تھا کیونکہ تیرا حکم یہی ہے کہ والدین کے ساتھ نیکی کرو۔اے اللہ اگر یہ عمل مقبول ہے تو اس کے طفیل تو ہم کو نجات عطا کر۔ پتھر نے حرکت کی، غار کا منہ کچھ کھل گیا مگر اتنا نہیں کہ نکلا جا سکے۔

دوسرے آدمی نے دعا کی کہ اے اللہ میں اپنے چچا کی لڑکی پر عاشق تھا اور کئی مرتبہ میں نے

اس کو اپنے داؤ میں پھنسانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا۔ ایک مرتبہ قحط پڑ گیا، وہ میرے پاس آئی اور اس نے کچھ رقم کا مطالبہ کیا مگر میں نے اس شرط پر اس کو رقم دی کہ وہ اس سے منہ کالا کرے گا۔ آخر اس نے میرا مطالبہ تسلیم کر لیا جب سارے اسباب تیار ہو گئے، اس لڑکی نے مجھے تیرے عذاب سے ڈرایا اور میں ڈر گیا اور رقم بھی چھوڑ دی۔ اے اللہ اگر میرا یہ عمل قبول ہے تو اس کے طفیل اس مصیبت سے نجات عنایت فرما۔ پتھر لڑھکا مگر اتنا نہیں کہ نکل سکیں۔

تیسرے آدمی نے دعا کی اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے کچھ مزدور کسی کام پر لگائے، سب مزدوری لے کر چلے گئے اور ایک مزدور بغیر مزدوری لیے چلا گیا۔ میں نے اس کی مزدوری سے غلہ خریدا اور اپنی زمین میں بو دیا، اس سے بہت سا غلہ پیدا ہوا پھر اس کو بو دیا پھر بہت سا غلہ پیدا ہوا اور اس سے گائے، بیل، اونٹ، بھیڑ، بکریاں اور غلام خریدے، اسی دوران وہ شخص آیا اور اس نے اپنی مزدوری مانگی۔ میں نے کہا یہ سب مال تیرا ہے۔ اس نے کہا مذاق نہ کرو۔ میری مزدوری دے دو۔ میں نے کہا مذاق نہیں ہے میں نے تیری مزدوری سے یہ سارا مال بڑھایا ہے۔ پھر وہ شخص سارا مال لے گیا۔ اے اللہ یہ عمل میں نے تیری رضا کے لیے کیا تھا۔ یا اللہ اس کے طفیل تو ہمیں نجات دے۔ وہ پتھر لڑھکا اور غار کا منہ خالی ہو گیا اور وہ غار سے نکل آئے۔

اس حدیث پر غور کریں کہ نیک اعمال اور دعاؤں کے وسیلے سے ان کو نجات مل گئی اور موت سے بچ گئے۔ ان موحدین نے کوئی شخصی وسیلہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش نہیں کیا۔ صرف عمل ہی کو نجات کا وسیلہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں نیک کردار کی قدر و قیمت ہے۔ دعاؤں سے مصائب کے پہاڑ ٹال دیتا ہے اور جو لوگ اللہ پر کسی کے حق کا واسطہ دے کر یا کسی کے طفیل یا کسی کے صدقے دعا مانگتے ہیں، اسلام میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

ہم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت سے ناامید نہیں کرتے بلکہ قرآن و حدیث کی تعلیم کی روشنی میں صحیح راہ دکھاتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ تمام مسلمان گنہگار ہیں، انہیں اپنی زندگی اللہ و رسول کے دیئے ہوئے احکام کے مطابق گزارنی چاہیے۔ اللہ رب العزت نے

قرآن مجید میں کوئی ایسا حکم نہیں اتارا جس میں یہ حکم دیا گیا ہو کہ تم نبیوں اور ولیوں کا واسطہ دے کر اللہ رب العزت سے دعا مانگو اور نہ ہی نبی اکرم ﷺ نے کوئی ایسا حکم دیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے براہ راست بغیر کسی کے واسطے اور طفیل کے دعا مانگنے کا حکم دیا ہے:

﴿ وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾ (المومن: 60)

''تمہارے رب نے کہا ہے مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔''

اور فرمایا:

﴿وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾ (البقرۃ: 186)

''جب سوال کریں آپ سے میرے بندے میرے بارے میں پس میں قریب ہوں، میں جواب دیتا ہوں دعا کرنے کی دعا کا جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے۔''

غور کریں اللہ تعالیٰ کس قدر اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ خود ہی دعا مانگنے کی دعوت دیتا ہے۔ اس آیت میں براہ راست بغیر کسی کے واسطے کے اور بغیر کسی کے طفیل کے اور بغیر کسی کے صدقے اور بغیر بحق فلاں کے دعا مانگنے کا حکم دیا ہے۔ اپنی بیماریوں میں، دکھوں میں دعا مانگنے کا طریقہ یہ بتایا، اپنی حاجات اور مشکل کشائیوں میں پکارنے کی ہدایت کرتا ہے۔ بس تم مجھے پکارو میں بغیر کسی واسطے اور وسیلے کے تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ (ق: 16)

''ہم تو انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔''

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو انسانوں پر قیاس نہ کرو۔ جس طرح دنیا میں کسی بڑے انسان تک پہنچنے کے لیے واسطے اور ذرائع ہوتے ہیں، کوئی وکیل، منشی، دربان، ریڈر، دلال، چپڑاسی ہوتا ہے جو کسی بادشاہ یا بڑے افسر تک رسائی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اللہ تک پہنچنے کے لیے ان واسطوں اور وسیلوں کی ضرورت نہیں بلکہ ایسے عقیدے کو اللہ تعالیٰ رد کرتا ہے جو یہ عقیدہ

رکھتے ہیں کہ بغیر وسیلے اور واسطے کے اللہ تعالیٰ میری دعا قبول نہیں کرے گا اور نہ ہی میری مشکل کشائی اور حاجت روائی کرے گا:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ﴾ (بنی اسرائیل: 57)

''جن لوگوں کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اللہ تعالیٰ کی جناب میں وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں سے کس کو زیادہ قرب الٰہی حاصل ہے، اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور ہمیشہ اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں''

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب تم مقربین کی ذات کو وسیلہ دعا بناتے ہو وہ تو خود اللہ تعالیٰ کے قرب کا وسیلہ دعا اور بندگی سے تلاش کرتے ہیں۔ جب وہ دعا اور بندگی کو وسیلہ بناتے ہیں تو ان کی ذات محض وسیلہ نہیں۔ لہٰذا ان کی ذات کا واسطہ دے کر کوئی بھی اللہ کا قرب حاصل نہیں کر سکتا بلکہ جس طرح اللہ کے نیک بندوں نے اللہ تعالیٰ کی بندگی اور دعا کر کے اللہ کا قرب حاصل کیا ہے اسی طرح دوسرے لوگ بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دعا کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کر سکتے ہیں۔ شخصیت پرستی کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی دعا کا توسل:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قحط پڑ گیا۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم مہاجرین و انصار موجود تھے، سب نے مسنون طریقے کے مطابق نماز استسقاء ادا کی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دعا کروائی۔ حدیث کے متن کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

حضرت عمر بن الخطاب کے دور خلافت میں قحط پڑ گیا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے دعائے استسقا یوں کرتے تھے۔ جب تیرا نبی ہم میں موجود ہوتا تھا وہ دعا کرتا تھا تو پھر ہم پر بارش برساتا تھا۔ اب ہم بارش کی دعا کرنے کے لیے اپنے نبی کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دعا کا وسیلہ بناتے ہیں۔ پس ہم پر بارش برسا۔ پھر حضرت عباس

رضی اللہ عنہ اس طرح دعا کرتے تھے۔ (اے اللہ! بلائیں گناہوں کے سبب نازل ہوتی ہیں اور توبہ کرنے سے معاف کی جاتی ہیں۔ پس ہمارے گناہ گار ہاتھ تیری رحمت کی طلب میں تیری طرف اٹھے ہوئے ہیں اور توبہ کے لیے ہماری پیشانیاں تیرے سامنے جھکی ہوئی ہیں، پس اے اللہ ہم پر بارش برسا۔) (بخاری)

تمام انصار و مہاجرین صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دعا کا وسیلہ بنایا۔

فوت شدگان سے توسل:

اگر مُردوں کے ساتھ توسل کرنا جائز ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دعا نہ کراتے بلکہ صرف یوں دعا کرتے۔ اے اللہ! اپنے نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے یا ان کے طفیل یا ان کے صدقے ہمارے لیے بارش برسا۔ یا یوں کہتے بحق نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر رحمت کی بارش برسا۔ مگر صحابہ نے ایسا نہیں کیا۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا واسطہ دے کر بارش نہیں مانگی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ذات کا واسطہ دے کر کیونکر مانگتے۔

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ فوت شدگان سے توسل جائز نہیں۔ پھر جو لوگ فوت شدہ نبیوں، بزرگوں، ولیوں، شہیدوں کو اپنی دعا میں وسیلہ بناتے ہیں قطعاً جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔ بحق فلاں بحق فلاں کر کے دعا مانگنا خلاف شرع عمل ہے۔ قرآن شریف سے یہ ثابت ہے کہ یا تو خود اپنی دعا کو اپنی حاجت میں وسیلہ بنائے جیسا کہ رب العزت نے سورۃ المومن میں حاجت کے وقت دعا مانگنے کا حکم دیا ہے یا زندگی میں کسی نیک عبد صالح سے دعا کرائے اور جو لوگ ایسا عمل کریں گے جو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہو تو ان کے اعمال برباد ہو جائیں گے۔

سورۃ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ﴾

(محمد ﷺ: 33)

''اے ایمان والو! حکم مانو اللہ تعالیٰ کا اور حکم مانو اس کے رسول کا اور ان دونوں کی مخالفت کر کے اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔''

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ))

''جس نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں وہ عمل مردود اور نا قابل قبول ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدہ میں فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے حکم کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہ لوگ کافر، ظالم اور فاسق ہیں۔

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾

بتاؤ پھر اس شخص کا کیا دین اسلام اور ایمان باقی رہا۔ یہ تو دائرہ اسلام سے ہی خارج ہو گیا۔ اندازہ لگاؤ کس قدر نقصان ہو گیا۔

''اسلامی عقائد'' کے مصنف کا نظریہ:

مصنف صاحب لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بارش کی دعا مانگتے وقت آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل کیا۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ نبی ﷺ سے ان کے وصال کے بعد توسل جائز نہیں کیونکہ ان دونوں میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نبی اکرم ﷺ کی قربت کے پیش نظر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل کر رہی تھی اور اس کا بھی یہی مطلب تھا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس سے توسل کر رہے تھے۔ تو دوسری طرف بعض صحابہ رضی اللہ عنہم روضہ مبارک حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور محبوب رب العالمین ﷺ کا وسیلہ پیش کر کے بارش کی دعا کر رہے

تھے۔

(اسلامی عقائد: ص176، مکتبہ قادریہ)

تبصرہ:

بارش کے لیے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے توسل کیا جا رہا ہے جو زندہ ہیں اور منصف ''اسلامی عقائد'' لکھتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب ہرگز یہ نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد توسل جائز نہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد توسل جائز ہے پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دعا کرانے کی ضرورت کیا تھی؟ براہ راست حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر جاتے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کراتے۔ یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے یا صدقے دعا مانگتے۔ مگر صحابہ نے ایسا نہیں کیا بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دعا کروائی جیسا کہ حدیث میں توسل کے لیے جمع کا صیغہ ذکر کیا گیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ اس وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دعا کرا رہے تھے۔ یہ بالکل جھوٹ، غلط اور بے بنیاد بات ہے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روضہ مبارک پر حاضر ہو کر اللہ کی بارمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے بارش کی دعا کر رہے تھے۔ یہی بات امام ابن قیمؒ نے قصیدہ نونیہ میں لکھی ہے۔ قحط و خشک سالی سے مجبور صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس استسقاء کے لیے آئے حالانکہ تمہارے عقیدے کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف کے اندر زندہ موجود تھے اور فرق و فاصلہ بھی صرف حجرات النساء کی دیوار ہی کا تھا۔ اس سے بڑھ کر حیرت انگیز امر اور کیا ہو سکتا ہے کہ زندہ نبی کو چھوڑ کر امتی سے استسقاء کی دعا کرائی جا رہی ہے۔

اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں مثل دنیاوی زندگی کے زندہ ہوتے تو قبر کی بجائے زمین کے اوپر زندہ رہتے کیونکہ سنت رحمٰن یہی ہے کہ زندہ انسان زمین کے اوپر اور جو فوت ہو جاتے ہیں وہ زمین میں دفن ہو جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ عنداللہ ویسے ہی زندہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے شہداء کی زندگی کا قرآن میں اعلان کیا ہے کہ شہداء اللہ کے پاس زندہ ہیں مگر تم ان کی زندگی کو

سمجھ نہیں سکتے۔ مگر ''اسلامی عقائد'' کے مصنف کے نزدیک زندگی اور موت میں کوئی فرق ہی نہیں۔ عجیب منطق ہے۔ زندگی میں آپ ﷺ سے صحابہؓ نے بارش کی دعا کروائی اور نابینا صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے دعا کروائی اور زندگی میں آپ ﷺ سے ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے بھی دعا کروائی۔ ''بلوغ المرام :بات صلاہ التطوع ''میں حدیث ہے:

> حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ مجھ سے کچھ مانگ لو۔ تو اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں جنت میں آپ کا پڑوس مانگتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کے علاوہ کچھ اور، اس نے کہا بس یہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا میری مدد کر، اپنی ذات پر کثرت سجود سے۔

اس حدیث میں ذرا غور کریں۔ پہلے خود نبی اکرم ﷺ نے ربیعہ رضی اللہ عنہ کو دنیاوی سازوسامان مانگنے کا حکم دیا۔ اس نے عرض کی دنیا کا سامان کیا مانگنا ہے میں تو جنت میں آپ کا پڑوس مانگتا ہوں۔ فرمایا وہ تو مشکل کام ہے میرا پڑوس حاصل کرنے کے لیے تو میری مدد کر۔ وہ اس طرح کہ تو نفلی نماز بہت زیادہ پڑھا کر۔ نفل نماز کثرت سے پڑھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں انسان کا مرتبہ بلند ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ بن جاتا ہے اور کچھ میں تیرے لیے دعا کروں گا۔ اس طرح تیرا کام بن جائے گا۔ غور کریں اپنے اختیار سے رسول اللہ ﷺ ربیعہ کو اپنے پڑوس میں جگہ نہ دے سکے۔ بلاشبہ سب اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

نابینا صحابی رضی اللہ عنہ سے بھی آپ ﷺ نے فرمایا تھا وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ اور پھر یوں دعا کر! یا اللہ اپنے نبی کی دعا میرے حق میں قبول فرما۔ یہ سب زندگی کی باتیں ہیں مگر وفات پانے کے بعد تو کسی بھی فوت شدہ انسان کو وسیلہ بنانے کا کوئی ثبوت نہیں۔ ھدایہ شریف (کتاب الکراھۃ، ج:4، ص475) میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا:

> وَيُكْرَهُ [illegible] ائِهِ بِحَقِّ فُلَانٍ اَوْ بِحَقِّ الْاَنْبِيَاءِ وَ الرُّسُلِ لِاَنَّهٗ لَا حَقَّ لِلْمَخْلُوْقِ عَلَى الْخَالِقِ

اس طرح دعا کرنا حرام ہے کہ یا اللہ فلاں کے حق سے یا اپنے نبیوں اور اپنے رسولوں کے حق کے طفیل میری دعا قبول فرما، اس لیے کہ مخلوق میں سے کسی انسان کا بھی خالق پر کسی قسم کا کوئی حق نہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو وسیلے کی جڑ ہی کاٹ دی۔ بقول امام ابوحنیفہؒ کے طفیلی وسیلہ جائز ہی نہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ عمل بالکل حرام ہے۔ ان کے مقلدین کو تو کسی کی ذات کے وسیلے سے دعا کرنا بالکل حرام عمل ہے۔ اس کو ترک کر دینا چاہیے تاکہ تقلید قائم رہے۔ البتہ جو حدیث وسیلہ کی بیان کرتے ہیں وہ بخاری کی حدیث اور قرآن شریف کے مقابلے میں پرکاہ کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتی۔

حدیث وسیلہ کی حقیقت:

''اسلامی عقائد'' میں اس حدیث کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے:

((اَصَابَ النَّاسُ قَحْطٌ فِیْ زَمَنِ عُمَرَ فَجَآءَ رَجُلٌ اِلٰی قَبْرِ النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِسْتَسْقِ لِاُمَّتِكَ فَاِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوْا فَاَتَی الرَّجُلُ فِی الْمَنَامِ فَقِیْلَ لَهٗ اِیْتِ عُمَرَ فَاَقْرِءِ السَّلَامَ فَاَخْبِرْهُ اِنَّكُمْ مُسْتَیْقِنَ وَقُلْ لَهٗ عَلَیْكَ الْكَیْسَ عَلَیْكَ الْكَیْسَ فَاَتٰی عُمَرَ فَاَخْبَرَهٗ فَبَكٰی عُمَرُ ثُمَّ قَالَ یَا رَبِّ لَا آلُوْ اِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ))

لوگ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قحط میں مبتلا ہو گئے تو ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی امت ہلاک ہوا چاہتی ہے آپ اس کے لیے بارش کی دعا فرمائیں۔ اس شخص کو خواب میں کہا گیا کہ عمر کو جا کر سلام کہو اور انہیں بتاؤ کہ تمہیں بارش عطا کی جائیگی اور یہ کہو کہ امور خلافت ادا کرنے میں مزید بیدار مغزی سے کام لو۔ اس آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی تو وہ رو پڑے اور عرض کی اے میرے رب جہاں تک مجھ سے ہو سکتا ہے اس میں کوتاہی نہیں کرتا۔

تبصرہ:

پہلی بات یہ ہے کہ حدیث ہی نہیں صرف ایک آدمی کا خواب ہے۔ حدیث کی تعریف یہ ہے جو مشکوۃ کے مقدمہ میں بیان کی گئی ہے۔

''جمہور محدثین کی اصطلاح میں لفظ حدیث کا اطلاق نبی ﷺ کے قول، فعل اور تقریر پر ہوتا ہے۔ تقریر سے مراد یہ ہے کہ کسی صحابی نے نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں کوئی بات کہی یا کوئی کام کیا اور نبی ﷺ نے اس کی بات سنی اور اس کا کام دیکھا مگر آپ ﷺ نے خاموشی اختیار کی اور اسے ثابت رکھا۔ یہ حدیث کی تیسری قسم ہے۔''

مذکورہ بالا کلام نہ ہی نبی اکرم ﷺ کا قول ہے، نہ فعل اور نہ تقریر، یہ ایک آدمی کا فقط خواب ہے سوائے نبی و رسول کے کسی شخص کے خواب سے شرعی احکام ثابت نہیں ہوتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب زمان عمر رضی اللہ عنہ میں قحط پڑا تھا حضرت عمر سمیت تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دعا کروائی تھی۔ کوئی ایک صحابی رضی اللہ عنہ بھی نبی اکرم ﷺ کی قبر شریف پر حاضر نہیں ہوا اور نہ آپ ﷺ نے کسی کو اس بارے میں عرض کیا اور نہ ہی صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ عادت تھی کہ فوت شدہ سے توسل کریں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے یہ آیت تھی:

﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴾ (الزمر: 30)

''(اے پیغمبر ﷺ!) بے شک آپ بھی فوت ہونے والے اور یہ کافر بھی مرنے والے ہیں۔''

پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے آپ ﷺ فوت ہوئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو دفن کیا۔ آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ تعلیم نہیں دی گئی تھی کہ جو انسان مٹی میں محصور ہو نبی ہو یا ولی، اوپر نیچے، دائیں، بائیں، آگے، پیچھے مٹی ہی مٹی ہو تو وہ اس سے اپنی تکلیف کی فریاد نہ کریں۔ پھر سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 57 بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے تھی جس میں ذکر

ہے:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ﴾ (بنی اسرائیل : 57)

''جن لوگوں کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اللہ تعالیٰ کی جناب میں وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں سے کس کو زیادہ قرب الٰہی حاصل ہے، اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور ہمیشہ اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔''

اس آیت نے تو توسل بالاشخاص کے عقیدے کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا ہے۔ فوت شدہ انسان کے طفیل اور وسیلے سے دعا مانگنا جہالت اور نادانی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے عقیدے سے پاک اور مبرا تھے۔ یہ عقیدہ خلاف شرع ہے۔ اسلام میں فوت شدہ انسان کی ذات کو وسیلہ بنانے کا جواز ہی نہیں۔ ایسا عقیدہ جو قرآن کے خلاف وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسا عقیدہ نہیں اپناتے تھے۔ پھر یہ عقیدہ کہ مردہ اور زندہ میں منافات نہیں باطل عقیدہ ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اس خواب رجل کو حدیث کہنا ہی فضول ہے اور پھر محدثین کا یہ اصول ہے کہ حدیث کے سات درجے ہیں۔ (۱) متفق علیہ (۲) صرف بخاری شریف کی حدیث، (۳) صرف مسلم شریف کی حدیث، (۴) جو حدیث بخاری و مسلم کی تو نہ ہو مگر ان کی شرائط پر پوری اترتی ہو۔ (۵) جو صرف بخاری کی شرائط پر پوری اترتی ہوں۔ (۶) جو صرف مسلم کی شرائط پر پوری اترتی ہوں۔ (۷) جسے کوئی محدث اپنی طے کردہ شرائط کے مطابق بیان کرے۔

خواب والی حدیث کا کوئی درجہ ہی نہیں۔ یہ کسی کھاتے میں نہیں ہے پھر جبکہ صحیح بخاری کی حدیث کے مقابلے میں کسی کتاب کی صحیح حدیث بھی ہو تو وہ مرجوح حدیث ہوتی ہے۔ راجح صرف بخاری شریف کی حدیث ہو گی۔ علامہ عبدالحیٔ لکھنوی اپنی کتاب الاجوبة العاشرة للأسئلة العاشرة الكاملة کے صفحہ 56 پر لکھتے ہیں:

بخاری و مسلم کی ایسی غیر منتقد حدیث کی معارض و مخالف کوئی ایسی حدیث ہو جو صحت

میں اس جیسی ہو اور اس حدیث کی ائمہ معتمد نے تصریح کی ہو پس فرق صرف اتنا ہو کہ وہ حدیث بخاری و مسلم کی نہ ہو اور باقی ہر اعتبار سے اس کی مماثل و مقابل ہو وہ محض اس لیے مرجوح ہوگی کہ وہ روایت بخاری و مسلم کی حدیث کا مقابلہ کرنے والی ہے اور مخالف ہے کیونکہ صحیحین کی ھدیث پر امت کا اجماع ہے اور دوسری کسی کتاب کو یہ شرف حاصل نہیں۔

ثابت ہوا کہ خواب والی روایت مرجوح اور مطرود ہے۔ کسی کام کی نہیں۔

خلاصہ:

یہ کہ اسلام میں کسی فوت شدہ انسان کی ذات کو وسیلہ بنانے کا کوئی جواز نہیں، خواہ نبی و رسول ہو یا ولی، البتہ عبادات، نیک اعمال، اللہ تعالیٰ سے دعائیں یا کسی نیک انسان سے دعا کرانا۔ یہ وسائل جائز ہیں۔ اللہ و رسول کی اطاعت اور اتباع رسول کو وسیلہ بنانا جائز ہے۔ اطاعت و اتباع رسول کے وسیلے کے بغیر تو دنیا و آخرت میں کامیابی ممکن ہی نہیں۔ البتہ نبی ﷺ کی ذات کو وسیلہ بنانے والی حدیث قرآن پاک اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ کسی صورت میں بھی اس کو وسیلے کے لیے حجت قرار نہیں دیا جاسکتا اور یہ کہنا کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کی قبر پر جا کر حاضر ہو کر بارش کی دعا مانگ رہے تھے بلا دلیل اور بے ثبوت بات اور سراسر جھوٹ ہے۔ نبی ﷺ پر درود پڑھنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نزول کا وسیلہ ہے۔

ایک اور دلیل کا جائزہ:

باطل عقیدہ والے لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب کوئی آدمی اپنی جان پر ظلم کرے روضہ رسول ﷺ پر آئے اور وہاں آ کر اللہ سے گناہوں کی معافی مانگے تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اس پر مندرجہ ذیل دلیل پیش کرتے ہیں:

ابو سعید سمعانی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی تدفین سے فارغ ہوئے اس کے تین روز بعد ایک اعرابی آیا اس نے اپنے آپ کو روضہ مطہرہ پر

گرادیا اور خاک انور سر پر ڈالتے ہوئے کہنے لگا یارسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا، ہم نے آپ کا فرمان سنا۔ آپ نے اللہ سے احکام سنے، ہم نے آپ ﷺ سے حاصل کیے۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ آپ پر نازل کیا اس میں یہ تھا:

﴿وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ﴾

اور اگر یہ بندے جب اپنی جانوں پر ظلم کریں تو تمہارے پاس حاضر ہو جائیں۔

تو روضہ انور سے آواز آئی کہ تمہارے گناہ بخش دیئے گئے ہیں۔

اسلامی عقائد: ص: 178

اسلامی عقائد کے مصنف نے اس پر یہ باب باندھا ہے ''مقام مصطفیٰ ﷺ کے وسیلے سے دعائے مغفرت'' یہ نہ کوئی حدیث کا واقعہ ہے اور نہ ہی اس کی کوئی صحیح سند ہے۔ امام ابن کثیر نے اسی آیت کے تحت ایسا ہی واقعہ لکھا اور کہا کہ کسی حدیث کی کتاب کا واقعہ ہے اور نہ اس کی کوئی صحیح سند ہے بلکہ آیت کا یہ حکم حضور ﷺ کی زندگی ہی میں تھا۔ وصال کے بعد نہیں۔ جَآءُوْكَ ماضی کا صیغہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ آیت آپ ﷺ کی زندگی تک محدود تھی۔

مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ ہر انسان کا ہر عمل اس کی موت کے ساتھ منقطع ہو جاتا ہے۔ فوت ہونے کے بعد آپ لوگوں کے لیے دعائیں نہیں کیا کرتے اور نہ ہی کسی کو کوئی مشورہ دیتے تھے۔ دعائے استسقیٰ سے بڑھ کر تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ سے روکنا تھا۔ جنگ جمل اور جنگ صفین میں 80 ہزار اور 70 صحابہ اور تابعین شہید ہوئے۔

غور کریں حضرت ام المومنین جو اسی کمرے میں رہتی تھیں جس میں نبی پاک ﷺ کی قبر مبارک تھی، نہ ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے مشورہ مانگا اور نہ ہی حضور ﷺ نے کوئی مشورہ دیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس جنگ میں شریک نہ ہونا۔ آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیتے کہ میری طرف سے علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکم سنا دیں کہ اس جنگ میں 80 ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم

اور تابعین ﷭ شہید ہو جائیں گے جو اہل اسلام کا بہت بڑا نقصان ہو گا اور نا قابل تلافی نقصان ہو گا۔ لہٰذا جنگ نہ کرنا جبکہ قبر پرست کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی موت و حیات میں کوئی منافات نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں نہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ ﷡ کو قتل و غارت سے بچنے کا مشورہ دیا اور باطل فرقے، عقیدے کے مطابق حضور ﷺ عالم الغیب بھی ہیں کیوں نہ آپ ﷺ نے ان کو قتل و غارت سے آگاہ کیا۔

توسل کا مسئلہ اس سے اہم نوعیت کا تھا جس کے لیے بارش کی خوشخبری سنائی گئی۔ اگر صحابہ ﷡ کے ہاں مسئلہ توسل جائز ہوتا تو صحابہ ﷡ قبر پر آ کر حضور ﷺ سے ضرور دعا کراتے کہ حضور اللہ سے دعا کریں کہ معاویہ ﷛ اور علی ﷛ کی جماعت لڑائی سے باز رہیں مگر صحابہ ﷡ قبر شریف پر نہ گئے کیوں کہ صحابہ ﷡ کا عقیدہ تھا یہ نہ تھا۔ اس لیے صحابہ ﷡ نے حضور ﷺ سے توسل نہیں کیا اور مذکورہ آیت میں لفظ ''اِذْ'' آیا ہے اور یہ گزرے ہوئے زمانے کے حالات بیان کرنے کے لیے آتا ہے۔ اگر چہ اس کے بعد ماضی کا صیغہ ہی کیوں نہ آ جائے۔ جیسا کہ فرمایا:

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (البقرة: 30)

''جب کہا آپ کے رب نے فرشتوں سے کہ میں بنانے والا ہوں زمین میں اپنا نائب''

یہاں ''اِذْ'' کے ذریعے گزرے ہوئے حالت کی خبر دی۔ اسی طرح یہاں فرمایا گیا کہ جب ان منافقوں نے بشر کی ناجائز حمایت کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر لیا تھا یہ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے اور اللہ سے بخشش کی دعا مانگتے اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لیے اللہ سے بخشش کی دعا مانگتے تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔

اس آیت میں یہ حکم ہرگز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے فوت ہونے کے بعد بھی لوگ رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف پر آ کر اپنے گناہوں کی معافی مانگیں بلکہ بخاری شریف میں یہ حدیث ہے

کہ رسول اللہ ﷺ نے تین مقامات کے علاوہ ثواب کی غرض سے سفر کرنے سے منع کیا ہے۔ کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت ہی نہیں کہ کوئی مسلمان اپنی حاجات نبی ﷺ کی قبر شریف پر جا کر اللہ سے حل کرائے بلکہ یہ فرمایا کہ تم جہاں کہیں بھی ہو اپنی حاجت میں صرف اللہ سے دعا مانگو:

قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المومن: 60)

''تمہارے رب نے کہا ہے کہ تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔''

''اسلامی عقیدہ'' کے مصنف اس کے بعد لکھتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے وفات کے تین روز بعد اعرابی آیا اور نبی ﷺ کے روضہ اطہر پر اپنے آپ کو پھینک دیا۔ حالانکہ روضہ مبارک تو سات سو سال کے بعد شاہ مصر ناصر تلاؤن صالحی نے حجرہ شریف پر گنبدِ خضریٰ بنوایا تھا۔ اس وقت تو صرف حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں آپ ﷺ کی قبر شریف تھی اور اماں عائشہ رضی اللہ عنہا اس میں مقیم تھیں۔ وہاں یہ کھلی اجازت نہ تھی کہ ہر کس و ناکس اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں بلا اجازت آ کر داخل ہو جاتا اور وہاں توسل کرتا۔ توسل کرنا ہوتا تو اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کرتیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کرتے مگر کسی صحابی سے یہ کام کرنا ثابت ہی نہیں۔ مشکوۃ کی ایک حدیث ہے:

> قاسم بن محمد نے کہا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے ام المومنین! مجھے حضرت محمد ﷺ اور ان کے دوستوں کی قبریں دکھایئے تو اماں نے مجھے تین قبریں دکھائیں۔ نہ اونچی تھیں اور زمین سے ملی ہوئی تھیں اوپر سنگرے پڑے ہوئے تھے۔ (مشکوۃ: باب دفن المیت)

غور کریں نبی ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت اجازت لے کر کی جاتی تھی۔ کھلی اجازت نہیں تھی کہ جو شخص آتا اور وہاں اپنی مرضی سے آ کر قبر پر گر پڑتا۔ یہ فضول بات ہے اور احادیث سے ثابت ہے کہ زائرین حضرات اہل قبور کو سلام کریں اور یا ان کے لیے دعا و استغفار کریں۔ مردوں سے توسل کا کوئی باب کتب حدیث میں موجود نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

> رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ لعنت کرے یہود و نصاریٰ پر انہوں نے انبیاء کی

قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ اگر اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر کو بھی لوگ سجدہ گاہ بنالیں گے تو آپ ﷺ کی قبر کھلے میدان میں بنائی جاتی۔ (بخاری)

اگر رسول اللہ ﷺ کے جسد مبارک کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں دفنانے کے بعد وہی خدشہ قائم رہے جو آپ ﷺ کے جسد مبارک کو میدان میں دفنانے کے بعد تھا کہ کہیں یہود ونصاریٰ کی طرح مسلمان بھی حضور ﷺ کی قبر شریف کو سجدہ گاہ نہ بنالیں حجرے میں دفن کرنے کا پھر کیا فائدہ۔ لہٰذا حجرے میں دفت کرنے سے وہ خدشہ ختم ہو گیا۔ حجرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات کا خود خیال رکھتی تھیں اور حجرہ کا دروازہ اکثر بند ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ قاسم بن محمد نے قبر شریف دیکھنے کے لیے پردہ ہٹانے کی درخواست کی تھی۔ ہر آدمی کو بلا اجازت حجرے میں داخلے کی اجازت نہ تھی کہ یہاں آکر وہ قبر شریف پر خلاف شرع کام کرے۔ جیسا کہ قبر پرستوں نے لکھا۔ یہی بات درست اور صحیح ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی قبر شریف سے توسل کے بارے میں جو حدیث بنا رکھی وہ جعلی اور بناوٹی اور من گھڑت ہے۔ کتب حدیث اور کتب فقہ میں اس توسل کے لیے کوئی باب نہیں باندھا گیا جیسا کہ جشن عید میلاد النبی ﷺ کے لیے کوئی باب نہیں باندھا گیا۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے کاموں سے محتاط تھے جن میں شرک کا شائبہ ہو۔ جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے:

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں ایک آدمی نے نذر مانی کہ وہ بوانہ جگہ پر اونٹ ذبح کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے کے پاس آکر اس بات کی خبر دی تو آپ نے پوچھا کہ کیا وہاں پر زمانہ جاہلیت میں کوئی بت تھا جس کی عبادت کی جاتی تھی؟ انہوں نے کہا نہیں۔ پھر دریافت فرمایا کہ وہاں مشرک لوگ عید مناتے تھے اور لوگوں کا اجتماع ہوتا تھا؟ انہوں نے کہا نہیں تو آپ ﷺ نے اجازت دی اور فرمایا پھر اپنی نذر پوری کر لے۔ اللہ کی معصیت [illegible]

نذر پوری نہیں کرنی چاہیے۔

مشکوۃ:باب فی النذور

آج قبر پرست لوگ بزرگان دین کی قبروں پر جا کر جانور ذبح کرتے ہیں جو سراسر شرک ہے۔اس لیے نبیوں، ولیں، مردوں کی قبروں سے توسل کرنا بھی شرکیہ عمل ہے اور بے ثبوت ہے۔ اس عمل پر کوئی دلیل نہیں۔ اس عمل کو امام ابو حنیفہؒ نے حرام کہا ہے۔ یہ عمل قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے خلاف عمل ہے۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو خلاف شرع عمل کرنے سے بچائے۔ شریعت اسلام میں صنم پرستی اور قبر پرستی اور قبروں پر یہ عرس اور شرکیہ اجتماع ایک ہی حکم میں ہیں۔

چند شبہات کا ازالہ

روضہ مبارکہ اور کعبہ مشرفہ کی فضیلت کا مقابلہ:

اس مسئلے میں بھی ''اسلامی عقائد'' کے مصنف نے خیالی گھوڑے دوڑائے ہیں اور یہ دین میں غلو ہے جس سے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں منع فرماتا ہے۔

﴿یَا اَھْلَ الْکِتَابِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ﴾ (النساء: 271)

''اے اہل کتاب! اپنے دین میں مبالغہ نہ کرو''

یعنی دین میں حد سے تجاوز نہ کرو اور اللہ پر بہتان نہ باندھو، مسیح عیسیٰ ابن مریم تو اللہ کے رسول ہیں اور اس کے کلمہ کن سے بغیر باپ کے مریم کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں اور اس کی پیدا کی ہوئی ایک روح ہے اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لاؤ اور یہ نہ کہو کہ خدا تین ہیں۔ باپ، بیٹا اور روح القدس، ایسے لغو عقیدے سے باز آ جاؤں۔

﴿اِنَّمَا اللّٰہُ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ﴾ (النساء: 273)

''اللہ تو اکیلا ہی معبود ہے''

یہ مسئلہ بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ ''اسلامی عقائد'' کے مصنف نے لیلۃ القدر اور لیلۃ المیلاد کی فضیلت میں مقابلہ کیا ہے۔ اب کعبہ مشرفہ اور روضہ مبارکہ کا ذکر شروع کر دیا ہے۔ عجیب علم ہے یہاں بھی عقیدے کے عقلی گھوڑے دوڑائے ہیں۔ لکھا ہے کہ روضہ انور کی زیارت حج کی تکمیل ہے۔ اچھا حج تو 9 ہجری میں فرض ہوا تھا اور نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق کو امیر حج بنا کر بھیجا تھا۔ کیا حج کو مکمل کرنے کے لیے انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے روضہ مبارک کی زیارت کی تھی، اس وقت تو نہ آپ فوت ہوئے تھے اور نہ ہی آپ ﷺ کا روضہ مبارک بنا تھا۔

واہ عجیب منطق ہے اور دسویں ہجری میں نبی اکرم ﷺ نے خود حج کیا اور ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے ساتھ حج کیا تھا۔ تو کیا ان تمام صحابہ نے نبی ﷺ کے

روضے کی زیارت کر کے حج مکمل کیا تھا جبکہ ابھی آپ ﷺ نہ فوت ہوئے تھے اور نہ ہی روضہ مبارکہ قائم ہوا تھا۔یا للعجب ضیعة العلم و الادب اور لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی قبر انور کی جگہ زمین کے تمام قطعوں سے افضل ہے۔آپ ﷺ کی فضیلت کا تو امت میں کسی کو انکر نہیں مگر یہ بات تو نبی اکرم ﷺ کی مخالفت میں کہی گئی ہے اور بغیر دلیل کے کہ قبر انور کی جگہ زمین کے تمام قطعوں سے افضل ہے جبکہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے، سرزمین مکہ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؟

((مَا اَطْيَبُ مِنْ بَلَدٍ وَّلَا اُحِبُّكِ اِلَيَّ)) (رواہ الترمذی وقال هذا حدیث صحیح)

''تجھ سے زیادہ پاک شہر اور تجھ سے زیادہ محبوب شہر میرے نزدیک اور کوئی شہر نہیں''

اور حضرت عبداللہ بن عدی ابن حمزاء نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ حزورۃ کے مقام پر کھڑے ہوئے تھے اور فرمایا:

(وَاللّٰهِ اِنَّكِ لَخَيْرُ اَرْضِ اللّٰهِ وَاَحَبُّ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَوْلَا اِنِّى اُخْرِجْتُ مِنْكَ مَا خَرَجْتُ) (رواہ الترمذی و ابن ماجه باب حرم مکه مشکوٰۃ)

''اللہ کی قسم تو تو اللہ کی زمین میں سے سب سے زیادہ فضیلت والی زمین ہے اور اللہ کی زمین میں سے سب سے زیادہ اللہ کے ہاں محبوب زمین ہے یعنی (مکہ مکرمہ)اور اگر مجھے تجھ میں سے نہ نکالا جاتا تو میں خود یہاں سے نہ نکلتا''

یادرکھو! آپ ﷺ کی کافر برادری بھی آپ ﷺ سے محبت کرتی تھی لیکن آپ ﷺ کے فرمان کی ان کے ہاں کچھ بھی قدر نہ تھی تو کیا وہ کامیاب ہو گئے۔نہیں، ہرگز نہیں ،اس بارے میں جو کچھ ''اسلامی عقائد'' کے مصنف نے کہا ہے صرف زبانی دعویٰ ہے۔نبی اکرم ﷺ کا یہ بیان ہے جو اوپر بیان ہوا ہے البتہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا بَيْنَ بَيْتِىْ وَمِنْبَرِىْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِى عَلٰى حَوْضِ مِّنِّى))

(متفق علیه، مشکوۃ، باب مواضع الصلوٰۃ)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے''

یہ آپ ﷺ نے مسجد نبوی کی فضیلت کے بارے میں فرمایا، مسجد نبوی کے اندر یہ جگہ ہے جس کو آپ ﷺ نے روضۃ من ریاض الجنۃ کہا ہے۔ البتہ نبی کریم ﷺ کی ذات کریم تو پوری کائنات سے افضل، اعلیٰ اور برتر اور بہتر ہے مگر اپنی قبر کی جگہ کے بارے میں آپ ﷺ نے کچھ نہیں فرمایا۔ اپنی طرف سے باتیں بنا بنا کر امت کو گمراہ کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ یاد رکھو مکہ کی فضیلت بیت اللہ شریف کی وجہ سے ہے۔ جہاں باجماعت نماز ادا کرنے کا ثواب 25 لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔

وہ کون سا مسلمان ہے جس کو نبی پاک ﷺ سے محبت نہیں لیکن دین میں مبالغہ آمیزی اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کو ڈانٹا

يَا اَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِيْنِكُمْ (النساء: 271)

''اے اہل کتاب! اپنے دین میں مبالغہ نہ کرو''

کعبۃ اللہ تعالیٰ اور قبر نبی ﷺ دونوں کی اپنی اپنی جگہ بہت فضیلتیں ہیں ان دونوں فضیلتوں کا مقابلہ کرنے کا آپ کو کس نے حکم دیا، کیا نبی اکرم ﷺ نے آپ کو ان دونوں کی فضیلتوں کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا؟ نہیں۔

ہوتے ہوئے مصطفیٰ ﷺ کی گفتار
مت دیکھ کسی کا قول و کردار

کسی چیز کا ثواب یا گناہ اور کسی چیز کی فضیلت یا عدم فضیلت بیان کرنا صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حق ہے۔ کسی امتی کو آپ ﷺ نے یہ حق نہیں دیا کہ کسی چیز کا گناہ یا ثواب یا فضیلت کے فتوے دینے شروع کر دے۔ فافہم وتدبر ولاتکن من الغافلین

فضیلت کعبہ:

(1) کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا اللہ نے فرض کر دیا ہے جو کعبۃ اللہ کی طرف منہ کر کے نماز نہیں پڑھے گا اس کی نماز نہیں ہوگی۔

فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ (البقرہ)

''اپنے چہروں کا رخ بیت اللہ کی طرف کرو''

(2) بیت اللہ کا حج کرنا اللہ تعالیٰ نے فرض کر دیا ہے۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (آل عمران)

''اللہ کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے جو وہاں پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو۔''

فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَا اَيُّهَا النَّاسُ فُرِضَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَحُجُّوْا۔ (مسلم شریف، مشکوٰۃ، کتاب المناسك)

''نبی ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا تم حج کرو۔''

لوگوں کی عبادت، قربانی، طواف، نماز، اعتکاف وغیرہ کے لیے اللہ تعالیٰ کا گھر ہے۔ بیت اللہ کے حج کا منکر کافر ہے۔

جسے کسی بیماری نے یا واقعی کسی ضرورت نے یا کسی ظالم حکمران نے نہ روکا اس کے باوجود وہ حج نہ کرے وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر مرے (یعنی اللہ کو اس پر غصہ ہے) (رواہ مسلم)

مقبول حج کا بدلہ جنت کے سوا اور کچھ نہیں (رواہ مسلم، کتاب الحج)

((مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَمَا وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ)) (بخاری، کتاب الحج)

''جس نے خلوص نیت سے حج کیا اور اس میں فسق اور برائیوں سے بچا رہا تو وہ ایسا پاک صاف ہو کر لوٹے گا جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے جنا تھا۔''

یہ تمام خصوصیات بیت اللہ شریف کی ہیں اور کسی مقام کی نہیں خواہ رسول اکرم ﷺ کی قبر مبارک ہی کیوں نہ ہو۔ یہ مندرجہ بالا مذکورہ فضیلت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا اٹل فیصلہ ہے۔ **فافهم وتدبر ولا تكن من الغافلين**

بارگاہ رسالت میں اعمال کا پیش ہونا:

''اسلامی عقائد'' کے مصنف نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں امت کے کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ہم بھی اس کا جائزہ لیتے ہیں کہ یہ بات صحیح ہے یا غلط۔

الجواب بعون الوھاب:

دراصل یہ عقیدہ غلط ہے۔اعمال صرف اللہ کے پاس جاتے ہیں۔اس پر واضح دلائل موجود ہیں۔بغور پڑھیں:

1۔اعمال رب العالمین کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں:

اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ (فاطر: 10)

''پاکیزہ کلمات (جو انسان کی زبان سے نکلتے ہیں) اسی (اللہ) کی طرف چڑھتے ہیں اور عمل صالح کو بھی وہ اوپر اٹھاتا ہے۔''

﴿هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (الجاثیہ: 29)

''یہ ہماری (کراما کاتبین کی لکھی ہوئی) کتاب ٹھیک ٹھیک بیان کرتی ہے کیونکہ جو (تم دنیا میں) جو عمل کرتے تھے ہم کراما کاتبین سے برابر لکھواتے جاتے تھے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتے اعمال کی ڈائری لے کر رب تعالیٰ کے پاس جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔تم نے میرے بندوں کو کیسے چھوڑا: تو فرشتے کہتے ہیں کہ جب ہم گئے تھے تو وہ اس وقت بھی نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس سے آئے وہ اس وقت بھی نماز پڑھ رہے تھے۔(بخاری و مسلم،مشکوٰۃ، باب فضائل الصلوات)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صبح شام فرشتے لوگوں کے اعمال کی ڈائریاں لے کر بارگاہ رب العزت میں پیش ہوتے ہیں۔نہ کہ رسول اللہ کے پاس۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَ يَوْمَ الْخَمِيْسِ فَاُحِبُّ اَنْ يُّعْرَضُ عَمَلِىْ وَاَنَا صَائِمٌ)) (رواه الترمذی، مشکوٰۃ، باب صیام التطوع)

''پیر اور جمعرات کے دن اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال بارگاہ رب العزت میں اس حال میں پیش کیے جائیں کہ میں روزے سے ہوں۔''

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے اعمال بھی اللہ رب العزت کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں۔

روز قیامت اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

((اِنَّمَا هِىَ اَعْمَالُكُمْ اُحْصِيهَاعَلَيْكُمْ ثُمَّ اُوَفِّيْكُمْ اِيَّاهُ فَمَنْ وَّجَدَ خَيْراً فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهُ)) (رواہ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ، باب الاستغفار)

''یہ تمہارے اعمال ہیں جنہیں میں نے تمہارے لیے محفوظ کر رکھا ہے اور ان کا تم کو پورا پورا بدلہ دوں گا پس جس شخص نے ان اعمال کے بدلے میں خیر و عافیت حاصل کر لی جنت میں چلا گیا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرے اور جس نے اس کے علاوہ (بوجہ شامت اعمال جہنم میں سزا پائی) وہ اپنے آپ کو ملامت کرے (کہ اس نے دنیا میں نیک اعمال کرنے میں کیوں کوتاہی کی۔)''

﴿اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَ نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ وَ كُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِىْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ﴾ (یٰسین: 12)

''بے شک یہ ہماری قدرت ہے کہ ہم مردوں کو دوبارہ زندہ کر سکتے ہیں اور ان کے اعمال صالحہ جو وہ آگے بھیج رہے ہیں اور وہ اعمال بھی جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی جاری رہے گا ہمارے حکم سے کراماً کاتبین لکھتے رہتے ہیں اور ہر چیز کو ہم نے لوح محفوظ میں درج کر رکھا ہے۔''

نوٹ: قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ انسانوں کے اعمال بارگاہ رب العزت میں پیش کیے جاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں اعمال پیش نہیں کیے جاتے اور جن دلائل سے یہ بات ثابت کی جاتی ہے وہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے مقابلے میں نامقبول ہے۔ وہ دلائل یہ ہیں

1۔ ((عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عُرِضَتْ عَلَيَّ اُجُوْرُ اُمَّتِيْ حَتّٰى الْقُذَاةَ يُخْرِجُهَا الرَّجُلَ مِنَ الْمَسْجِدِ وَ عُرِضَتْ عَلَيَّ ذُنُوْبُ اُمَّتِيْ فَلَمْ اَرَ ذَنْباً اَعْظَمُ مَنِ سُوْرَةٍ مِّنَ الْقُرْآنِ اَوْ آيَةٍ اُوْتِيْهَا رَجُلٌ ثُمَّ نَسِيَ))

(رواه الترمذی و ابو داؤد، بحواله مشكوٰة، باب المساجد و مواضع الصلوة)

''حضرت انسؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر میری امت کے اجر و ثواب پیش کیے جاتے ہیں (یہ زندگی کی بات ہے، آپ ﷺ کو نیکی اور بدی کا ثواب گناہ بتایا گیا نہ کہ مرنے کے بعد قبر شریف میں۔) حتیٰ کہ تنکا جس کو آدمی مسجد سے نکال کر باہر پھینک دے اس کا ثواب بھی اور پیش کیے گئے مجھ پر میری امت کے گناہ پس میں نے نہیں دیکھا کوئی گناہ جو سب سے بڑا ہو قرآن مجید کی کوئی سورت یا آیت جسے آدمی نے یاد کر لیا پھر بھلا دیا ہو۔''

تبصرہ:

امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا میں نے یہ حدیث امیر المحدثین محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمہ اللہ کے سامنے پیش کی تو فرمایا مطلب بن عبداللہ کا سماع حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں اور ایسے ہی امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد علی ابن المدینی رحمہ اللہ نے بھی مطلب کا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سماع کا انکار کیا ہے۔ علاوہ ازیں اس حدیث کے دوسرے راوی بھی ضعیف ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث صحیح نہیں (مرعاۃ المفاتیح)

اس سے ثابت ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس اعمال پیش نہیں کیے جاتے۔

② ۔ امام ابن کثیرؒ اپنی مایہ ناز تفسیر ابن کثیر میں سورۃ الفتح کی تفسیر میں صلح حدیبیہ کے بارے

میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کفار مکہ کے پاس بھیجا اور حکم دیا میرا پیغام کفار مکہ کو پہنچا دو کہ ہم صرف عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں جنگ کرنے کے لیے نہیں آئے چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کفار مکہ کے پاس گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا جب اس سے فارغ ہو گئے تو کفار مکہ نے کہا کہ عثمان تم بیت اللہ کا طواف کرلو مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے دیگر ساتھیوں کو ہم مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے میں بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتا تو کفار مکہ نے غصہ میں آ کر حضرت عثمان کو قید کر لیا۔ عربی عبارت یہ ہے:

((فَقَالُوْا لِعُثْمَانَ رضی اللہ عنہ حِيْنَ فَرِغَ مِنْ رِسَالَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِلَيْهِمْ اِنْ شِئْتَ اَنْ تَطُوْفَ بِالْبَيْتِ فَطُفْ فَقَالَ مَاكُنْتُ لَا اَفْعَلُ حَتّٰى يَطُوْفُ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَاحْتَبَسَهُ قُرَيْشٌ عِنْدَهَا))

جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو پہنچی کہ حضرت عثمان کو قتل کر دیا گیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو بیعت کے لیے بلایا اور بیعت ایک درخت کے نیچے لی گئی۔ بیعت اس بات پر تھی کہ ہم عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لے کر جائیں گے۔ یہ خبر جب کفار مکہ کو پہنچی تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو رہا کر دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی افواہ غلط تھی۔

امام ابن کثیرؒ نے یہ روایت محمد بن اسحاقؒ سے نقل کی ہے اور امام بیہقیؒ کے حوالے سے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔ اس حدیث سے ایک مسئلہ تو یہ ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیتے کہ عثمان قتل نہیں ہوئے بلکہ ان کو قید کر کے رکھا گیا ہے۔ قتل عثمان کا بدلہ لینے کے لیے بیعت لینا بے معنی ٹھہرا۔ دوسری بات یہ ثابت ہو گئی کہ قید کے دنوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز تو ضرور پڑھی ہو گی اور نماز میں درود شریف ضرور پڑھا ہو گا کیونکہ 5 ہجری میں سورت احزاب نازل ہوئی اور اس میں یہ آیت اتری:

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾　(احزاب:56)

اس آیت میں نبی ﷺ پر نماز میں درود شریف پڑھنا فرض قرار دے دیا گیا ہے۔ تو کیا درود شریف جو عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز میں پڑھا تھا وہ نبی ﷺ کو نہیں پہنچا اگر درود شریف آپ ﷺ کو پہنچا ہوتا تو آپ ﷺ کہہ سکتے تھے کہ عثمان کو قتل نہیں کیا گیا بلکہ انہوں نے ابھی نماز پڑھی ہے اور نماز میں درود شریف پڑھا ہے اور فرشتوں نے وہ درود شریف مجھ تک پہنچا دیا ہے۔ لہٰذا عثمان رضی اللہ عنہ قتل نہیں ہوئے، زندہ ہیں۔ مگر آپ ﷺ کو عثمان کا درود نہیں پہنچا، اس سے معلوم ہوا کہ جب زندگی میں نبی ﷺ کو کسی کا درود پڑھنا آپ ﷺ کو نہیں پہنچتا تو بعد از وفات کیسے پہنچے گا جیسا کہ بعض لوگوں کا اعتقاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو قبر میں امتیوں کا درود وسلام پہنچتا ہے۔ لہٰذا یہ عقیدہ غلط اور باطل ہے:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلاَّ رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ)) (رواہ ابوداؤد و البیهقی)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مسلمان مجھ پر درود وسلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو میرے جسم میں لوٹا دیتے ہیں تو میں اس کو سلام کا جواب دیتا ہوں۔''

الجواب بعون الوھاب:

اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے بھی ذکر کیا۔ امام ابوداؤد اور امام بیہقی سب ہی اس کو ابو صخر حمدی ابن زیاد سے وہ یزید بن عبداللہ ابن قسیط سے روایت کرتے ہیں۔ وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ امام ابوداؤد نے تو اس حدیث پر سکوت کیا ہے۔ امام منذری نے کہا کہ امام مسلم بھی اس سے روایت لیتے ہیں مگر اس حدیث کے بارے میں انہوں نے اوپرا پن محسوس کیا ہے۔ امام ابن معین نے اس حدیث کو کبھی ضعیف کہا کبھی توثیق کی۔ امام نسائی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ امام احمد اور ابو حاتم اور دار قطنی نے ابو صخر کو ثقہ راوی کہا ہے۔ غرضیکہ اکثر نے اس حدیث کو صحیح یا حسن کہا ہے مگر یہ حدیث قرآن مجید کے خلاف ہے اور اس حدیث میں یہ بہت بڑی خامی ہے کہ

زندگی میں بار بار روح کے لوٹانے کا اور بار بار جسم میں روح کے داخل ہونے کا ذکر کیا ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زندگی میں ہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ امتیوں کے سلام کا جواب دینے کے لیے اللہ تعالیٰ میری روح کو میرے جسم میں لوٹا دیتا ہے۔ جبکہ آپ ابھی فوت ہی نہیں ہوئے۔ فوت ہونے سے پہلے ہی روح کے لوٹانے کا ذکر بے معنی ہے۔ لہٰذا یہ حدیث صحیح نہیں کیوں کہ اس کا مضمون ہی درست نہیں وہ اس طرح کہ سورت مؤمن میں یہ آیت ہے:

﴿اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَ الَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَ يُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ (الزمر: 42“

”موت کے وقت سب کی ارواح کو اللہ قبض کر لیتا ہے پھر جس پر موت کا حکم لگا دیتا ہے اس کو اپنے ہاں روک لیتا ہے اور دوسری روح کو جس کی عمر ابھی پوری نہیں (یعنی نیند میں اس کی روح بھی قبض کرتا ہے) ایک وقت مقررہ تک اس کے جسم میں بھیج دیتا ہے۔ بلاشبہ جو لوگ مظاہر قدرت میں غور و فکر کرتے ہیں ان کے لیے اس میں قدرت الٰہی کے نشان ہیں۔“

اور سورۃ یٰسین میں ہے:

﴿اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ﴾ (یٰسٓ: 31)

”کیا نہیں دیکھا ان کفار مکہ نے کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کی ہیں کہ وہ ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گی۔“

اور ترمذی شریف میں حضرت جابر سے حدیث ہے اس میں ذکر ہے:

﴿اِنَّهٗ قَدْ سَبَقَ مِنِّيْ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ﴾

”یہ میں نے فیصلہ کر دیا ہے کہ دنیا میں روحیں نہیں لوٹیں گی“

رواہ الترمذی بحوالہ مشکوٰۃ، باب جامع المناقب ص:579

سورۃ الکھف میں ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا﴾

''جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہ جنت الفردوس میں اللہ کے مہمان ہوں گے، اس میں ہمیشہ رہیں گے وہ وہاں سے نکل کر اور جگہ جانا نہ چاہیں گے۔''

اس سے ثابت ہوا کہ جو جنت میں چلا گیا وہ وہاں سے نکلنا پسند نہ کرے گا اور اگر دنیا میں آنا پسند بھی کرے گا وہ صرف شہید ہوگا اس کو بھی دنیا میں دنیاوی زندگی کے ساتھ نہیں لوٹایا جائے گا۔ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس بات پر واضح دلیل ہے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے اور ابوبکر سخ مقام پر تھے، تشریف لائے اور رسول اللہ کا چہرہ کھولا اور بوسہ دیا اور کہا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، آپ ﷺ زندگی میں پاک اور فوت ہونے کے بعد بھی پاک ہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ آپ ﷺ کو دومرتبہ موت نہیں دے گا۔'' (بخاری شریف، جلد اول، 517، باب وفات النبی ﷺ ص: 501)

اب اس حدیث پر غور کریں یہ کیسی حدیث ہے جس میں بار بار نبی اکرم ﷺ کی زندگی اور بار بار موت یعنی ہر آدمی کے سلام بھیجنے کے وقت آپ کی روح لوٹائی جائے گی آپ ﷺ اس کو سلام کا جواب دیں گے۔ پھر روح نکال لی جائے گی اور موت آ جائے گی۔ جسم سے روح نکل جائے تو موت آ جاتی ہے، جسم میں روح واپس لوٹے گی تو زندگی لوٹ آئے گی جیسا کہ ہر روز ہمارے سامنے ہوتا ہے۔ انسان میں سے روح نکل جاتی ہے انسان مر جاتا ہے پھر قبر میں جسم میں روح ڈالی جاتی ہے تا کہ منکر نکیر سوال کریں تیرا رب کون؟ تیرا نبی کون؟ تیرا دین کیا ہے؟ پھر سوال جواب کے بعد روح نکال کر روح کو اگر وہ نیک ہو تو علیین میں ورنہ سجین میں بھیج دی جاتی

ہے۔ یہ اللہ رب العزت کا قانون ہے۔ پھر سورۃ مومن کی آیت کے مطابق جس پر موت کا فیصلہ ہو گیا اس کی روح کو اللہ روک لیتا ہے۔ کیونکہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔

نیک مومن آدمی کی روح کو پھر اللہ تعالیٰ قید میں نہیں بھیجے گا جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہوا اور اگر کافر ہے اس کو سخت سزا میں مبتلا کر دیا جائے گا۔ جب عام لوگوں کا یہ حال ہے تو نبی پاک ﷺ کی شان تو اس سے کہیں بلند و بالا ہے۔ آپ ﷺ تو جنت الفردوس کے اعلیٰ درجہ وسیلہ میں رہتے ہیں جس کو حاصل کرنے کے لیے آپ ﷺ نے امت کو بھی حکم دیا ہے کہ ہر اذان کے بعد میرا ہر امتی میرے لیے وسیلہ کی دعا کرے۔ اگر اس حدیث کو سامنے رکھا جائے تو یہ آپ ﷺ کے لیے بہت تکلیف ہے، پوری دنیا پر ہر منٹ میں کروڑوں مسلمان نماز میں حضور پاک ﷺ پر سلام پڑھتے ہیں

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ

پھر ہر ایک کو آپ ﷺ علیحدہ علیحدہ سلام کا جواب دیں گے۔ ہر لمحہ روح مبارک جسد پاک سے نکلے گی اور جسم مبارک میں داخل ہو گی۔ نا قابل تلافی تکلیف ہے۔ بار بار زندگی بار بار موت کا آپ ﷺ کے بارے میں عقیدہ باطل ہے۔ آپ ﷺ کے بارے میں اہل حدیث جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کی روح مبارک جنت الفردوس میں آرام فرما رہی ہے۔ درود و سلام کا جو ثواب مرتب ہوتا ہے وہ آپ ﷺ کے نامہ اعمال میں درج کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کے آثار ہیں جن کا ذکر سورۃ یٰسین میں آیا ہے کیونکہ جو شخص کسی کو نیکی کی راہ پر ڈالے گا اس کا ثواب اس کو ضرور ملے گا اور آپ ﷺ نے تو ساری امت کو نیکی کی راہ پر چلایا ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کو ساری امت کے عمل کے ثو[illegible]ابر ثواب ملے گا۔ یہی وہ خیر کثیر ہے جس کا ذکر سورت کوثر میں ہے:

﴿اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾ ([illegible]:1)

''ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی ہے''

امت جو بھی نیکی کا کام کرے گی اس کا ثواب حضور ﷺ کو ملے گا۔ علامہ ابن قیمؒ ان لوگوں کے عقیدہ پر تعجب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جو قبر میں نبی اکرم ﷺ کی حیات دنیوی کے قائل ہیں:

((وَثَلَاثُ مَوْتَاتٍ تَكُوْنُ لِرُسْلِهِ وَ لِغَيْرِهِمْ مِّنْ خَلْقِهِ مَوْتَانِ۔ كَلِّمُوْا بِالْعِلْمِ لَا الدَّعْوٰى، فَنَحْنُ ذُوْ اَذْهَانٍ))

''کیا اس کے رسولوں کے لیے تین موتیں ہیں اور دوسروں کے لیے دو موتیں صرف دعویٰ ہی نہیں علم سے بات کرو، ہم بھی صاحب ذہن ہیں۔''

آپ نے بخاری شریف کے حوالے سے پڑھ لیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چہرہ مبارک کو بوسہ دیا اور کہا کہ اللہ آپ ﷺ کو دو موتوں کا مزہ نہیں چکھائے گا۔ بس یہی ایک موت ہے جو تمام انسانوں پر وارد ہوتی ہے۔

کافر بھی دوزخ میں کہیں گے۔

﴿قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَ اَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾ (المومن: 11)

''کہیں گے اے ہمارے رب تو نے ہمیں دو موتیں دیں اور دو زندگیاں دیں، ہم اپنے گناہوں کا اعتراف واقرار کرتے ہیں کیا دوزخ سے نکلنے کی کوئی صورت ہے''

اور سورۃ البقرہ میں ذکر ہے:

﴿كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (البقرة: 28)

''تم اللہ کا کیسے انکار کرتے ہو حالانکہ تم تو اپنی ماں کے پیٹ میں مردہ تھے، اس نے تم کو زندگی عطا کی پھر تم کو موت دے گا پھر قیامت کو زندہ کرے گا، پھر اس کی طرف

سب لوٹ کر جاؤ گے۔‘‘

اس آیت سے بھی دو زندگیاں اور دو موتیں ثابت ہوتی ہیں۔ اگر رسول قبروں میں زندہ ہیں تو جب قیامت آئے گی اس میں ساری دنیا مرے گی کیا رسولوں کو پھر موت آئے گی۔ یہ تین موتیں ہو گئیں اور مذکورہ حدیث سے تو نبی اکرم ﷺ کے لیے ان گنت زندگیاں اور ان گنت موتیں ثابت ہوئیں۔ افسوس صد افسوس یہ کیسا عقیدہ ہے۔

آنحضور ﷺ پر اعمال پیش ہونے کے دلائل کا جائزہ:

((عَنِ ابنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَآئِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْاَرْضِ يُبَلِّغُوْنَ مَنْ اُمَّتِي السَّلَامَ۔ (رواہ الدارمی، مشکوٰۃ، باب الصلوۃ علی النبی ﷺ)

’’رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین میں فرشتے مقرر کر رکھے ہیں، میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے ہیں۔‘‘

اس حدیث کی سند میں موسیٰ ابن یعقوب راوی ہے جس کو امام بخاریؒ کے استاد علی ابن المدینی نے ضعیف اور منکر الحدیث کہا ہے اور امام نسائی نے کہا ہے کہ یہ راوی قوی نہیں ہیں۔ (مرعاۃ المفاتیح)

اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو تو اس کا مطلب یہی ہے کہ آپ ﷺ پر سلام بھیجنا ایک عمل ہے اور فرشتے ہر عمل کی ڈائری اللہ تک پہنچا دیتے ہیں، اس کا ثواب حضور ﷺ کے نامہ اعمال میں درج کیا جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

((سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلَ لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قُبُوْراً وَّلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْداً وَّ صَلُّوْا عَلَيَّ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ حَيْثُ كُنْتُمْ۔)) (رواہ النسائی)

’’میں نے رسول اللہ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ (یعنی ان میں نماز پڑھو، قرآن پاک کی تلاوت کرو) اور میری قبر پر عید کی طرح اجتماع نہ کرو اور مجھ پر درود

شریف پڑھو تمہارا درود مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے، تم جہاں کہیں بھی ہو"۔

اس حدیث کا مطلب بھی یہی ہے کہ درود و سلام کا اجر و ثواب مجھے پہنچے گا جیسا کہ سابقہ دلائل سے ثابت ہوا اور یہ حدیث دلالۃ النص ہے۔ اس بارے میں کہ نبی اکرم ﷺ کی قبر پر درود و سلام پڑھنے کے لیے جا کر اجتماع نہ کرو اور نبی اکرم ﷺ کی قبر پر مبارک پر درود و سلام پڑھنے کے لیے سفر کر کے جانا دوسری حدیث سے اشارۃ النص ممنوع ہے۔ وہ یہ ہے:

((لَا تَشُدُّوْا الرِّحَالَ اِلاَّ اِلٰی ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدَ الْحَرَامِ وَ الْمَسْجِدَ الْاَقْصٰی وَ مَسْجِدِیْ هٰذَا)) (متفق علیه:مشکوة، باب المساجد و مواضع الصلوة)

ثواب حاصل کرنے کی نیت سے صرف ان تین مساجد کی طرف سفر کیا جا سکتا ہے مسجد الحرام میں ایک لاکھ نماز کا ثواب ہوتا ہے اور مسجد نبوی میں ایک ہزار نماز کا ثواب ہوتا ہے اور مسجد اقصیٰ میں پانچ سو نمازوں کا ثواب ملتا ہے جیسا کہ مرفوعاً حضرت ابو درداء سے علامہ بزار اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔ بخاری و مسلم میں یہ حدیث ہے:

((صَلٰوةٌ فِیْ مَسْجِدِیْ هٰذَا خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ صَلٰوةٍ فِیْمَا سِوَاهُ اِلاَّ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) (مشکوٰۃ باب المساجد عن ابی ہریرہؓ)

"میری اس مسجد میں ایک ہزار نماز سے بہتر ثواب ملتا ہے دیگر مساجد کی نسبت مسجد الحرام کے علاوہ"

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُهٗ۔)) رواه البیهقی فی شعب الایمان بحواله مشکوٰة باب الصلوٰة علی النبی ﷺ

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میری قبر کے پاس درود شریف پڑھا میں سن لیتا ہوں اور جس نے مجھ پر درود شریف دور سے پڑھا مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔"

اس حدیث کے بارے میں مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ میں لکھتا ہے:

[الحدیث ضعیف جداً لا یجوز الاحتجاج به اصلا]

''یہ حدیث انتہائی ضعیف ہے۔اس سے استدلال کرنا بالکل جائز نہیں۔''

اس حدیث کے بارے میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس حدیث کا راوی ابوعبدالرحمٰن وہ محمد بن مروان سدلی ہے اس میں نظر ہے۔ متروک الحدیث ہے۔ اس پر جھوٹ بولنے کی تہمت ہے۔ اس کی سند میں ابو معاویہ راوی ہے جو الاعمش سے روایت کرتا ہے اور یہ فحش غلطی ہے۔حافظ محمد بن عبدالھادی المقدسی نے ''الصارم المنکی'' میں کہا:

[اسناده لا يحتج به۔مرعاة المفاتيح]

''اس کی سند سے احتجاج نہیں کیا جاسکتا۔''

دراصل یہ حدیث موضوع ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَكْثِرُوْ عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ فَاِنَّ صَلٰوتُكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ اَرَمْتَ قَالَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ۔)) رواه ابوداؤد و النسائی وابن ماجه والدارمی و البیهقی، مشکوٰة باب الجمعة

''جمعہ کے روز مجھ پر بہت درود شریف پڑھا کرو تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک تو بوسیدہ ہو چکا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے۔''

اس حدیث کے بارے میں امام منذریؒ نے کہا کہ اس میں باریک علت ہے۔جس کی طرف امام بخاریؒ نے اشارہ کیا ہے اور جزء میں اس کی سندیں جمع کی ہیں۔امام شوکانی نے ''نیل الاوطار'' میں اور ابن ابی حاتم نے ''علل'' میں اپنے باپ سے ذکر کیا ہے:

انه حديث منكر

''یہ حدیث منکر ہے''

اس کی سند میں یزید بن جابر ہے جو منکر الحدیث ہے۔ ابن العربی نے کہا کہ یہ حدیث ثابت ہی نہیں اور کئی محدثین نے اس حدیث کو صحیح بھی کہا ہے۔

راقم کا موقف اس حدیث کے بارے میں وہی ہے جو میں نے ''باب التوسل'' میں ذکر کیا ہے۔ اگر قبر شریف میں آپ ﷺ کا جسم مبارک بوسیدہ نہ بھی ہو مگر اس میں زندگی نہیں، آپ ﷺ کی روح مبارک جنت الفردوس میں آرام فرما ہے اور جسم شریف آپ ﷺ کی قبر شریف میں موجود ہے۔ البتہ درود شریف نہیں پہنچتا کیونکہ درود شریف ایک عمل ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے پاس جاتا ہے البتہ اس کا ثواب رسول اللہ ﷺ کے نامہ اعمال میں درج کیا جاتا ہے۔

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ (البقرہ: 143)

''اور اسی طرح ہم نے تمہیں عادل امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں۔''

﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾ (النساء 41)

''تو اس وقت کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور ان سب پر (اے حبیب! ﷺ) ہم آپ کو گواہ لائیں گے۔''

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا﴾ (الاحزاب:45)

''اے نبی ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا''

''اسلامی عقائد'' کے مصنف سید یوسف رفاعی صاحب ان آیات کو اپنی کتاب میں درج کر کے یہ استدلال کرتے ہیں کہ امت کے اعمال اکرم ﷺ پر پیش کیے جاتے ہیں اور روز قیامت ان کے بارے میں مشاہدہ پر گواہی دیں گے اور اس بات کا انکار کرنے والے جاہل ہیں۔ مطلب یہ کہ نبی اکرم ﷺ کو امت کے ہر ہر شخص کے نیک و بد اعمال کے میں آگاہی

ہے۔

تبصرہ:

ان آیات کی تفسیر کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کریں۔امام ابن کثیرؒ نے وسط کا معنی عدل کیا ہے۔امام ابن کثیر مسند احمد کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز ہر نبی اپنی امت لے کر آئے گا ان سے پوچھا جائے گا اس نبی نے تمہیں دین حق کی تبلیغ کی تھی، ان میں سے جو اس نبی کے مخالف تھے اور نبی پر ایمان نہیں لائے تھے وہ کہیں گے نہیں، اس نبی نے ہمیں تبلیغ نہیں کی، اس نبی سے اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کیا تمہاری تبلیغ پر کوئی گواہ ہے؟ وہ نبی کہے گا کہ میری تبلیغ پر امت محمد ﷺ گواہ ہے اور محمد ﷺ بھی گواہ ہیں۔ پھر آپ ﷺ کی امت بلائی جائے گی ان سے بھی سوال ہوگا کیا اس پیغمبر نے تبلیغ کی، یہ کہیں گے کہ ہاں اس نبی نے تبلیغ کی تھی۔

پھر ان سے کہا جائے گا تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ یہ جواب دیں گے ہمارے پاس ہمارے نبی ﷺ آئے اور آپ ﷺ نے خبر دی کہ انبیاء علیہم السلام نے تیرا پیغام اپنی اپنی امت کو پہنچایا۔اس پر حضرت محمد ﷺ گواہی دیں گے۔ میری امت نے درست کہا ہے کیوں کہ مجھ پر جو کتاب قرآن مجید نازل کی گئی ہے اس کے شروع میں اس بات کا ذکر ہے کہ اس کتاب میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ سچی اور حق کتاب ہے۔اس میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ ہر امت کی طرف نبی ورسول بھیجا گیا ہے۔لہٰذا میں گواہی دیتا ہوں کہ میری امت کی گواہی قرآن مجید کے مطابق درست ہے۔یہی مطلب ہے اس آیت کا:

﴿لِتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾

''امت محمد یہ لوگوں پر گواہی دیں گے اور محمد رسول اللہ تم پر گواہی دیں گے۔''

ان آیات میں شہید اور شاہد کے لفظ آئے ہیں ان کا ترجمہ گواہ کے ہیں اور ''اسلامی عقائد'' کے مصنف لکھتے ہیں جب تک آپ ﷺ آنکھوں سے مشاہدہ نہ کرلیں گواہی کیسے دیں گے۔

لہذا ضرور ضرور امت کے اعمال حضور ﷺ پر پیش کیے جاتے ہیں اور مشاہدہ کرتے ہیں۔ لہذا آپ ﷺ لوگوں کے نیک و بد اعمال کی گواہی دیں گے۔ اس کا ترجمہ اعلیٰ حضرت محمد احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی تفسیر سے پیش کرتا ہوں انہوں نے ایک درج ذیل آیت کا ترجمہ اس طرح کیا:

﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَ مَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ (القصص : 44)

''اور تم طور پہاڑ کی مغربی جانب میں نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰ کو رسالت کا حکم بھیجا تھا اور اس وقت حاضر نہ تھے۔''

اس آیت سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ ہر جگہ حاضر نہیں ہوتے اور نہ ہی آنکھوں سے مشاہدہ کر کے گواہی دیتے ہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے بتانے کے بعد آپ گواہی دیتے ہیں کہ فلاں قوم ایسی تھی اور ان کے یہ اعمال تھے۔

دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر زمانے کا نبی اپنے زمانے کے لوگوں پر بارگاہ رب العزت میں گواہی دے گا کہ زندگی گزارنے کے جو احکام تو نے مجھ پر نازل کیے تھے اور جن احکام کی تعلیم تو نے مجھے دی تھی میں نے بغیر کسی کمی بیشی کے ان تک پہنچا دیئے تھے۔ پھر یہی گواہی حضرت محمد ﷺ اپنے دور کے لوگوں پر دیں گے اور قرآن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ قیامت تک کے لوگوں کے لیے نبی رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور یہ آپ ﷺ کی امت ہیں۔

﴿قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ (اعراف:158)

''آپ اعلان کر دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں''

تیسری آیت کا مطلب سمجھیے! اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ (المائدہ: 67)

”اے رسول وہ تمام احکام جو آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے اتارے گئے ہیں لوگوں تک پہنچا دو“

آپ ﷺ نے اللہ کا دین لوگوں تک پہنچا دیا اور اس پر اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حجۃ الوداع کے موقع پر گواہ بنایا۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تم سے میرے بارے میں پوچھے گا تم کیا گواہی دو گے؟ تو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم گواہی دیں گے اور کہیں گے کہ آپ نے اللہ کا دین ہم تک پہنچا دیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ اس پر گواہ رہ۔ (خطبہ یوم النحر مشکوٰۃ، متفق علیہ)

کہ تمام صحابہ نے اس بات پر گواہی دی ہے کہ جو ڈیوٹی تو نے اپنا دین پہنچانے کی مجھ پر لگائی تھی وہ ذمہ داری میں نے ادا کر دی۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے شاہد بنا کر بھیجا ہے کہ وہ اس بات کی گواہی دے کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی توحید کی گواہی دے کہ اس کی ذات میں، اس کی صفات میں، اس کی عبادات میں، اس کے تصرفات میں، اس کے علم میں، اس کی قدرت میں، اس کے خلق و امر میں، اس کے ارادے اور مشیت میں، اس کے اقوال و افعال میں اس کا کوئی شریک نہیں، حرام اور حلال کرنے کا اختیار صرف اللہ کو ہے۔ نیکوں کے لیے جنت اور بدوں کے لیے دوزخ بھی اسی نے تیار کی ہے۔ اللہ کے دین کی حقانیت اور صداقت پر گواہ بن کر کھڑے ہونے والے ہیں۔ یہ آپ ﷺ کی قولی شہادت ہے اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت پر عملی گواہ بنا کر بھی کھڑا کیا۔ فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (احزاب: 21)

”رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تمہارے لیے عمل کا اچھا (یعنی رسول اللہ کی زندگی بھی عمل کا) نمونہ ہے۔“

یعنی اللہ کی شریعت پر عمل کر کے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کا دین سچا ہے یعنی آپ ﷺ کا قول اور آپ ﷺ کے بدن مبارک کا شریعت پر عمل شریعت کے حق اور سچ ہونے پر گواہ ہے۔

یعنی آپ ﷺ کے قول اور عمل کو حق اور سچ سمجھا جائے۔ اسی لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کرام کو اپنے قول اور اپنے عمل پر گواہ بنایا کہ نبی ﷺ نے اللہ کے احکام پہنچائے بھی اور وہ عمل کر کے دکھائے بھی۔

بعض لوگوں نے اس شہادت کو یہ اپنانے کی کوشش کی کہ نبی اکرم ﷺ روز قیامت آخرت میں لوگوں کے اعمال پر شہادت دیں گے اور اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سب لوگوں کے اعمال کو دیکھ رہے ہیں اور بغیر دیکھے کیسے گواہی دیں گے لیکن قرآن کریم کی رو سے یہ تاویل بالکل غلط اور باطل ہے۔ کیوں کہ لوگوں کے اعمال پر شہادت قائم کرنے کے لیے اللہ نے دوسرا انتظام کیا ہے۔ اس کی وضاحت میں دوسروں کے اعمال پر شہادت قائم کرنے کے لیے اللہ نے دوسرا انتظام کیا ہے۔ اس کی وضاحت میں نے دوسرے مقالے میں کر دی ہے۔ ملاحظہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کراماً کاتبین سے گواہی لیں گے، لوگوں کے اعضاء سے گواہی لی جائے گی:

﴿اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ﴾ (یٰسین:65)

''آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے ان کے ہاتھ کلام کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے جو وہ عمل کیا کرتے تھے۔''

﴿حَتّٰۤى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَیْهِمْ سَمْعُهُمْ وَ اَبْصَارُهُمْ وَ جُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾ (حم السجدہ:26)

''یہاں تک کہ جب وہ آ پہنچیں گے اس کے پاس تو گواہی دیں گے ان کے خلاف ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے عملوں کی بابت جو وہ کیا کرتے تھے۔''

محفل میلاد کی حقیقت:

سید یوسف رفاعی نے دسویں فصل محفل میلاد شریف کے منکرین کے بارے میں لکھی ہے اور نیز یہ بھی لکھا ہے کہ ہر نئی چیز بدعت نہیں ہوتی اور لکھتے ہیں کہ یہ تحریر شام کے مشہور عالم اور دمشق یونیورسٹی کے کلیہ الشریعہ کے سربراہ ڈاکٹر محمد سعید ملا رمضان البوطی کی ہے جسے میں اپنی

کتاب کے آخر میں درج کر رہا ہوں۔

لکھتے ہیں ہر نئی چیز بدعت نہیں۔ دنیا کی چیزیں تو بدعت نہیں کیوں کہ وقت کے ساتھ ساتھ نئی چیزیں پیدا ہو رہی ہیں مثلاً نبی ﷺ کے زمانے میں سائیکل، موٹر سائیکل، رکشہ، کار، ویگن مزدہ، بس، ریل گاڑی اور ہوائی جہاز یہ سواری کی چیزیں نہ تھی یہ بدعت نہیں یعنی ان کا استعمال بدعت نہیں کیونکہ حدیث میں ذکر ہے **کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة** [نسائی] دنیا کی چیزوں کا استعمال گمراہی نہیں اس سے مراد دین میں نئی چیزیں بدعت ہیں۔ لاؤڈ سپیکر، ریڈیو، ٹیلیگراف ذرائع اطلاعات ہیں ان کا استعمال گمراہی نہیں کیونکہ یہ دین نہیں دنیا کی اور بہت سی چیزیں نبی ﷺ کے بعد وجود میں آئی ہیں جو صرف دنیوی معاملات سے تعلق رکھتی ہیں ان کا استعمال یا عدم استعمال دین نہیں وہ صرف دنیاوی فائدے کے لیے ہیں مگر دین کے اندر نئی چیز مقبول نہیں مردود ہے۔ جیسا کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ)) [متفق علیہ مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنہ]

''جس نے ہمارے اس امر دین کے اندر کوئی نئی چیز پیدا کی وہ مردود ہے''

یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے اور اعلیٰ درجہ کی حدیث ہے متفق علیہ حدیث سے زیادہ بہتر اور کوئی حدیث نہیں یہ بخاری و مسلم شریف کی حدیث ہوتی ہے اس حدیث کی صحت پر تمام محدثین کا اتفاق ہے اس کا ترجمہ یہ ہے:

دوسری حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے مزید وضاحت کر دی ہے:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَیْسَ عَلَیْہِ اَمْرُنَا فَھُوَ رَدٌّ))[مسلم شریف جلد دوم . ص 77. مکتبہ رشیدیه]

''جس نے کوئی عمل کیا اس پر ہمارا حکم نہیں وہ مردود مطرود اور نامنقول ہے یعنی کام ثواب سمجھ کر کیا۔''

یعنی ایسا عقیدہ، ایسا فعل، ایسا قول جس کا اصل شریعت میں نہیں جیسا کہ

جشن عید میلاد النبی ﷺ

مروجہ عید میلاد النبی ﷺ:

جشن عید میلاد النبی ﷺ نہ تو نبی کریم ﷺ نے اس طرح منایا جس طرح آج کل بریلوی حضرات مناتے ہیں اور نہ ہی منانے کا حکم دیا ہے اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے منایا اور نہ ہی ائمہ دین امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ نے منایا اور نہ جشن عید میلاد النبی ﷺ منانے کا ذکر قرآن مجید میں اور نہ ہی کتب حدیث اور نہ ہی کتب فقہ میں جشن عید میلاد النبی ﷺ کا کوئی باب باندھا گیا ہے۔

ہاں! جشن عید میلا د النبی ﷺ نبی کریم ﷺ نے منایا پیر کے دن روزہ رکھ کر جیسا کہ (بحوالہ: مسلم شریف باب صیام التطوع) میں یہ حدیث ہے:

((سُئِلَ رَسُوْلُ ﷺ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ فَقَالَ: فِيْهِ وُلِدْتُّ وَفِيْهِ اُنْزِلَ عَلَيَّ))

[رواه المسلم]

"رسول اکرم ﷺ سے پوچھا گیا اللہ کے رسول ﷺ آپ پیر کے دن کا روزہ کیوں رکھتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: میں پیر کا روزہ اس لیے رکھتا ہوں کہ پیر کے دن میری پیدائش ہوئی اور پیر کے دن ہی مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے"

یعنی پیر کے دن رسالت و نبوت کا تاج میرے سر پر سجایا گیا۔ ان دو خوشیوں کی وجہ سے میں ہر پیر کا روزہ رکھتا ہوں اس طرح سال میں باون (52) پیر آتے ہیں اس طرح آپ ﷺ نے سال میں باون روزے رکھے، باون جشن منائے اس طرح نہیں جس طرح بریلوی حضرات میلاد مناتے ہیں "بازاروں کو پھولوں، پتیوں اور جھنڈیوں سے سجاتے ہیں، بجلی کی روشنی سے بازاروں کو جگمگاتے ہیں، پورے ملک میں کروڑوں روپے کی بجلی فضول خرچ کرتے ہیں، ہر طرف اجالوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر دکھائی دیتا ہے، لوگوں کا ہجوم بازاروں میں گھومتا پھرتا ہے، ہاہو کا سا ہوتا ہے بازاروں اور گلیوں میں شور شرابہ، روشنیوں کے گنبدوں میں دوڑتی ہوئی

روشنی کا نظارہ بہت دلکش دکھائی دیتا ہے، بچے بوڑھے اور جوان روشنی میں گھومتے پھرتے ہیں۔

کہیں گھڑ سواروں کا لشکر گردش کر رہا ہوتا ہے' جا بجا قوالیاں ان قوالوں نے ایک مسحور کن سماں باندھ رکھا ہے کہیں گانے کی محفلیں ہیں مضحکہ خیز صورت اختیار کی ہوئی ہے کہیں سپیرا رقص کا مظاہرہ ہے۔ یہ سپیرا رقص قومی زندگی کے لیے زہر سانپوں سے زیادہ مضر اور مہلک ثابت ہو سکتا ہے۔

کہیں پہاڑیاں بنائی جاتی ہیں اور پھر پہاڑیوں کا مقابلہ ہوتا ہے اور اچھی پہاڑی بنانے والے کو انعام دیا جاتا ہے۔ کہیں ڈھول بج رہے ہیں ڈھول پیٹنے والوں کا خوب مقابلہ ہوتا ہے۔

اس طرح اسراف' رنگ و نمود اور اختلاط مرد و زن' قوالی کی محفلیں سپیرا ڈانس اور مختلف قسم کے باجے بجائے جاتے ہیں' اور سریں کاٹیں جاتی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بُعِثْتُ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ

''مجھے مزامیر و آلات لھو و لعب مٹانے کا حکم دیا گیا ہے''

علامہ شورش کاشمیری نے خوب کہا ہے۔

بج رہے ہیں ڈھول تاشے تالیاں چمٹے رباب
کس مزے سے عید میلاد النبی ﷺ کے نام پر
کٹ خنوں کے ہاتھ میں میر امم کا تذکرہ
عرش عظیم کانپتا ہے اس مذاق عام پر
اینٹھتے پرتے ہیں شورش واعظان بے لگام
کھینچ کر تنسیخ کا خط شرع کے احکام پر

یہ ہے عید میلاد النبی ﷺ کی تقریب......!

گناہوں کا پلندہ ہے۔ کیا عید میلاد منانے کا یہ طریقہ نبی اکرم ﷺ نے بتایا ہے؟ ظاہر ہے ہمارے نبی ﷺ ایسی خرافات کا حکم نہیں دے سکتے تھے عید میلاد منانے کا یہ طریقہ ان کا خود ساختہ ہے۔ یہ طریقہ سراسر اسلام کی توہین ہے، خرافات کے علاوہ فضول خرچی ہے' کروڑوں

روپے کی بجلی برباد اور کروڑوں کا گوٹا لگا کر پھر توڑ پھوڑ کر برباد کرتے ہیں۔

یہ فضول خرچی کی انتہا ہے اس کو نہ اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور نہ ہی اللہ کا رسول ﷺ پسند کرتا ہے اور نہ یہ دین کا کام ہے اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا o اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ o وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا۔﴾ [بنی اسرائیل]

فضول خرچی نہ کرو بلاشبہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان تو اللہ کا ناشکرا ہے۔

اب تو ان بھائیوں نے نبی اکرم ﷺ کے روضے مبارک کی شبیہ بھی بنانی شروع کر دی ہے۔ اور بازاروں میں اس طرح لیے پھرتے ہیں جس طرح شیعہ حضرات امام حسین رضی اللہ عنہ کا تازیہ لیے پھرتے ہیں وہ بھی کروڑوں روپے تازیہ پر برباد کرتے ہیں۔

جس کام میں اس قدر خرافات اور بے ہودگیاں ہوں وہ کام دینی کیسے ہو سکتا ہے اور جس نے محفل میلاد کو شروع کیا وہ تو بدترین شخص تھا اور پرلے درجے کا بے دین تھا۔

مجلس میلاد کا موجد اور مخترع ابو سعید کو کبوری مظفر الدین شہر اربل کا گورنر تھا 604ھ میں اس شخص نے اس بدعت سیئہ کو جاری کیا تاریخ ابن خلقان جلد 1 ص 336 تا 337 یہ آدمی سعادت سے کوسوں دور اور شقاوت سے بھرپور شب و روز فسق و فجور کا بازار گرم رکھتا تھا مجلس مولود کو ہر سال دھوم دھام سے مناتا تھا اس مجلس میں مختلف شہروں سے بڑے گویئے اور شاعر حاضر ہوتے اور اس کو خوش کرنے کے لیے اپنے ساتھ طنبور اور باجے اور طبلے ساتھ لاتے تھے شاہ اربل نے ان کے لیے اپنے قلعہ کے ساتھ ایک عالیشان ناچ گھر تعمیر کرایا تھا یہ گویئے وغیرہ محرم میں یہاں آجاتے تھے بہت سے قبے اور خیمے بنوائے جاتے گانا سن کر بہت خوش ہوتا اور ان میں رات گزارتا۔ بہت بڑا مسرف اور بے دین انسان تھا۔

[تاریخ ابن الخلقان]

ولادت، وفات اور جشن:

حضرت محمد ﷺ کی صحیح تاریخ ولادت 9 ربیع الاول ہے بحوالہ سیرت رحمۃ اللعالمین مصنف قاضی محمد سلیمان۔ ہمارے نبی اکرم ﷺ بروز پیر 9 ربیع الاول 1 عام الفیل مکہ مکرمہ قبل از طلوع پیدا ہوئے۔ سب مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ سوموار کا دن 9 ربیع الاول کے سوا کسی اور تاریخ سے مطابقت نہیں کرتا۔ علامہ شبلی نعمانی نے بھی سیرۃ النبی ﷺ میں یہی تاریخ اور یہی دن لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ بروز پیر سوموار 9 ربیع الاول کو ہی نبی اکرم ﷺ پیدا ہوئے۔ مشہور مؤرخ اکبر نجیب الہ آبادی بھی تاریخ اسلام میں

9 ربیع الاول کو ہی نبی ﷺ کی پیدائش کی صحیح تاریخ قرار دیتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ عیہ فرماتے ہیں کہ محرم کی دسویں تاریخ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا اور ہمارے نبی ﷺ بھی اسی دن دنیا میں تشریف لائے۔ بحوالہ: غنیۃ الطالبین وجہ تسمیہ عاشورہ۔ میلادی حضرات کے نزدیک چونکہ پیر عبدالقادر جیلانیؒ کی بات زیادہ معتبر ہے لہٰذا نبی ﷺ کی پیدائش کی یہی 10 محرم کی تاریخ ہی زیادہ صحیح ہے لہٰذا ان کو چاہیے کہ محرم کی دس تاریخ کو جشن عید میلاد النبی ﷺ منائیں خوشی میں گھوڑے دوڑاتے جائیں اونٹ ہنکاتے جائیں موٹر اور ٹرک چلاتے جائیں ڈھول بجاتے جائیں سارنگی پر گیت گاتے جائیں کچی پکی نعتیں سناتے جائیں شبیہ رسول اٹھا کر بھنگڑا ڈالتے جائیں صبح کے وقت نبی اکرم ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں ڈھول پیٹتے جائیں اور شام کو پیٹتے آیا کریں۔ کیوں کہ پیدائش سے تا زندگی خوشی ہے اور بعد از وفات پھر غمی ہی غمی ہے۔

ایک بچہ صبح پیدا ہو تو سب خوشیاں مناتے ہیں لیکن اگر وہ دو پہر کے وقت فوت ہو جائے تو پھر خوشی نہیں غمی ہوتی ہے۔ دنیا کا یہی اصول ہے۔

زندگی گزارنے کے بعد جب رسول معظم نبی مکرم ﷺ فوت ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے

خوشی نہیں منائی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے موت سے پہلے روتے ہوئے کہا آہ! میرے باپ پر کس قدر سختی اور تکلیف ہے[مشکوٰۃ بحوالہ بخاری' مسلم]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

((وَلَوْلَا اَمَرْتَ بِالصَّبْرِ رَنَهَيْتَ عَنِ الْجَزْعِ لَانفَذْنَا عَلَيْكَ مَاءَ الْعُيُوْنِ))

''یارسول اللہ ﷺ اگر آپ نے ہمیں صبر کا حکم نہ فرمایا ہوتا اور رونے پیٹنے اور ماتم سے منع نہ کیا ہوتا تو آج ہم رو رو کر اور پیٹ پیٹ کر آنکھوں کا پانی ختم کر دیتے''

[مشکوٰۃ رحمۃ اللعالمین نہج البلاغ جلد اول ص:491]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس دن سے برا اور اس دن سے ظالم دن کوئی نہیں دیکھا جس روز رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اس دن تمام چیزوں پر تاریکی چھا گئی تھی۔[مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی]

حضرت بلال رضی اللہ عنہ روتے روتے دیوانہ وار جنگل میں نکل گئے۔اور چھ ماہ تک ملک شام میں بے چین اور بے قرار پھرتے رہے اور ملک شام میں ہی وفات پائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب اپنی جگہ غم زدہ تھے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور چہرہ مبارک کو بوسہ دیا اور کہا کہ آئندہ آپ ﷺ پر موت نہیں آئے گی بس یہی ایک موت تھی جسے ہر انسان چکھے گا اور پھر خطبہ ارشاد فرمایا خطبہ میں کہا:

مَنْ كَانَ يَعْبُدُمحمداً فإن محمداً قد مات ومن كان يعبد الله فان الله حی لا يموت

''جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا پس تحقیق محمد ﷺ تو فوت ہو چکے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا اس کو موت نہیں۔''

[سیرت رحمۃ اللعالمین ﷺ ص 294]

حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے اور کہا جمعرات کا دن ہائے جمعرات کا دن پھر رو پڑے پھر کہا: اس دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کا غلبہ ہو گیا تھا اور ہوش میں آنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف کنوؤں سے ساتھ مشکیں پانی کی منگوائیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پانی ڈالا جائے اور ہوش میں آئیں مگر آپ کو زندگی نے مہلت نہ دی اور فوت ہو گئے۔ دنیا کو چھوڑ گئے۔ [مشکوٰۃ باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم]

اور دوسری طرف کفار اور منافقین خوشیاں منانے لگے۔ "التحفة اثنیٰ عشرية" کے مصنف عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے (ص 239-238پر) لکھا ہے کہ منافقین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر خوشیاں منائیں' باجے بجائے، مہندی لگائی اور لوگوں کی زکوٰۃ واپس کر دی۔ مذکورہ کام مالک بن نویرہ منافق نے کیے یہ ایک علاقہ کا چوہدری تھا۔

اللہ رب العزت نے موت سے پہلے ہی فرما دیا تھا:

﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ﴾

[الزمر: 31]

"بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پانے والے ہیں اور کافر بھی مرنے والے ہیں پھر روز قیامت تم اپنے رب کے پاس جھگڑا کرو گے"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ایک حادثہ عظیم ہے پھر خوشی کیسی۔ دو شنبہ یعنی سوموار کا روزہ رکھنا بڑا ثواب ہے۔ بنتے ہو فدائی تو فدا ہو کر دکھاؤ کہنے کی فدا اور ہے اور کرنے کی فدا اور۔

وفات کے بعد سال گرہ یا عید میلاد منانا خلاف عقل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میں ازروئے قرآن وحدیث میں کوئی شک نہیں۔

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ﴾ [السجدة: 22]

"اس سے بڑا ظالم کون جس کو قرآن وحدیث کی بات پہنچے اور پھر انکار کرے۔ ان

مجرموں سے ہم انتقام لیں گے یعنی اس انکار کا''

جشن عید میلاد منانے کے لیے فضول قسم کے دلائل دیے جاتے ہیں۔کوئی کہتا ہے ابولہب نے آپ ﷺ کی پیدائش کی خوشی منائی تھی پھر ہم کیوں نہ منائیں ابولہب نے آپ ﷺ کی خوشی میں لونڈی آزاد کی تھی۔تو کیا ابولہب ہر سال نبی ﷺ کی پیدائش کے دن لونڈی آزاد کرتا تھا۔نہیں ہر سال نہیں بلکہ وہ ابوطالب کی وفات کے بعد آپ ﷺ سے دشمنی کرتا تھا اس نے لونڈی آزاد کی تم بھی آزاد کرو۔

جب کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو چچے تائے سب خوشیاں مناتے ہیں اور مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں عقیقہ وغیرہ بھی کرتے ہیں۔تو یہ کہنا کہ یہ ہر سال ایسا کرتے ہیں نہیں نہیں ہرگز نہیں جبکہ یہ بریلوی حضرات ہر سال میلاد مناتے ہیں اور منانے کے طریقے سب کے سب غیر شرعی ہیں۔دشمن کے عمل کو دلیل بناتے ہیں جس نے نبی مکرم ﷺ کی شان میں نازیبا الفاظ کہے تھے جب آپ ﷺ نے صفا پہاڑی پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعلان کیا تو ابولہب نے کہا:

تَبًّا لَّكَ سَائِرَ الْيَوْمِ أَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا.

''اس سارے دن میں تیرے لیے ہلاکت ہو اس مقصد کے لیے تو نے ہم کو جمع کیا ہے''

رسول اللہ ﷺ نے اس کو کوئی جواب نہ دیا۔البتہ اللہ رب العزت نے اس ملعون کے جواب میں سورت اللھب اتاری:

﴿تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ﴾

''ٹوٹ جائیں ابولھب کے دونوں ہاتھ اور وہ ہلاک ہو جائے''

یہ ہے وہ ابولہب جس کے عمل کو جشن عید میلاد النبی ﷺ منانے کے لیے دلیل پکڑتے ہیں اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ اس پر لعنتیں بھیجتے ہیں اور میلادیے اس کے عمل کو دلیل بناتے ہیں اور کبھی جشن عید میلاد النبی ﷺ کے قائلین علماء کرام عید میلاد النبی ﷺ کے جواز میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا عمل بھی پیش کرتے ہیں کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا۔

اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تمھارا پروردگار ایسا کرسکتا ہے کہ آسمان سے ہم پر ایک خوان اتار دے تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی فرمائش نہ کرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ انہوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں میسر آئے تو ہم اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل آرام پائیں اور ہم جان لیں کہ تو نے ہمیں سچ بتایا تھا اور اس پر ہم گواہ ہو جائیں اس پر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے دعا کی:

﴿اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ﴾ (المائدہ:114)

''اے اللہ! ہمارے پروردگار ہم پر آسمان سے ایک خوان بھیج کہ اس کا آنا ہمارے اگلوں اور پچھلوں سب کے لیے عید قرار پائے اور تیری طرف سے تیرے فضل و کرم کی ایک نشانی ہو اور ہم کو روزی دے تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔''

اللہ رب العزت نے فرمایا میں تمہارے لیے خوان بھیجوں گا لیکن جو شخص بھی اس کے بعد حق قبول کرنے سے انکار کرے گا تو اس کو ایسا عذاب کروں گا کہ ایسا عذاب دنیا میں کسی آدمی کو نہ کروں گا۔

چنانچہ خوان اترا مگر انہوں نے اس کے بعد بھی نافرمانی کا مظاہرہ کیا تو پھر کیا ہوا اس کی پاداش میں ان کو خنزیر بنایا گیا۔ اور داؤد علیہ السلام کے زمانے میں بنی اسرائیل کو بندر بنایا گیا۔

افسوس کہ اپنے نبی ﷺ کی تعلیم اور روش کو چھوڑ کر غیروں کی تعلیم اور پیروی کرنے کا یہی نتیجہ نکلے گا جو حواریوں کا نکلا شاید اس کا نتیجہ کہ خنزیر کھانی قوم یہود و نصاریٰ کو بطور عذاب مسلمانوں پر مسلط کر دیا۔ مسلمان پوری دنیا میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں اور کفر ناچ رہا ہے۔

دنیا کا دیکھ سارا نقشہ بدل گیا ہے
اغیار ہر جگہ پر اک چال چل گیا ہے

نبی اکرم ﷺ کی تعلیم چھوڑنے کا اور غیروں کی تقلید کا یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ اسلام میں یوم پیدائش اور یوم وفات منانے کا کوئی جواز نہیں بلکہ غیر مسلموں کی نقالی اور مشابہت ہے

((مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)) [بخاری، کتاب اللباس،]

''جس نے کسی قوم کی مشابہت کی پس وہ بھی انہیں میں سے ہے''

عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یوم پیدائش اور یوم وفات مناتے ہیں مسلمان بھی ان کی نقل کرتے ہیں۔ ہندو دیوالی کا تہوار مناتے ہیں اور ہندو دسہرہ کا سوانگ رچاتے ہیں اور سارے ملک میں چراغاں کرتے ہیں برصغیر کے مسلمان بھی انہی کی طرح عید میلاد النبی ﷺ مناتے ہیں اور ملک میں چراغاں کرتے ہیں حالانکہ عید میلاد النبی ﷺ کا قرآن وحدیث کتب فقہ میں کوئی ذکر نہیں۔اور بڑے فخر کے ساتھ کہتے ہیں۔

نثار تیری چہل پہل پر ہزاروں عیدیں ربیع الاول۔
سوائے ابلیس کے جہاں میں سب ہی خوشیاں منارہے ہیں
حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولا کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے

اور اصل بات یہ ہے کہ۔

قل ساتے چالیے مولود عرس گیارھویں
حلوے نے بنائے ہیں کھیر نے سکھائے ہیں

اس میں کسی مسلمان عالم کو شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ 12 ربیع الاول گیارہ ہجری بروز سوموار فوت ہوئے ہیں جبکہ پیدائش 9 ربیع الاول سوموار ہے۔بارہ ربیع الاول کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے غم منایا اور آج کل کے نام نہاد مسلمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مخالفت میں خوشیاں مناتے ہیں اور جو نبی کریم ﷺ کی یوم وفات کی خوشی نہ منائے اس کو شیطان اور ابلیس کے بھائی کہتے ہیں۔

یاد رکھو۔

نماز روزہ حج زکوٰۃ اور نیکیاں سبھی
برباد ہیں اگر نہ اطاعت رسول ﷺ
مسلم ہے تو اگر تو اطاعت بھی کر ضرور

ورنہ فضول ہے زبانی محبت رسول کی

اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ [النساء: 115]

''جو شخص دلائل واضح ہو جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے اور (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا راستہ چھوڑ کر) کوئی اور راستہ اختیار کرے گا ہم پھیر دیں گے اس کو جدھر وہ پھرے گا پھر ہم اس کو دوزخ میں داخل کریں گے وہ بہت برا ٹھکانہ ہے''

[illegible] سے رسول اللہ ﷺ کا طریق واضح ہے کہ آپ ﷺ اپنی یوم پیدائش کا روزہ رکھتے تھے۔ اور صحابہ کرام بھی آپ ﷺ کی اتباع کرتے تھے۔ مگر یہ مسلمان بجائے روزہ رکھنے کے اور بجائے دن منانے بے تاریخ مناتے ہیں اور بازاروں میں گھومتے پھرتے ہیں اور ایسا نہ کرنے والوں کو گالیوں سے نوازتے ہیں اور ابلیس کا بھائی قرار دیتے ہیں۔

فیا للعجب ضیعة العلم والادب

کریں بدعتوں سے سب نفرت وہابی
ہوئی تیری رسموں کی ان سے خرابی
اسی واسطے شر ہے تو بعے لہابی
کہے خاص سن کو جل کر وہابی

عید میلاد النبی ﷺ کے جلسے جلوسوں اور محافل کا ثبوت چھ صدی تک اسلام میں نہیں پایا جاتا تھا یہ چیزیں لوگوں نے بعد میں اپنی عقل سے پیدا کی ہیں یہ قبول نہیں تضیع اوقات اور تضیع زر ہے، علاوہ ازیں بدعات ہیں۔ اس عید میلاد کا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کوئی ثبوت نہیں اس کو شکم پرور اور نفس پرست لوگوں نے ایجاد کیا ہے۔ جو تمام برائیوں کی جڑ ہے اور مسلمانوں میں انتشار کا سبب ہے۔ پس نیکی وہی ہے جس پر مہر نبوت ﷺ ثبت ہو۔ غور سے

ایک واقعہ سن کر عبرت حاصل کرو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو ایک چھوٹے لشکر کے ساتھ روانہ کیا اتفاق سے وہ دن جمعہ کا تھا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی تو صبح سویرے ہی روانہ ہو گئے اور عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دل میں کہا کہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جمعہ پڑھ کر جاؤں گا اور لشکر سے جا ملوں گا میرے پاس بہت تیز رفتار گھوڑا ہے۔ جب نماز جمعہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ پڑھ لی تو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا اور کہا: تم کو صبح کے وقت اپنے ساتھیوں کے ساتھ جانے سے کس چیز نے روکا ہے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے چاہا کہ میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز جمعہ پڑھ کر روانہ ہو جاؤں گا اور ساتھیوں سے جا ملوں گا اور پھر جمعہ بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور مسجد نبوی میں بارگاہ رب العزت میں سبقت لے جاؤں گا اور یہ بھی خیال آیا کہ شاید شہید ہو جاؤں اور پھر حضور ﷺ کے ساتھ جمعہ پڑھنے کا موقعہ نہ ملے۔ آپ ﷺ سے فرمایا اگر دنیا کی ساری چیزوں کو بھی خرچ کر دے تب بھی تجھ کو اپنے ہمراہیوں کے ساتھ صبح کے وقت جانے کا ثواب نہیں ملے گا۔''

[مشکوٰۃ باب آداب سفر بحوالہ ترمذی شریف]

ہر قدم پر ہر روش پر ہر ادا پر ہر جگہ
دیکھنا پڑتا ہے انداز نگاہ یار کو

خیالات تو بہت اچھے تھے لیکن تھے عقلی۔

ہاں جشن میلاد مناؤ پر اس طرح جس طرح نبی ﷺ نے منایا۔ ہر پیر کا روزہ رکھو اور اور جلسے منعقد کر کے آپ ﷺ کی تعریف۔ کرو نعتیں پڑھو۔ جن میں نبی اکرم ﷺ کے جسمانی اوصاف کا ذکر ہو یا روحانی کمالات کا تذکرہ ہو یا نبی ﷺ کے اخلاقیات کا بیان ہو یا آپ ﷺ کی عادات مبارکہ کا تذکرہ ہو یا جن میں آپ ﷺ کے معجزات اور کارناموں کا ذکر ہو مگر ان

میلادیوں کی مجلس میں جو نعتیں پڑھی جاتی ہیں وہ شرک میں لتھڑی ہوئی ہوتی ہیں مذکورہ بالا اوصاف میں سے کوئی صفت بھی حضور ﷺ کی بیان نہیں کی جاتی اللہ تعالیٰ کے مقام پر کھڑا کر کے دنیاوآخرت کی بھلائیاں مانگی جاتی ہیں جوسراسرشرک ہے۔

مثال کے طور پر یوں کہا جاتا ہے:

شہنشاہا حبیبا مدینے دیا
خیر منگناں ہاں میں تیرے دربار چوں
صدقہ اپنے فقیراں دا دے سوہنیا
کھالی جاواں نہ میں تیرے دربار چوں

اس شعر میں نبی ﷺ کوشہنشاہ کہا گیا ہے جس کا معنی احکم الحاکمین ہے اور احکم الحاکمین صرف اللہ تعالیٰ کی ذات باری تعالیٰ ہے جیسا کہ قرآن مجید میں:

﴿اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِیْنَ﴾ [سورة التین]

اس شعر میں رسول اللہ ﷺ سے مانگا گیا ہے جبکہ صرف اللہ تعالیٰ سے مانگنا چاہیے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا سَئَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰه وَاِذِ اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ))[رواه احمد والترمذی باب التوکل والصبر مشکوٰۃ ص: 452]

''جب مانگوتو اللہ تعالیٰ سے ہی مانگواور جب مدد مانگوتو صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگو''

اورمندرجہ بالاشعر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی اکرم ﷺ کا فقیر کہا گیا ہے۔

جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ﴾ [فاطر : 15]

''اے لوگو! تم سب اللہ کے فقیر ہو اور اللہ وہ بے پرواہ اور تعریف کیا گیا ہے۔''

(اس میں نبی اور غیرنبی) سب کے سب اللہ کے فقیر ہیں۔ ایک دفعہ آپ ﷺ اپنے

صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر نماز استسقاء پڑھنے گئے وہاں آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ [المؤمن: 60]

''تمہارے رب نے کہا ہے لوگو تم سب مجھ سے دعا مانگو میں تمھاری دعا کو قبول کروں گا''

ایسے ہی یہ شعر پڑھتے ہیں۔

شاہِ مدینہ یثرب کے والی سارے نبی تیرے در کے سوالی

اس شعر میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر ورسولوں کو محمد ﷺ کے سوالی اور گدا بنا دیا ہے۔

جبکہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

﴿يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ﴾

[الرحمن: 29]

''اس سے مانگتے ہیں جو بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہے سب کے سب ہر دن اور وہ ایک کام میں ہے۔''

یعنی ساری مخلوقات جو آسمانوں میں ہے ہر بات میں اسکی محتاج ہے اور وہ ہر روز اپنی اخروی اور دنیاوی سب حاجتیں اسی سے منگتے ہیں اور ہر روز اور ہر وقت کام کر رہا ہے کبھی بیکار نہیں رہتا پیدا کرتا ہے۔ مارتا ہے عزت دیتا ہے ذلت دیتا ہے۔ بیمار ہوتے ہیں تو شفا دیتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ کہاں تلک لکھوں اس قسم کے اشعار اکٹھے کیے جائیں تو ایک کتاب بن جائے گی بس نمونہ دکھا دیا۔

ان لوگوں نے تو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر نبی اکرم ﷺ کو الٰہ اور معبود بنا لیا ہے اور دن رات بزرگوں کی قبروں پر سجدے کرتے ہیں اور ان کو پکارتے ہیں اور بعض تو یوں بھی کہتے ہیں:

مدینے پاک دے اندر میری ایہو عبادت ہے
تیرے روضے تے میں سر نوں جھکاواں یا رسول اللہ

یہ میلاد منانے والے بھائی اپنے سٹیجوں پر کبھی بھول کر بھی اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں پڑھتے صرف شرکیہ نعتیں پڑھتے ہیں:

یارسول اللہ ﷺ انظر حالنا۔یارسو ل اللہ اسمع قالنا

اننا فی بحر غم مغرقوا۔خذبیدی وسھل لنا اشکالنا

''یارسول ہمارے حال پرنظر فرماؤ۔یارسول اللہ ہماری عرض سنو ہم توغم کے سمندر میں غرق ہو چکے ہیں۔ہاتھ پکڑ واورغم سے نکالو''

دیکھواس شعرمیں کس قدرشرک ہے اللہ کی پناہ ایسی محبت سے جس سے نبی ﷺ کواللہ ہی بنادیا محفل میلادبھی غیرشرعی ہے۔

ان حضرات کا خیال ہے کہ جب نبی ﷺ پر سلام پڑھا جائے تو ادب سے کھڑے ہو جاؤ۔کیونکہ اس وقت خور رسول اللہ ﷺ ہماری مجلس میں تشریف لاتے ہیں اور نیز یہ پڑھتے ہیں کہ۔

دم بدم پڑھو درود حضرت بھی ہیں یہاں موجود

جب نبی اکرم ﷺ پہلے سے ہی یہاں موجود ہیں تو پھر آنے کا عقیدہ بے سود ہے۔

اے خدا کے لاڈلے پیارے رسول ﷺ

یہ سلام عاجزانہ ہو قبول

حالانکہ سلام ایک عمل ہے اور اسے اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے اور اجر دیتا ہے اور سلام میں کہتے ہیں۔

شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

اس شعرمیں نبی ﷺ کوہدایت کی مجلس کی موم بتی بنا دیا ہے۔جبکہ آپ ﷺ کواللہ تعالیٰ نے سراج منیر کہا ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۝ وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا﴾ (الاحزاب: 45)

یعنی آپ ﷺ آفتاب ہدایت ہیں موم بتی نہیں۔دیکھواس شعرمیں حضور ﷺ کا مرتبہ

کس قدر رگھٹا دیا اور کہا کہ ہمارا یہ سلام قبول کرو جبکہ حضور ﷺ پر سلام بھیجنا ایک عمل ہے۔ اور عمل اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے اور اس کا ثواب دیتا ہے۔ کسی بھی صحابی رسول ﷺ نے ساری زندگی میں اس طرح نہیں کہا کہ یا رسول ﷺ ہمارا یہ درود وسلام قبول کرو۔

اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یوں کہا:

دست بستہ ہیں کھڑے تیرے غلام
پیش کرتے ہیں غلامانہ سلام

دست بستہ کھڑے ہونا یہ عمل صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ باندھ کر عبادت ونماز میں کھڑا ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا جائز نہیں۔ کیوں کہ یہ عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

قیام کے بارے میں حدیث پاک کا مطالعہ کریں:

((عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ لَمْ یَکُنْ شَخْصٌ اَحَبَّ اِلَیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلِ ﷺ وَکَانُوْا اِذَا رَاَوْهُ لَمْ یَقُوْمُوْا لِمَا یَعْلَمُوْنَ مِنْ کَرَاهِیَتِهٖ لِذَالِكَ)) [رواہ الترمذی، قال هذا حدیث حسن صحیح۔ مشکوٰۃ باب القیام]

"حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب اور پیارا کوئی شخص نہ تھا جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دیکھتے کہ آپ ﷺ تشریف لا رہے ہیں تو احتراماً کھڑے نہ ہوتے تھے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس بات کا علم تھا کہ آپ ﷺ احتراماً کھڑا ہونے کو برا جانتے تھے"

دوسری حدیث یہ ہے:

((عَنْ مُعَاوِیَةَؓ قَالَ قَالَ ﷺ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَّتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِیَاماً فَلْیَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ)) [رواہ الترمذی، رواہ ابوداؤد۔ مشکوٰۃ باب القیام]

"حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو یہ بات خوش

کرے کہ لوگ اس کے لیے ادباً کھڑے رہیں وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔''

تیسری حدیث:

((عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ ﷺ مُتَکِئاً عَلٰی عَصاً فَقُمْنَا لَہٗ فَقَالَ لَا تَقُوْمُوْا کَمَا یَقُوْمَ الْاَعَاجِمُ یُعَظِّمُ بَعْضُھُمْ بَعْضاً)) [رواہ ابو داؤد مشکوٰۃ باب القیام]

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ لاٹھی پر سہارا لیتے ہوئے آئے (آپ کو چوٹ لگی تھی) پس ہم ادباً کھڑے ہوگئے تو آپ ﷺ نے فرمایا نہ کھڑے ہوا کرو۔ جیسا کہ عجمی لوگ ایک دوسرے کے سامنے ادباً کھڑے ہوتے ہیں''

میں نے یہ تین احادیث پیش کی ہیں کہ آپ لوگوں کا یہ کہنا کہ:

دست بستہ ہیں کھڑے تیرے غلام
پیش کرتے ہیں غلامانہ سلام

غلط عمل ہے۔ آپ ﷺ کو یہ عمل زندگی میں ناپسند تھا۔ جیسا کہ آپ نے احادیث کا مطالعہ کیا۔ اس طرح کا باادب قیام صرف اللہ کے لیے ہے۔

الامر فوق الادب۔

''حکم ادب سے اوپر ہے''

اسی لیے تو شیطان ملعون ٹھرا کہ اس نے اپنے عقلی گھوڑے دوڑائے۔ جب رب العزت نے فرمایا میں نے تجھ کو حکم دیا تھا کہ آدم کو سجدہ کر تو نے آدم کو سجدہ کیوں نہ کیا۔ ابلیس نے کہا میں آدم سے بہتر ہوں اس لیے میں سجدہ نہ کروں گا۔ اللہ رب العزت نے کہا ارے بے وقوف! میرے حکم کا تو نے کیا ادب واحترام کیا۔

یہی روش ان محفل میلاد منانے والوں کی ہے، نبی اکرم ﷺ کے حکم کی پروانہیں کرتے، حضور ﷺ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے سامنے کھڑا ہونے سے منع کریں اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہم

حضور ﷺ کے سامنے کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ حضور ﷺ اس عمل کو برا جانتے تھے۔ مگر میلاد منانے والے دھڑلے سے کہتے ہیں کہ ہم ادب سے آپ ﷺ کے سامنے ہاتھ باندھ کھڑے ہوں گے۔

جبکہ آپ ﷺ یہاں موجود بھی نہیں صرف فرض کرلیا ہے کہ آپ ﷺ یہاں پر تشریف لائے ہیں اور عقیدہ قائم کرلیا ہے کہ حضور ﷺ ہماری مجلس میں تشریف لاتے ہیں جبکہ ایک ہی وقت میں لاکھوں محفلیں قائم ہورہی ہیں۔ ایک ہی وقت میں ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا حضور ﷺ کی شان نہیں۔ جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے۔

﴿وَمَا كُنتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ﴾ [القصص:44]

''آپ ﷺ (وادی طور) پر حاضر و ناظر نہ تھے''

یہ ہے ان غیر شرعی محفلوں کا حال نعوذ باللہ مثل ھذہ الافعال السئیۃ والقبیحۃ۔

بظاہر عید میلاد النبی ﷺ وجہ محبت ہے۔ مگر یاد رکھیں اصل میں یہ شرک ہے و بدعت ہے۔ جو پڑھتے ہیں روایت اور غلط اشعار جلسوں میں۔

نافرمانِ پیغمبر ہیں انہیں حق سے عداوت ہے
وہی ہیں دین کی باتیں جو پیغمبر نے بتلائیں
مسلمانو سمجھ لو یہ تمھارا دین فطرت ہے
انہی کاموں کو کیجیے جو نبی ﷺ نے تم کو سکھائے ہیں
اگر تم کو رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت ہے
اس روش کو چھوڑو اور باطل پرستی کو
طلبگار سننِ سید ابرار ہوجاؤ

پکارو یارسول ﷺ کی شرعی حیثیت

اسلامی عقائد کے مصنف جناب سید یوسف رفاعی نے اپنی کتاب کے آخر میں پکارو یا

رسول اللہ ﷺ کا اشتہار دیا ہے۔اور حوالہ دیا ہے کہ اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام(مصباح الظلام فی المستغثین بخیر الا نام علیہ الصلاۃ والسلام فی الیقظۃ والمنام)اس کا ترجمہ اندھیرے کا چراغ استغاثہ کرنے والوں کے لیے محمد ﷺ کے طفیل بیداری میں اور سونے کی حالت میں یارسول اللہ ﷺ پکاریں اور نیز بتایا ہے کہ اس کتاب کا مصنف امام علامہ محمد بن موسیٰ المز الی المراکشی ہے جو 207ھ میں پیدا ہوا اور 282ھ میں فوت ہوا اور کتاب کے آخری صفحہ پر موٹے الفاظ میں لکھا ہے(**پکارو یارسول اللہ**) جبکہ یہ نعرہ غیر شرعی ہے۔

جس کا مطلب واضح ہے کہ تمام مسلمان اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنی مصیبتوں میں اپنی پریشانیوں میں صرف اللہ کے رسول ﷺ کو پکاریں۔میں نے اس کتاب کو پڑھا ہے پوری کتاب میں قرآن پاک کی ایک آیت بھی اور رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث بھی رسول اللہ ﷺ کو پکارنے پر بطور دلیل پیش نہیں کی گئی اس کتاب میں نبی اکرم ﷺ کے چند معجزات کا ذکر ہے اور پھر فرضی ڈھکوسلے لوگوں کی خوابوں کا ذکر ہے کہ فلاں شخص روضۂ رسول ﷺ پڑ گیا اور اپنی حاجت بارگاہ رسالت میں پیش کی اور اس کی مراد پوری ہوئی۔

یہی بات تمام قبر پرست لوگ بھی کہتے ہیں کہ فلاں مزار پر گئے اور ہماری مراد پوری ہوئی۔

<u>سارے اختیارات اور تمام قوتیں میرے اللہ کے پاس ہیں:</u>

کسی نبی‘ ولی‘ انسان اور کسی فرشتے کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں۔اس پر قرآن وحدیث کے دلائل پڑھیں۔اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو پکارنا شرک اور حرام ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ﴾ [سبا : 22]

”آپ ﷺ ان مشرکوں سے کہہ دیجیے کہ جن کو تم اللہ کے سوا مشکل کشا حاجت روا سمجھتے ہو۔ان کو اپنی حاجت کے لیے پکارو وہ آسمانوں اور زمین میں ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں ان کا کچھ حصہ ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ان میں سے مددگار ہے۔“

سورۃ فاطر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ﴾ [فاطر: 13]

"اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو قطمیر کے بھی مالک نہیں"

قطمیر کا مطلب یہ ہے کہ کھجور کی گٹھلی پھینک دیتے ہیں، تھوڑی دیر کے بعد گٹھلی پر ایک جھلی سی آ جاتی ہے، اس جھلی کو قطمیر کہتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی ایک ذرے اور کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کا مالک نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو کوئی شخص اپنی مدد کے لیے پکارے گا وہ کیا مدد کرے گا۔ جب اس کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ایک ذرے کا اور کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کا بھی مالک نہیں لہٰذا اپنی مدد کے لیے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو پکارنا شرک ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ فَادْعُوْھُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ﴾ [الاعراف: 194]

"جن کو تم اپنی مدد کے لیے پکارتے ہو وہ تم جیسے بندے ہیں وہ تمھاری کچھ مدد نہیں کر سکتے۔ پس چاہیے کہ وہ قبول کریں تمہارے لیے اگر تم سچے ہو"

اور سورۃ شوریٰ کی آیت نمبر 6 میں ذکر ہے کہ:

﴿وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَاءَ اللّٰہُ حَفِیْظٌ عَلَیْھِمْ وَمَا اَنْتَ عَلَیْھِمْ بِوَکِیْلٍ﴾

"کیا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا کارساز بنا رکھے ہیں پس اللہ تعالیٰ ہی کارساز ہے" (یعنی کام سنوارنے والا اور بگڑیاں بنانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے)

اور سورۃ الاعراف آیت نمبر 188 میں ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہُ﴾

"اے محمد ﷺ کہہ دیجیے میں اپنی جان کے نفع و ضرر کا مالک نہیں مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے"

اور سورۃ الجن میں ہے:

﴿قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰہِ اَحَدًا

وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا﴾ [الجن :22-21]

''(اے محمد ﷺ!) کہہ دیجئے میں تمہارے بھی نفع ونقصان کا مالک نہیں اور مجھے اللہ کے سوا کوئی اور پناہ نہیں دے سکتا اور نہ ہی میں پاؤں گا اللہ کے سوا کوئی جائے پناہ۔''

اور نیز یہ بھی فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّمَا اَدْعُوْ رَبِّی وَلَآ اُشْرِكُ بِہٖ اَحَدًا﴾ [الجن : 20]

''(اے محمد ﷺ!) کہہ دیجئے میں تو صرف اللہ تعالیٰ اپنے رب ہی کو پکاروں گا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھراؤں گا۔''

تشریح:

نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے عمل کا نمونہ بنایا ہے اس آیت میں یہ سبق دیا گیا ہے کہ امت میرے عمل کو دیکھ کر وہی راہ اختیار کریں جو میں نے اختیار کی ہے۔ میں صرف اللہ تعالیٰ کو ہی پکارتا ہوں اے امتیو! تم بھی میری اتباع میں اللہ تعالیٰ کو ہی پکارو نہ مجھے پکارو اور نہ میرے سوا کسی نبی کسی ولی کو پکارو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا غیر کو پکارنا شرک ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْھُمْ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ﴾ [الانعام:88]

''اگر یہ نبیوں اور رسولوں کی جماعت بھی کسی غیر کو میرا شریک ٹھراتے تو میں ان کے اعمال بھی برباد کر دیتا''

یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا ہے کہ میں سب سے بڑا ہوں اور سب طاقتیں میرے پاس ہیں ورنہ نبیوں اور رسولوں سے یہ ناممکن ہے کہ وہ شرک کریں یہی بات اللہ تعالیٰ نے سورت الزمر میں دہرائی ہے:

﴿وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ﴾ [الزمر : 65]

''یقیناً وحی کی جا چکی ہے آپ ﷺ کی طرف اور ان کی طرف (یعنی سابقہ رسولوں کی طرف) جو آپ ﷺ سے پہلے گزرے ہیں کہ اگر تو نے شرک کیا تو اکارت ہو جائیں گے تیرے عمل اور ہو جائے گا تو خسارہ اٹھانے والوں میں سے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کر اور اس کا شکر گزار رہ''

ان آیات مبارکہ سے ثابت ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو پکارنا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں یہود کے کہنے سے مشرکین مکہ نے نبی اکرم ﷺ سے اصحاب کہف کا قصہ پوچھا تو آپ ﷺ وحی کے بھروسہ پر فرمایا کہ کل بتاؤں گا۔ اور انشاء اللہ نہ کہا چنانچہ پندرہ روز تک وحی نہ آئی اور مشرکین تمسخر کرنے لگے۔ تو اس وقت یہ آیت اتری:

﴿وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ﴾ [الکھف: 24]

''کہ آپ کسی بات کے کل کرنے کا وعدہ نہ کیا کریں جب تک انشاء اللہ نہ کہہ لیا کریں اور بھول جائیں تو یاد آنے پر یہ کلمہ کہہ لیا کریں''

اور سورۃ الدھر آیت نمبر 30 میں ہے:

﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا﴾

''اور تم چاہ نہیں سکتے کوئی بات مگر یہ کہ اللہ ہی چاہے اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا اور حکمت والا ہے''

تشریح:

ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ اصل اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ اگر نبی اکرم کے پاس کسی قسم کا اختیار ہوتا تو آپ ﷺ مشرکوں کے سوالات کا جواب دیتے اور پندرہ دن کے طعنوں اور تمسخر کا سامنا نہ کرنا پڑتا اور شرمندگی نہ اٹھانی پڑتی۔

اگر آپ ﷺ حاجت روا اور مشکل کشا ہوتے تو مکہ چھوڑ کر نہ جاتے، رات کے وقت

چھپ کر نہ نکلتے، غار میں نہ چھپتے۔ میدان احد میں اس قدر تکالیف نہ اٹھاتے کہ کافروں نے پتھر مار کر آپ ﷺ کے دانت مبارک توڑ دیئے۔

آپ ﷺ کے پہلو میں اور کندھے مبارک پر تلوار مار کر تکلیف پہنچائی اور آپ ﷺ کا سر مبارک زخمی کیا اور آپ ﷺ کے چچا سمیت ستر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دھوکے سے لے جا کر شہید کر دیئے۔ شعب ابی طالب میں تین سال تک قید کاٹی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مامور بندے اور رسول اور نبی تھے، حاجت روا اور مشکل کشا نہ تھے۔ وفات سے پہلے آپ ﷺ نے ایک یہودی کے پاس زرہ گروی رکھی اور اس سے تیس سیر جو لیے (مشکوۃ باب السلم والرھن بحوالہ بخاری و مسلم)

البتہ ایسا کہنا غلط ہے:

تیرا کھاواں میں تیرے گیت گاواں یا رسو ل اللہ
میں تیرا میلاد پھر کیوں نہ مناواں یارسول اللہ

یادرکھو رازق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، آپ ﷺ کی پیدائش سے پہلے کون رازق تھا۔ اللہ تعالیٰ ہی رازق تھا۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾ [الذاریات]

اور سورۃ التوبہ آیت نمبر 92 میں ہے:

﴿وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَا اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا اَجِدُ مَا اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ﴾

"نہ ایسے لوگوں پر (جہاد میں شرکت نہ کرنے پر کچھ گناہ ہے) جنہوں نے حضور ﷺ کے پاس حاضر ہو کر درخواست کی تھی کہ انہیں کوئی سواری مل جائے تو جہاد میں شریک ہوں اور آپ ﷺ نے جواب دیا تھا کہ تمہیں لے جانے کے لیے میرے پاس کوئی سواری موجود نہیں اس لیے وہ مجبور ہو کر واپس لوٹ گئے تھے اور ان کی آنکھوں میں آنسو جاری تھے۔ اس لیے کہ انہیں جہاد

میں شامل ہونے کے لیے خرچ میسر نہیں تھا۔"

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ حاجت روا اور مشکل کشا نہ تھے۔حاجت روا اور مشکل کشا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات باری تعالیٰ ہے۔لہٰذا پکارو یا رسول اللہ کا نعرہ لگانا غیر شرعی نعرہ ہے۔پکارو یا اللہ، یا رحمٰن، یا رذو الجلال والا کرام صحیح اور درست ہے۔

آج جن بزگوں کے مزاروں پر حاضر ہو کر ان کی نذر و نیاز دیتے ہیں اور ان کو سجدے کرتے ہیں ان کے نام پر بکرے، چھترے ان کے مزاروں پر چڑھاتے ہیں وہ سب انسان ہی تو ہیں۔ایسے ہی حضرت محمد ﷺ بھی اللہ کے بندے اور رسول ہیں، ان کو بھی نہ پکارو ہم کلمہ پڑھتے ہیں:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں"

پہلے بندہ ماننا پڑے گا پھر رسول مانیں گے، اگر آپ ﷺ کو بندہ ہونے کا انکار ہے تو رسول کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔لہٰذا پکارو یا رسول اللہ کا لوگوں کو سبق پڑھانا شرک ہے۔یا اللہ یا الرحمٰن کہہ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگو۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّامَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ [بنی اسرائیل:110]

"اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو پکارو جس نام سے بھی پکارو صرف اللہ تعالیٰ کو پکارو اور انکے علاوہ اللہ تعالیٰ کے اور بھی اچھے اچھے نام ہیں"

لہٰذا رسول اللہ ﷺ کو پکارنا شرک ہے اور قرآن مجید اور کتب حدیث میں کہیں ایک جگہ

بھی اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا یہ حکم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو پکارو۔

سورۃ الرعد آیت نمبر 4:

﴿لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ﴾

''پکارنا صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے''

اللہ کے سوا کسی غیر کو پکارنا باطل ہے اور خواہ وہ نبی اور رسول ہی کیوں نہ ہو۔اس پر قبر پرستوں کے پاس کوئی دلیل نہیں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ وہ جن کو پکارتے ہیں وہ ان کی کوئی دعا قبول نہیں کرتے ان کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی پیاسا آدمی کسی کنویں کے اوپر کھڑا ہو کہ پانی سے کہے او پانی! آجا میری پیاس بجھا دے پانی اس کے منہ تک نہیں پہنچے گا۔

ایسے ہی کافروں کی دعا بھی بے کار ہے یہ کام تو کافروں کا تھا کہ وہ اللہ کے سوا غیروں کو پکارتے ہیں مگر اب بے سمجھ مسلمانوں نے بھی یہ کام شروع کر دیا ہے اور لوگوں کو سبق یہ پڑھاتے ہیں پکارو یا رسول اللہ۔

اور سورۃ لقمان آیت نمبر 30 میں ذکر ہے:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾

''یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ برحق ہے اور جس چیز کو بھی وہ پکارتے ہیں اس کے سواہ وہ باطل ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی ہے عالیشان کبریائی والا''

ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو پکارنا حق اور اللہ کے سوا غیروں کو پکارنا شرک ہے۔خواہ نبی ہو یا ولی ہو، جن ہو یا فرشتہ، درخت ہو یا پتھر اپنی حاجت میں رسول اللہ ﷺ کو پکارنا باطل ٹھہرا۔

سورۃ العنکبوت آیت نمبر 65 میں ہے:

﴿اِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ﴾

''جب یہ مشرک کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کو خالص کرتے ہوئے اس کے لیے عبادت کو اور جب اللہ ان کو خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے وہ اس وقت اس کے شریک ٹھراتے ہیں''

لیکن آج کل کے مسلمان کشیوں میں سوار ہو کر غیر اللہ کو پکارتے ہیں۔

یا بہاول الحق بیڑا دھک
یا معین الدین چشتی پار لگا دے کشتی

ایسے ہی آج کل مسلمان مساجد میں بھی غیر اللہ کے نعرے لگاتے ہیں مثال کے طور پر ''نعرہ حیدری یا علی'' ''نعرہ غوثیہ یا غوث الاعظم'' ''نعرہ رسالت یا رسول اللہ'' جبکہ اللہ تعالیٰ نے مساجد میں غیر اللہ کو پکارنے سے منع کیا ہے۔

جیسا کہ سورۃ الجن آیت نمبر 18 میں ہے:

﴿وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْ مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾

''اور مسجدیں اللہ کی ہیں پس نہ پکارو اللہ کے ساتھ کسی کو''

یعنی مساجد میں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارو اور کسی کو نہ پکارو لیکن قبر پرست مساجد میں غیر اللہ کو پکارتے ہیں۔

آل عمرآن آیت نمبر 79 میں ذکر ہے:

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ﴾

''کسی بشر کے لیے لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو کتاب، حکم اور نبوت عطا کرے اور وہ لوگوں سے کہے کہ تم بجائے اللہ کے میرے عبادت کرو بلکہ وہ کہتا ہے کہ تم رب والے بن جاؤ''

یعنی مدد کے لیے رب کو پکارو، رسول اللہ ﷺ کو نہ پکارو، غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے۔ دیکھو

کیسا فیصلہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کبھی بھی لوگوں کو یہ نہیں کہتے تھے کہ تم مجھ کو پکارو بلکہ وہ کہتے تھے صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو۔

سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 46 میں ذکر ہے:

﴿وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰ نِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا﴾

''جب آپ قرآن میں صرف ایک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں کہ صرف اللہ کو پکارو تو یہ مشرک پھر جاتے ہیں اپنی پیٹھوں پر نفرت کرتے ہوئے''

لہٰذا ثابت ہوا کہ صرف اللہ تعالیٰ کو پکارا جائے اور اللہ تعالیٰ ہی کا نام بلند کیا جائے کسی نبی، ولی، پیر، پیغمبر کا نعرہ لگانا باطل ہے۔

سورۃ المومن آیت نمبر 60 میں ذکر ہے:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾

''اور تمہارے رب نے کہا ہے کہ تم مجھے پکارو میں تمھاری دعاؤں کو قبول کروں گا''

اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو پکارو بلکہ صرف اللہ کو پکارنا ہی برحق ہے۔

(مشکوٰۃ باب الاستسقاء) میں ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ بارش کی دعا مانگنے جنگل میں گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے رب نے کہا ہے کہ تم مجھ کو پکارو یعنی مجھ سے دعا مانگو میں تمھاری دعاؤں کو قبول کروں گا۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ))

''اے اللہ! تو غنی ہے ہم تیرے فقیر ہیں''۔ (ہمیں بارش عطا کر)

دیکھو اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے آپ کو اللہ کا محتاج اور فقیر ثابت کیا ہے اور تمام لوگوں کو بھی اللہ کا فقیر کہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ﴾ [سورة فاطر: 15]

''اے لوگو! تم سب اللہ کے فقیر ہو اور اللہ تعالیٰ ہی غنی اور قابل تعریف ہے'' (اس میں نبی اور غیر نبی سب آ گئے)

موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

﴿رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ﴾ [القصص: 24]

''اے اللہ! میں تیرا فقیر ہوں میری حاجت پوری کر''

اور سورۃ رحمٰن میں ہے:

﴿يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ﴾

''اسی سے مانگتے ہیں جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے ہر روز اور وہ ایک کام میں ہے''

حاجت پوری کرانے کا سوال صرف اللہ تعالیٰ سے نہ کہ رسول اللہ ﷺ سے رسول اللہ ﷺ کو پکارنے کے بارے میں ایک بھی آیت نہیں اور نہ ہی نبی اکرم ﷺ کی کوئی حدیث اس بارے میں کوئی رہنمائی کرتی ہے۔

اور سورۃ المومن آیت نمبر 12 میں ہے۔

یہ عذاب تمھیں اس لیے دیا جا رہا ہے کہ:

إِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ۔

''جب اکیلے اللہ تعالیٰ کو پکارا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے''

(تمھارا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ کے سوا اللہ کے نیک بندوں کو بھی پکارا جا سکتا ہے)۔ اور اگر اس کے ساتھ غیروں کو شریک ٹھرایا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے۔

﴿فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ﴾

''پس حکم تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کا چلتا ہے وہ بلند و بالا کبریائی والا ہے''

(لہٰذا تم دوزخ سے نہیں نکل سکتے) اس سے ثابت ہوا کہ اپنی حاجات میں صرف اللہ تعالیٰ

کو پکارا جائے نہ کہ رسول ﷺ کو۔

سورۃ الزمر آیت نمبر 45 میں ذکر ہے:

﴿اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ۔وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾

''جب اکیلے اللہ تعالیٰ کو پکارا جاتا ہے یعنی جب اللہ کو پکارا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل منقبض ہوتے ہیں''

جو یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور جب اللہ کے سوا غیروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ خوش ہوتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ صرف اللہ کو پکارنا صحیح ہے رسول اللہ ﷺ کو پکارنا شرک ہے۔

آیت نمبر الاعمران 63 میں ذکر ہے:

﴿قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾

''کہہ دیجئے (اے محمد ﷺ) اے اہل کتاب آؤ ایک بات پر اتفاق کریں وہ یہ کہ ہم سب ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھرائیں اور ہم میں سے بعض بعض کو رب نہ بنائے سوائے اللہ کے اور اگر وہ پھر جائیں تو کہو بلا شبہ ہم اللہ کے فرمابردار ہیں''

اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ کو پکارنا بے فائدہ ہے۔ اس آیت میں بھی صرف اللہ کی عبادت کی طرف ہی یہود و نصاریٰ کو دعوت دی گئی۔ غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے۔

سورۃ الکہف آیت نمبر 44 میں ذکر ہے:

﴿هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا﴾

''وہاں تو سارے اختیارات اللہ سچے کے پاس ہیں وہی بہتر ثواب دینے والا اور

وہی بہتر بدلہ دینے والا ہے''

سورۃ الزمر آیت نمبر 19 میں ذکر ہے:

﴿اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ﴾

''کیا وہ شخص جو ازلی بدبخت ہے اس پر عذاب کا حکم ثابت ہو گیا کیا آپ ﷺ اس کو عذاب سے رہائی دلا سکتے ہیں''

اس سے اور اس سے پہلی آیت سے ثابت ہوا کہ کلی اختیارات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔

سورۃ الکھف آیت نمبر 26 میں ذکر ہے:

﴿وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهٖ اَحَدًا﴾

''اللہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا''

اللہ تعالیٰ تو احکم الحاکمین ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ہی کو پکارنا حق ہے اور یا رسول اللہ کا نعرہ غیر شرعی ہے قرآن وحدیث سے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

سورت بنی اسرائیل میں آیت نمبر 56 میں ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا﴾

''کہہ دو ان مشرکوں کو تم جن کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے ہو وہ تم سے تکلیف کو دور کرنے کے مالک نہیں اور نہ ہی تمھاری بدحالی کو خوش حالی میں بدل سکتے ہیں''

اس آیت میں بھی یہی بتایا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی کسی کی تکلیف کو دور نہیں کر سکتا پھر اس کو پکارنا بے فائدہ ہے کسی رسول نے یہ نہیں کہا کہ مجھے پکارو مصائب میں یا رسول اللہ ﷺ پکارنا وہی شرک ہے جس کو ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر و رسول مٹانے کے لیے بھیجے گئے تھے۔

سورت النمل آیت نمبر 62 میں ذکر ہے:

﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّاِذَا دَعَاہُ وَ یَکْشِفُ السُّوْءَ﴾

''بھلاکون ہے جوفریادرسی کرتا ہے لاچار کی جب وہ اس کو پکارتا ہے اور اسکی تکلیف کودور کردیتا ہے''

اس آیت سے بھی یہی ثابت ہوا صرف اللہ تعالیٰ کو ہی اپنی مصیبتوں میں پکارا جائے غیراللہ کو پکارنے والا مشرک ہے۔میں نےبے شمار دلائل دیے ہیں کہ صرف اللہ تعالیٰ کو ہی پکارا جائے اللہ کےسوا اپنی حاجات میں کسی نبی'ولی'جن'فرشتہ کونہ پکارا جائے۔

اس کے بعد یہ حکم ہے:

﴿مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ۔ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ﴾ [المائدہ :47-45-44]

''جواللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلے نہ کرے وہی لوگ کافر'فاسق اورظالم ہیں''

کار ما   نصیحت   بود ما   کردیم

روز   گار   چند   دریں   دنیا   بسر   بردیم

﴿اِنَّ ھٰذِہٖ تَذْکِرَۃٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلًا﴾

''یہ قرآن تو نصیحت ہے،جوشخص چاہے اپنے رب کی طرف نجات کاراستہ اختیار کرے''

﴿فَاسْتَمْسِکْ بِالَّذِیْٓ اُوْحِیَ اِلَیْکَ اِنَّکَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾

[الزخرف :43]

''پس مضبوطی سے پکڑو اس کو جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے بلاشبہ آپ سیدھے راستے پرقائم رہیں گے''

﴿وَاِنَّہٗ لَذِکْرٌ لَّکَ وَلِقَوْمِکَ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ﴾ [الزخرف:44]

''بلاشبہ یہ قرآن تو نصیحت ہے آپ ﷺ کے لئے اور آپ ﷺ کی امت کے لیے

اوراسی کے بارے میں روز قیامت تم سے سوال ہوگا'' (کہ اس قرآن پر عمل کیا تھا یا نہیں)

یہی عمل اور عقیدہ درست ہے جو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے اور جو امتی اس کی مخالفت کرے گا وہ جہنمی ہے سورۃ النساء:115 میں ذکر ہے:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِهٖ مَاتَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾

''اور جو کوئی مخالفت کرے اس رسول کی بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکی اس پر حق بات اور پیروی کرے کسی اور طریقہ کی سوائے مؤمنوں کے طریقہ کے ہم پھیر دیں گے اس کو جدھر وہ پھرتا ہے اور ڈال دیں گے اسے جہنم میں اور بری ہے جگہ لوٹ کر جانے کی''

اب غور کرو اس آیت کے بیان پر کہ یہ پکارو یا رسول اللہ کا نعرہ کیا رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو سکھایا تھا کہ تم مصیبت کے وقت رسول اللہ ﷺ کو پکارا کرو۔ ہرگز نہیں۔

اور اس آیت میں مؤمنوں کا ذکر ہے جب قرآن اتارا جاتا تھا وہاں صحابہ رسول ﷺ کے سوا کون مومن تھا۔ ظاہر ہے اس آیت میں مومن سے مراد صحابہ رسول اللہ ﷺ ہی ہیں اب غور کرو ''یا رسول اللہ'' کا نعرہ نہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو سکھایا اور نہ صحابہؓ کو رسول اللہ ﷺ نے مصیبت اور پریشانی کے وقت میں یہ نعرہ لگایا لامحالہ پکارو یا رسول اللہ کا نعرہ لگانا نبی اکرم ﷺ اور صحابہ رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے علاوہ من گھڑت غیر شرعی نعرہ ہے ایسے ہی لوگوں کو اس کی مخالفت کی وجہ سے دوزخی قرار دیا گیا۔

مسلمان بھائیو غیر شرعی نعرہ ترک کر دو اور ''اللہ اکبر'' کا نعرہ بلند کرو اور سورۃ السجدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۔اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ

مُنْتَقِمُوْنَ﴾ [22]

''کون بڑھ کر ظالم ہے اس سے جس کو نصیحت کی گئی اپنے رب کی آیات سے پھر اس نے منہ موڑ لیا ان سے بیشک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں''

اب تو یا رسول اللہ کا نعرہ لگانے والوں کے دل ڈر جانے چاہیں اطاعت رسول ﷺ اور اتباع رسول ﷺ کا یہی تقاضہ ہے ضد میں نقصان ہے آخرت کا خسران ہے۔

ہر قدم پر ہر روش پر ہر ادا پر ہر جگہ
دیکھنا پڑتا ہے انداز نگاہ یار کو

اگر رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے تو شریعت مطہرہ پر اسی طرح عمل کریں جیسے آپ ﷺ کی تعلیم ہے شتر بے مہار کی طرح آزاد ہو کر حضور ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری سے دست بردار نہ ہوں یہود و نصاریٰ کی اندھی عقیدت اختیار نہ کریں۔ کہ ان ہوں نے رسولوں اور اولیاء اللہ کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا حتیٰ کہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے ان پر لعنت کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارىٰ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيْهِمَ مَسَاجِداً۔)) [باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ مشکوٰۃ۔]

''اللہ تعالیٰ لعنت کرے یہود و نصاریٰ پر کہ انہوں نے نبیوں اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔''

اور نہ ہی مسلمانوں کو مشرکین مکہ کی روش اور ضد اختیار کرنی چاہیے۔ انہوں نے اللہ سے یوں دعا کی تھی اے اللہ! اگر قرآن اور محمد (ﷺ) سچے بھی ہوں تیری طرف سے ہمیں قبول کرنے کی توفیق نہ دینا، آسمان سے پتھر برسا کر ہمیں ہلاک کر دینا یہ منظور ہے مگر رسول اللہ ﷺ کی شریعت قبول نہیں ایسے ہی مسلمانوں نے یہود و نصاری کی طرح دین میں مبالغہ آمیزی کرنا او ران پر سجدے کرنے اور چڑھاوے چڑھانے شروع کردیئے ہیں اور ہر سال بزگوں کی قبور پر

عرس قوالی اور میلے لگانے شروع کردیئے ہیں جبکہ یہ کام رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں اور دین کے بہت سے مسائل میں مبالغہ آمیزی شروع کردی ہے۔

مثال کے طور پر رسول اللہ ﷺ کا بتایا ہوا درود وسلام چھوڑ کر اپنا خود ساختہ درود وسلام ایجاد کرلیا ہے جس میں نہ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اور نہ ہی اس درود میں محمد ﷺ کا نام ہے اور نہ ہی ہمارے نبی ﷺ پر ان رحمتوں اور برکتوں کا سوال ہے جیسی رحمتیں اور برکتیں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل کی تھیں بس اس درود وسلام میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہے رسول تو سارے ہی تھے۔ یہ لوگ کس رسول پر درود وسلام پڑھ رہے ہیں۔

اور پھر اذان سے پہلے اور بعد میں جبکہ صحابہ کرامؓ کی اذان اللہ اکبر سے شروع ہو کر لا الہ الا اللہ پر ختم ہو جاتی تھی اور بعد از اذان درود اور دعا پڑھتے تھے۔

فافهم وتدبر ولا تكن من الغفلين۔

اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے بھی ڈرتے رہنا چاہیے جو سورۃ المائدہ میں آیت نمبر 47-45-44 میں ذکر ہے:

﴿مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ۔﴾

”جو شخص اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے یعنی عمل نہیں کرتے یہی لوگ کافر، ظالم اور فاسق ہیں“

اور یہ سارے احکام خواہ وہ قرآن مجید یا احادیث صحیحہ میں ہوں سب ہی اللہ رب العزت کی طرف سے نازل کردہ ہیں ایسے ہی جو نعرہ رسول اللہ ﷺ نے امت کو دیا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا ہے یعنی **الله اكبر** یا **لا اله الا الله والله اكبر** لیکن یا رسول اللہ کا نعرہ نہ رسول اللہ ﷺ نے سکھایا اور نہ ہی صحابہ کرامؓ نے کبھی یہ نعرہ لگایا البتہ جب آپ ﷺ سے کوئی مسئلہ پوچھتے تھے اس وقت یا رسول اللہ کے الفاظ استعمال کرتے تھے بے مقصد یا رسول اللہ پکارنا شرک ہے اس سے بچو کیونکہ مشرک کی نجات نہیں ہوگی سورۃ النساء آیت نمبر 48۔ اب اسلامی

نعرہ کے بارے میں دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

اسلامی نعرہ احادیث کی روشنی میں:

حدیث نمبر 1:

''حضرت جابرؓ نے کہا کہ ہم لوگ یعنی صحابہ کرامؓ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے اور حضرت سعد بن معاذؓ کے جنازے میں شریک ہوئے جب ان کی لاش کو قبر میں رکھدیا گیا اور مٹی برابر کر دی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے بلند آواز سے سبحان اللہ کہنا شروع کر دیا صحابہ کرامؓ نے بھی آپ ﷺ کی پیروی میں سبحان اللہ کہنا شروع کر دیا دیر تک سبحان اللہ پڑھتے رہے پھر آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ بلند آواز سے اللہ اکبر پڑھتے رہے۔'' (رواہ احمد مشکوٰۃ باب اثبات عذاب قبر فصل سوم)

یہ وہ ہستی ہے کہ ان کی وفات پر عرش الٰہی حرکت میں آ گیا تھا آسمانوں کے دروازے کھل گئے تھے اور ستر ہزار فرشتے ان کی نماز جنازہ میں شریک ہوئے اور قبر کی مٹی سکڑ کر محبت کی وجہ سے ان کے جسم کے قریب آ گئی تھی جس کی وجہ سے جسم کو تکلیف کا اندیشہ تھا اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اللہ کا ذکر کیا اور قبر کھلی ہو گئی۔ اس حدیث سے ''اللہ اکبر'' ''سبحان اللہ'' کا نعرہ ثابت ہوا۔ نہ کہ ''یا رسول اللہ'' کا نعرہ۔

حدیث نمبر 2:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے پہلی امتوں کے مقابلہ میں جنت میں آدھی تعداد صرف میری امت کی ہو گی اس پر صحابہ خوش ہوئے اور اللہ اکبر کا نعرہ لگایا ''یا رسول اللہ'' کا نعرہ نہیں لگایا'' (مشکوٰۃ باب حشر بحوالہ بخاری و مسلم)

حدیث نمبر 3:

''حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ ہم لوگ یعنی صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ

حنین میں شامل ہوئے ایک آدمی جو اسلام کا دعوے دار تھا آپ ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا یہ آدمی دوزخی ہے یہ بھی جہاد میں شامل تھا۔ پس جب کفار کے ساتھ جنگ شروع ہوئی اس آدمی نے بڑی جواں مردی کا مظاہرہ کیا کفار سے بڑی سختی کے ساتھ لڑا اور خود بھی شدید زخمی ہوا اس وقت ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا جس کے بارے میں آپ ﷺ نے دوزخی فرمایا تھا اس نے کس قدر کفار کے ساتھ سخت جنگ کی ہے۔ آپ ﷺ نے پھر یہی فرمایا کہ یہ دوزخی ہے قریب تھا کہ کچھ لوگ اس بات میں شک کرتے پس جب وہ اس کام میں مصروف تھا اسے زخموں کی سخت تکلیف ہوئی جو نا قابل برداشت تھی اس نے اپنے آپ کو تیر کے پھل سے ذبح کر دیا اور ہلاک ہو گیا۔''

تو مسلمانوں میں کچھ لوگ دوڑ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ صدق الله حديثك اللہ نے آپ ﷺ کی بات سچی کر دی اس آدمی نے اپنے آپ کو ذبح کر دیا اور ہلاک ہو گیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے نعرہ لگایا اللہ اکبر اشهد انی عبدالله ورسوله میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے بلال رضی اللہ عنہ اعلان کر دو کہ جنت میں صرف مومن ہی داخل ہونگے اور اللہ تعالیٰ مدد کرتا ہے اس دین کی فاجر آدمی سے بھی۔ (رواہ البخاری، مشکوٰۃ۔ ص534 معجزات)

یہاں صحابہ رضی اللہ عنہم نے ''یا رسول اللہ'' کا نعرہ نہیں لگایا یہاں تو آپ ﷺ کو یا رسول اللہ کہہ کر خطاب کر کے عرض کی ہے کہ معاملہ یوں پیش آیا ہے۔ نعرہ تو رسول اللہ ﷺ نے لگایا ان کی بات سنتے ہی کہا اللہ اکبر اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے کام میں رسول اللہ ﷺ سے پیچھے نہیں رہتے تھے، جو کام آپ ﷺ کرتے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی اتباع کرتے تھے۔ غور کرو کہ رسول اللہ ﷺ خوش ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری بات سچی کر دی ''اللہ اکبر'' کا نعرہ لگایا ''یا رسول اللہ'' کا نعرہ نہیں لگایا ہمیں بھی خوشی کے موقع پر آپ ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے

صرف ''اللہ اکبر'' کا نعرہ لگانا چاہیے نہ کہ ''یارسول اللہ'' کا نعرہ اور اگر کوئی نعرہ رسالت بلند کرتا ہے تو اس کا جواب محمد رسول اللہ ﷺ ہے نہ کہ ''یارسول اللہ''۔

ایک آدمی کہتا ہے ''نعرہ رسالت'' سامعین اس کا جواب ''محمد رسول اللہ ﷺ'' کے الفاظ میں بلند آواز سے ظاہر کریں بے مقصد ''یارسول اللہ'' کا نعرہ نہ لگائیں کیونکہ اس نعرہ میں کوئی مطالبہ نہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو ''یارسول اللہ'' کہہ کر کوئی بات پوچھتے یا کہتے تھے۔

حدیث نمبر 4:

''حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوہ یا حج وعمرہ سے واپس آتے تو مدینہ منورہ میں داخلہ کے وقت تین مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت بلند آواز سے ''اللہ اکبر'' پڑھتے اور کہتے:

((لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ۔ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔))[بخاری جلد دوم ص۔590]

حدیث نمبر 5:

''ابوحمزہؓ نے کہا میں نے حج تمتع کیا اور مجھے لوگوں نے منع کیا حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے پاس آیا اور اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھے تمتع کرنے کا حکم دیا پھر میں اپنے گھر چلا گیا تو خواب میں میرے پاس ایک آدمی آیا اور کہا تیرا حج اور عمرہ قبول پھر کہا میں عبداللہ ابن عباسؓ کے پاس گیا اور انہیں خبر دی جو میں نے دیکھا تھا تو عبداللہ ابن عباسؓ نے دہ مرتبہ'' اللہ اکبر'' کا نعرہ بلند کیا اور کہا یہ ابولقاسم یعنی محمد ﷺ کی سنت ہے(رواہ مسلم ص:407 باب: جواز عمرہ فی الحج)

دیکھو عبداللہ ابن عباسؓ نے ''یارسول اللہ'' کا نعرہ نہیں لگایا بلکہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کی ''پکارو یارسول اللہ'' کا نعرہ خلاف شرع ہے۔

حدیث نمبر 6:

حضرت ابن عباسؓ نے کہا:

كُنَّا نَعْرِفُ اِنْقِضَاءَ صَلٰوةِ بِالتَّكْبِيْرِ۔[رواه المسلم مشكوٰة ص۔نمبر217 باب الذكر بعد الصلٰوة المكتوبة]

''ہم نبی اکرم ﷺ کی نماز کا ختم ہونا تکبیر کے ساتھ جانتے تھے۔''

نبی اکرم ﷺ جب نماز کا سلام پھیرتے تھے تو آپ ﷺ بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ صحابہ کرامؓ بھی بلند آواز سے ''اللہ اکبر'' کہتے تو آواز مسجد سے باہر جاتی ''یارسول اللہ'' کا نعرہ نہیں لگاتے تھے صرف اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے تھے۔ اس حدیث پر صرف اہلحدیث ہی عمل کرتے ہیں۔الحمد الله على ذالك۔

حدیث نمبر7:

خادم رسول اللہ ﷺ حضرت انسؓ فرماتے ہیں جب آپ ﷺ کسی بستی میں داخل ہوتے تو ''اللہ اکبر'' کہتے تھے آپ خیبر میں گئے تو آپ ﷺ نے نعرہ لگایا''الله اكبر'' خربت خیبر ''اللہ سب سے بڑا ہے خیبر برباد ہوا'' (رواہ مسلم ص:459ج۔اول)

اللہ اکبر کا نعرہ لگایا نہ کہ نعرہ ''یارسول اللہ'' لگایا اور نہ ''نعرہ حیدری'' اور نہ ہی ''نعرہ غوثیہ'' لہٰذا نبی اکرم ﷺ کی اتباع کرتے ہوئے صرف ''اللہ اکبر'' کا نعرہ لگانا چاہیے (بحوالہ تاریخ اسلام نجیب اکبرالہ آبادی جلد اول ص190) آپ ﷺ کی اتباع میں صحابہ کرامؓ نے بھی ''اللہ اکبر'' کا نعرہ لگایا۔

حدیث نمبر8:

''نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ مدینہ میں خندق کھود رہے تھے ایک مقام پر سخت چٹان آگئی، صحابہ کرامؓ نے نبی اکرم ﷺ سے چٹان کے نہ ٹوٹنے کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے اس پر ایک کدال مارا اس پتھر سے نور نکلا آپ ﷺ نے نعرہ ''اللہ اکبر'' لگایا اور کہا مجھے ملک شام کی چابیاں دی گئیں۔ پھر

آپ ﷺ نے دوسری ضرب لگائی پھر روشنی نکلی پھر آپ ﷺ نے ''اللہ اکبر'' کا نعرہ لگایا اور فرمایا مجھے ملک فارس ک چابیاں دیں گئیں۔ پھر آپ ﷺ نے تیسری ضرب لگائی پھر نور نکلا تو آپ ﷺ نے پھر ''اللہ اکبر'' کا نعرہ لگایا فرمایا مجھے ملک یمن کی چابیاں دیں گئیں''

یعنی یہ ملک مفتوح ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں گے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری تھی ان تینوں مقاموں پر آپ ﷺ نے ''اللہ اکبر'' کا نعرہ لگایا ''یا رسول اللہ'' کا نعرہ نہیں لگایا لہٰذا مسلمانوں کے لیے اسی میں بھلائی اور خیر ہے کہ وہ خوشی کے موقعہ پر اتباع رسول ﷺ کرتے ہوئے صرف ''اللہ اکبر'' کا نعرہ لگائیں۔ آج میدان جنگ میں بجائے ''اللہ اکبر'' کے ''نعرہ حیدری'' لگاتے ہیں جو کسی طرح بھی جائز نہیں اور نہ ہی ''نعرہ یا رسول اللہ'' نہ'' نعرہ غوثیہ''

حدیث نمبر 9:

''جب حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ کیا گیا تھا تو حضرت عثمانؓ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کا حکم سن کر مسجد نبوی کی توسیع کی۔ مسلمانوں کے لیے یہودیوں سے میٹھے پانی کا پاک کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کیا۔ پھر غزوہ تبوک کے موقعہ پر سات سو اونٹ پالانوں سمیت جنگی ضرورت کے لیے حضور ﷺ کے مطالبے پر خیرات کیے سب نے اس بات کی گواہی دی تو حضرت عثمانؓ نے ''اللہ اکبر'' کا نعرہ بلند کیا ''نعرہ یا رسول اللہ'' نہیں لگایا۔ اور کہا انہوں نے گواہی دی رب کعبہ کی قسم میں شہید ہوں تین بار یہی بات کہی (مشکوٰۃ ص۔562)

حدیث نمبر 10:

میدان احد میں جنگ ختم ہونے پر ابوسفیان نے نعرہ لگایا ''اُعلُ یا ھبل'' اے ہبل بت تیرا نام بلند ہو تو رسول اللہ ﷺ نے نے فرمایا

مسلمانو اس کو جواب دو صحابہؓ نے عرض کیا کیسے جواب دیا جائے ؟ تو نبی اکرم ﷺ نے کہا کے تم کہو "اَللّٰہُ اَعْلٰی وَ اَجَلُّ" کا نعرہ بلند کرو چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور نبی اکرم ﷺ نے یہ نعرہ بلند کیا اس کا ترجمہ ہے "بلند ہے اللہ تعالیٰ کی ذات ہی بلند وبالا اور بزرگی والی ہے" پھر ابو سفیان نے نعرہ لگایا "لنا عزیٰ ولا عزیٰ لکم" مسلمانوں! عزیٰ نامی بت ہمارا مددگار ہے تمھارا مددگار نہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس کا جواب دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کیسے جواب دیں ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم جواب دو "اَللّٰہُ مَوْلٰنَا وَلَامَوْلَا لَکُمْ" مشرکوں اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہے تمھارا نہیں (تفسیر ابن کثیر' سورۃ: محمد الرحیق المختوم ص278)

غور کرو رسول اللہ ﷺ نے اس موقعہ پر "یا رسول اللہ" کا نعرہ نہیں لگایا اور نہ ہی "پکارو یارسول اللہ" کا حکم دیا صرف اللہ کا نام بلند کیا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ محمد میں یہ آیت اتاری:

﴿اَللّٰہُ مَوْلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ وَاَنَ الْکٰفِرِیْنَ لَامَوْلَا لَھُمْ﴾

"اللہ تعالیٰ مومنوں کا مولا ہے کافروں کا مولا نہیں"

حدیث نمبر 11:

اَلصَّحَابَۃُ وَالنَّبِیُّ ﷺ کَانُوْا یُکَبِّرُوْنَ فِیْ کُلِّ شَرْفٍ [مشکوٰۃ ص-514]

"صحابہ کرامؓ اور نبی اکرم ﷺ اونچائی پر چڑھتے ہوئے "اللہ اکبر" کہتے تھے "یا رسول اللہ" نہیں "اللہ اکبر" سے ہی نماز شروع کرتے' رکوع اور سجدہ میں جاتے وقت اور سر اٹھاتے وقت "اللہ اکبر" کہتے اور سلام کے بعد فوراً "اللہ اکبر" کہتے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ "اللہ اکبر" کہتے اور آواز مسجد سے باہر جاتی"

حدیث نمبر 12:

((اَذَا اَتیٰ عَلَی الرُّکْنِ اَشَارَ اِلَیْہِ بِشَیْءٍ فِیْ یَدِہٖ وَکَبَّرَ))

[رو البخاری۔ مشکوۃ ۔باب: طواف]

''جب آپ ﷺ حجرِ اسود کے سامنے جاتے جو چیز آپ ﷺ ہاتھ میں ہوتی اس سے اشارہ کرتے اور''اللہ اکبر'' کہتے''یارسول اللہ'' نہ کہتے۔''

حدیث نمبر13:

((كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يَرْمِي بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ الْجَمْرَةَ الْكُبْرٰى وَيُكَبِّرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَمَى الَّذِىْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ)) [متفق عليه مشكوة ص270]

''حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ جمرۃ الکبرٰی کو سات کنکریاں مارتے وقت ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ایسے ہی رمی کرتی تھی وہ ذات جس پر سورۃ البقرۃ نازل ہوئی ہے۔''[مشکوۃ ص.270]

حدیث نمبر14:

''رسول اللہ ﷺ جب ذبح کرتے تھے اپنی قربانی تو''بسم اللہ اللہ اکبر'' کہتے تھے'' یارسول اللہ نہیں''[متفق علیہ مشکوٰۃ ص127 باب اضاحی]

حدیث نمبر15:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی عیدین کو اللہ اکبر کے ساتھ آراستہ کرو یارسول اللہ سے نہیں اور پانچوں نمازوں کی آذانمیں شروع اور آخر میں''اللہ اکبر اللہ اکبر.لا الہ الا اللہ'' کہتے ہیں''یارسول اللہ''نہیں''

حدیث نمبر16:

جب یہ آیات نازل ہوئیں:

﴿اَلَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ (التوبة: 34)

''جولوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو درد

ناک عذاب کی خوشخبری دے دو''

''تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گھبرا گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تمہاری اس پریشانی کو میں دور کروں گا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ پر گراں ہوگئی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ صرف تمہارے مالوں کو پاک کرنے کے لیے فرض کی ہے زکوٰۃ نکالنے کے بعد جو بچ جاتا ہے وہ پاک ہو جاتا ہے البتہ مواریث فرض کی گئی ہیں تاکہ تمہارے بعد والوں کو ملے تو حضرت عمرؓ نے سنتے ہی ''اللہ اکبر'' بلند کیا ''یا رسول اللہ'' بلند نہیں کیا'' [باب الزکوٰۃ فصل دوم ص۔156]

حدیث نمبر 17:

''حضرت عمرؓ کے اسلام لانے پر صحابہ کرامؓ نے دار ارقم میں ''اللہ اکبر'' کا نعرہ لگایا تھا (تاریخ اسلام نجیب اکبر آبادی) ''یا رسول اللہ'' کا نعرہ نہیں لگایا''

حدیث نمبر 18:

''ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات سے ناراض ہوگئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر ایک ماہ تک امہات المومنین سے علیحدگی اختیار کر لی تھی تو حضرت عمرؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے ازواج مطہرات کو طلاق دے دی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اٹھایا اور کہا: نہیں تو عمر رضی اللہ عنہ نے ''اللہ اکبر'' کا نعرہ لگایا نعرہ ''یا رسول اللہ'' نہیں لگایا۔[مسلم جلد اول ص482]

یہاں پر میں نے اٹھارہ احادیث کا ذکر کیا ہے جن سے ثابت ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ خوشی کے موقعہ پر ''اللہ اکبر'' کا نعرہ لگایا کرتے تھے نہ کہ یا رسول اللہ کا میں اپنے بھائیوں سے عرض کروں گا ''پکارو یا رسول اللہ'' کا نعرہ لگانا چھوڑ دیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع

کرتے ہوئے اور صحابہ کرامؓ کے راستہ پر چلتے ہوئے ''اللہ اکبر'' کا نعرہ لگائیں اور دوسرے نعرے ''یا غوث الاعظم'' اور ''نعرہ حیدری'' وغیرہ بھی ترک کر دیں کہیں ضد میں آ کر اپنی آخرت خراب نہ کرلیں۔ یہ نعرے قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔

کار ما نصیحت بود ما کریم

روز گار چند دریں دنیا بہ سر بردی